

مجلد حقوق محفوظ

مجالس خاتون

جلد اول
مؤلفہ و مؤلف

سید غلام حیدر ولد سید علی اکبر شاہ ترمذی
کوٹ رادھا کشن ضلع لاہور
ہیں کو

منیجر کتب خانہ اثناء عشری لاہور مغل حویلی

نے چھپوا کر شائع کیا
قیمت تین روپے

بار حیدر

ویساچہ

مؤرخین یا نگین خاکسار کے اہل ابراہیمیت و فلام جند و ملت میں ایک بڑا مسکن
تعبہ حیار ہی جمیل اجلہ فضلہ مقرر ہے۔ اور یہ پہچان عالم ہے نہ فاضلہ شاعر
ماہر لہذا اس خاکسار نے اہل علم کے معاضدہ منہ فیض غور و محال کیا ہے۔ اور
جسے ہوش مند لہذا ہے۔ ذکر شہیدان کربلا میں اس پناہ وقت کو قرار ہے۔ اور غرض
کے۔ میر نے شاد و فلام جاس صاحب کو انوری کو کہ انہوں نے مجھے منبر پر
بیٹھ کر پڑھنے کے قائل بنایا۔ اس اور انقلاب سے بیشتر میں نے اس کتاب کے
چھپوانے کا ارادہ کیا تھا اور اپنی استعداد کے مطابق اس کو مرتبہ کیا تھا۔ مگر
افسوس کہ وہ سب نئے جاتے ہوئے۔ جبکہ یہ ناچھو یا کیستان میں آیا ہے۔
یہ خیال دانگیر رہا۔ کہ کسی طرح یہ کتاب نکلیں گی۔ مگر یہ بھلاستی و
سراپگی کی حالت میں یہ خاکسار عالم خاموشی میں رہا۔ مگر حسبہ و کورل میں
اٹھتی تھی چٹان چھیرے بلور وادہ شہید علی شاہ وارتد مادی علی شاہ نے

سید غلام حیدر فاکر سید الشہداء علیہ السلام

فہرست مضامین

منعہ

سید غلام حیدر قندلی

[illegible]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیشخوانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ عَزَّ وَجَلَّتْ لِلسَّعْدِیْنَ اَلْقُلُوْبُ وَ اَلتَّوَكُّلُ عَلَى سَيِّدِ الدَّوْلَیْنَ وَ اَوَّلَا خَیْرَیْنَ مُحَمَّدًا اَنْتَ اَعْلَمُ النَّبِیْنَ وَ عَلَى اَمْرِ الْمُرْسَلِیْنَ اَفْضَلُ الْوَصِیَّتِیْنَ وَ اَوَّلَا دَعْوَهُمُ الطَّاهِرِیْنَ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَیْكَ جَمِیْعًا

بجھرت تو سلام" علیک یا مولانا
سیرم خائے سرت ادا ہے شریدا
سلام من پشما حاضرین منیر و کبیر
کہ در عزائے حسین ایمنگی و کبیر
کہ خود خدا گفتند در ہمدایات
بر محمد و بر محمد و آل و اطہات

خدا بسحوں کو دکھا علم کا دربار
ادھر ہجوم فرشتوں کا اُس طرف تبار
کہیں ادب کی صلیب کو زانو ہو بیار
کہیں پیکار رہا ہے یہ طالعیدار
بہرور کہیں روئے میری اب است
وے غموش کہ سبتو رسول در خواب است

پیشخوانی دیگر

اے جل شانہ وہ غفور الرحیم ہے
ہم سب میں درد مند وہ کل کا حکم ہے
رجحان مستحان و رؤف رحیم ہے
اسکے سوا بھلا کوئی ایسا کریم ہے
ایمان بھی نہ ملے لڑی سے عزم و جاہ بھی
لڑی بھی نہ بخشے غلہ بھی بخشے گاہ بھی

کیا کیا بیاں کر دیں ہدایات کبریا
پیدا پیغمبروں کو پئے رہبری کیا
ہم کو محنت عربی سانبی دیا
بسم اللہ صحیفہ فہرست انبیاء
آگے جو انبیاء نے فوری الاقتدار تھے
محبوب کرو کار کے فیہ پیش کار تھے

بنی وہ کہ جو فخر پیغمبریاں
وہ بندہ کہ قوسین جن کا مکان
امام مرسل شیلے سے سیل
ایمن خدا مہبط جبریل
غضب شر کے دوز کا ہے حساب
رسل کا دل اس سے ہے آب آب
سناش کا کس کو ملے کس کو تاب
فقط نفسی نفسی کا ہو گا خطاب

۱۶۶	شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام	مجلس
۱۷۷	شہادت حضرت علی امیر علیہ السلام	تہذیب مجلس
۱۸۵	جناب سرور کا امام حسن مجتبیٰ اور محمد باقر علیہ السلام کا	اشاعرہ مجلس
۱۹۶	شہادت جناب امام حسین علیہ السلام	ایسپین مجلس
۲۱۰	حضرت	
۲۱۱	شہادت جناب علیہ السلام کا غیرت کا بیعت جلال اور اہل حرم کی ہر قری	بیسویں مجلس
۲۱۹	فضائل اہلبیت و شام غریباں در دست کردار	کبیرین مجلس
۲۲۰	عراقی اہل حرم بطون کو فدا و درایت نام حبیب کبیر جناب فاطمہ علیہ السلام	بائیں مجلس
۲۲۱	روایت امام حسن نام من جناب علی فاضل علیہ السلام باہر کا حضرت کو	تیسویں مجلس
۲۲۱	زیر دینا آپ کا کفن و دفن جناب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا انا اور شہر	
۲۵۱	تم میں آپ کی وفات اور اہلبیت کا داخلہ و شوق	چوبیسویں مجلس
۲۵۱	مجلس میں سرور محفل کی محبت اور اہلبیت پر بارین ہیں، عبدالمہدین	
۲۶۰	عصف کی شہادت اور اہلبیت کا لاش حضرت مسلم پر فوج	پچیسویں مجلس
۲۶۰	فرنگ کا مہ کینز کے وارڈ کر بلا ہونا اور حالات کفن و دفن	
۲۸۵	جناب سید الشہداء اور قوم نبی اسکا امداد	چھبیسویں مجلس
۲۹۵	در ذکر وفات جناب سید خیر شاہ مدنیہ	
۲۹۹	واپسی اہل حرم بطون مدینہ منورہ و زیارات عالیہ	ستائیسویں مجلس
۳۰۰	محفل غدیر	
	و دعا و توسل چارہ معصومین	
	زیارات عالیہ	

پیشخوانی دیگر

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُ وَ عَلَى كُتُبِهِ يَنْصَرُّونَ مَعَكَ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَوْسَرُ
قَوْلًا عَظِيمًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى ابْنِ اَبِي حَبِيْبٍ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى ابْنِ اَبِي حَبِيْبٍ
رَسُوْلِ اللّٰهِ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى كُتُبِهِ اَيُّهَا الْمُتَوَكِّلُونَ
الْحَاضِرُونَ فِي مَجْلِسِ الْعَزَاءِ - سَيِّدِ الْعَرَبِ الْعَظِيْمَانِ
وَقَتْلِ الْعُرْيَانِ الشَّهِيدِ ابْنِ الشَّهِيدِ وَ مَقْتُولِ
ظُلْمِ الْعَرَبِ وَ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

jabir.abbas@yahoo.com

پہلی مجلس

حالات پیدائش جناب رسول مقبول و فضائل آنجناب

ہمارے آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا سے پہلے گزے ہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ان سب کے کمالات جو کہ فرداً فرداً ان کو ذاتِ برہمنی نے دیے تھے۔ وہ سب جناب رسول کا ثناء کی نیت بابرکات میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ کیونکہ یہ آخری نبی تھے۔ اور ان کے کمالات و صفات کا ذکر قیامت تک کے لئے وابستہ تھا۔ اہم مبارک آپ کا محمدؐ طہ۔ احمد بن حنبلہ اور کثرت شرف ابوالقاسم۔ ابوالبرہ سم و غیرہ تھے۔ اور لقب مبارک آپ کا مصطفیٰ محمود۔ بشیر نذیر۔ وغیرہ تھے۔ والد ماجد آنجناب کے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تھے۔ اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت ہب بن عبد مناف تھیں۔ جب زمانے میں حائل طرف جہالت کا دورہ دورہ ہوا اور جہالت کی گھٹک لگنا میں چھا گئیں۔ قبیلہ قبیلہ آپس میں کٹنے اور مرنے لگے۔ و زمین بھر خون سے لہریں لگ گئی۔ تو رحمت خداوندی

مگر امتی امتی کا خطاب کریں گے ہمارے رسالت مآب
لطفِ خدا مومنوں پر تمام ہے ایسا ہی ہے اور علی ما امام ہے

مجتہد فاطمہ مجلس میں مرقی آتی ہے تمہارے لئے اعمالِ حق آتی ہے
جو کوئی کرتا ہے، شہر کے لئے زاری تو اس کے حق میں عاکرتی ہے دیواری
خضبت فاطمہ سرگرم آہ زاری ہو تمہاری چشم نہ تر ہو نہ ہیکاری ہو

میٹھی ہے کہ شہر کو بھلاؤ تم عزا کی بزم میں دنے سے نہ بھلاؤ تم
پیشِ خیرِ مزار کے کر کلا شہر تمہارے واسطے کرتے ہیں نہ مائتیر

حسین کی بخشش اُمم کے لئے

بیم ہے و نویں نہم اُس شہدائے اُمم کے لئے

وہاں پہنچیں بچے پر نظر پڑی دل باغ باغ ہو گیا۔ بچے کو گود میں لیا۔ جناب محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی گود میں چلے گئے۔ علیمہ خاتون نے پیار کیا۔ اور اپنا دہنی طرف کا دودھ بچے کے پیش کیا۔ کیونکہ بائیں طرف کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ لہذا جناب رسول کا ثناء میں کہ بائیں جانب ہی رغبت کرتے ہیں علیمہ نے وہی خشک دودھ بچے کے دودھ میں ملا دیا۔ یہ قدرتِ خدا اس خشک دودھ پستان سے دودھ جاری ہو گیا۔ اور آپ نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ علیمہ خاتون اور دیگر اہل حقین یہ سچ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ بچے کو ہا برکت دیکھ کر علیمہ خاتون کے دل میں محبت کا بحر منڈا۔ چھاتی سے لگا لیا۔ اور اپنے نادر پر سوار ہو کر چل پڑیں۔ جناب عبدالمطلب دھرتی پر چلنے کے لئے سامنے گئے۔ اور دھاتیں سے کر رخصت کیا۔ اب علیمہ خاتون دل و جان سے بچے کی پرورش میں مشغول ہوئیں۔ خدا کی قدرت سے جتنے دوسرے بچے ایک ہفتے میں بڑھتے تھے۔ یہ ایک دن میں بڑھتے تھے۔ اور دوسرے جتنے ایک ماہ میں بڑھتے تھے۔ یہ ایک ہفتے میں بڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ دوسرے دو سال میں خوب چلتے پھرتے۔ اور علیمہ خاتون کے کام میں مصروف تھے۔ اور اس بچے کی برکت سے علیمہ خاتون کے گھر میں رزق

میں آئی۔ اور آنحضرت سترہ سببِ الاول بقولے بارہ عام الفیل ۶۱۰ء کو محمد کے روزِ شعب ابوطالب میں پیدا ہوئے۔ جب نور محمدی نے دنیا میں فیض باری کی۔ تو طبیعت سے قہر کسری کے چوہہ لنگرے گر پڑے۔ کیونکہ بچہ کے پشوا کا ٹھور تھا۔ حضرت عبداللہ والد ماجد آنجناب آپ کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ آپ نے اپنی والدہ کا دودھ صرف دو تین روز ہی پیا۔ پھر ان کے دوا حضرت عبدالمطلب نے تمام سردارانِ قریش کو جمع کر کے ان کی دعوت کی اور آپ کا نام محمد رکھا گیا۔ عرب میں زواج تھا۔ کہ کھاتے پیتے لوگ اپنے بچوں کو تندرست بنانے اور اچھی بول چال سکھانے کے لئے اس پاس کے گاؤں میں بھیج دیا کرتے تھے۔ کیونکہ گاؤں کی زبانِ خالص عربی اور شہری ملاوٹ سے پاک سمجھی جاتی تھی۔ اور عرب میں یہ رواج عام ہو گیا تھا کہ امیر گھرانوں سے دایہ بچوں کو دودھ پلانے کے لئے اُجرت لے کر لے کے لے جاتی تھیں۔ چنانچہ قبیلہ بنی سعد کی ایک عورت جس کا نام علیمہ خاتون تھا۔ اپنے کمزور دایہ پر سوار ہو کر مکہ میں پہنچیں۔ رکھا۔ کہ تمام بچے دایہ کے پیچھے ہو چکے ہیں۔ صرف حضرت محمدؐ قبیلہ بنی سعد کے لئے گئے تھے۔ لوگوں نے علیمہ خاتون کو حضرت عبدالمطلب کا گھر بتایا۔ علیمہ خاتون

کی اتنی ظرافت ہوئی کہ وہ سب سے امیر نظر کرنے لگی کبھی کبھی جناب حلیمہ
حضرت عبدالطلب کو نوٹنے کی زیارت کرا آئیں۔ یہاں تک کہ آپ جوان
ہو گئے آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تھی۔ کہ جناب امند آپ کی والدہ مبارک نے
لڈ کو پیاری ہو گئیں۔ آپ بالکل یتیم ہو گئے۔ چند حصہ میں آپ کے دادا
جناب عبدالطلب بھی راہِ نبی جنت ہوئے۔ تو ابوطالب نے آپ کی
پرورش اپنے ذمہ اٹھالی اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ غور و پرداخت کر لے
گئے۔ جب آپ سن بلوغ کو پہنچے۔ تو لوگوں کو بڑے کاموں سے روکنا
بنا فرمایا۔ کہ لیا اور تمہوں کی پرورش سے دیکھتے تھے اور دیکھ لیا اللہ
لہ کی صلہ ہر وقت دیتے تھے۔ لوگ اس بات سے بڑے تنگ آ جاتے
تھے۔ تو حضرت ابوطالب سے شکایت کرتے تھے اور پس پردہ عمرہ کے
سینا و قتل کرنے کے مشورے کرتے رہتے تھے۔ مگر آپ اپنے فرائض کو
دینی مستعدی سے بجالاتے رہتے تھے، امین اور دیانت دار ایسے تھے۔
لہ سب لوگ اپنی امانتیں حضرت کے پاس جمع کرا چھوڑتے تھے نہ ان کے
پتھار و دعوے کے بڑے پتے تھے۔ جو لوگ آپ کے جانی دشمن تھے
لہ امین اور صدیق کا انہوں نے خطاب دیا ہوا تھا۔ پھر آپ نے ہاجازت

اپنے تمام نامہ حضرت ابوطالب کے جناب خیر محمد کو قوم قریش میں بڑی مالدار
عنوت تھی اور اس کے چار و غلام تجارت کے کاروبار میں گھومے تھے
کام تجارت شروع کید تجارت میں بڑا منافع ہوا۔ جناب خیر محمد نے امتحان
لے کر سامنے مال کا منافع حضرت کو دے دیا۔ اس کے بعد اپنی شادی
جناب سرور کا منجات سے کر لی اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس
برس کی اور آپ کی عمر پچیس برس کی تھی۔ مگر جناب خیر محمد کو آپ کی بخت
تھی۔ کہ جب حدیث میں تھیں تو اپنا سارا مال و متاع راہِ عمل میں لے کر مکہ مکرمہ
کے دل میں حرکت پیدا کر لی چنانچہ جناب خیر محمد کے بلن مبارک سے
جناب ظہر و خیر نیک اختر پیدا ہوئے۔ جو کہ بعد میں ام المومنین اور
صدیقہ مہربان کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ لڑکی بڑی صاحبِ عظمت تھی۔
پھر مٹی عمر میں ہی اپنے باپ کے اوصاف کی جیسے تصویر بنی۔ جناب
رسالت آپ نے اشاعت اسلام میں جس قدر اذیتیں برداشت کیں ان کو
یاد کر کے رو گئے کھڑے ہوتے ہیں۔ جب آپ نماز پڑھتے مسجد میں
تشریف لے جاتے تھے تو آپ پر عورتوں کو طہن سے کوڑا کرکٹ پھینک دیا
کرتی تھیں۔ مگر وہ کھل کر آپ کے ہاتھ پر شکن نہ ڈالتے تھے۔ اخلاق و

سب سے پہلے رسول

موت کے مجرم ٹھہرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ جس راہ سے آپ
ہمیشہ نماز پڑھتے کو جاتے تھے۔ آپ پر ایک عورت کوڑا کرکٹ پھینک دیا
کرتی تھی ایک دفعہ وہ عورت بیمار ہو گئی اور آپ کوڑا کرکٹ کی زحمت
سے بچ گئے۔ لوگوں سے آپ نے پوچھا کہ وہ عورت کہاں گئی جو مجھ پر ہرزور
کوڑا پھینکا کرتی تھی۔ لوگوں نے جب اس کی بیماری کی خبر بتلائی تو
آپ اس کا گھر دریافت کر کے اس کی جبر گیری کو گئے تو وہ عورت
دیکھی کہ شاید محمدؐ سے بدلہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ مگر جب اس کو
پتہ چلا۔ کہ آپ جبر گیری کے لئے آئے ہیں تو اس کے دل میں ڈرایاں
پھانک اٹھا۔ وہ مسلمان ہو کر حضرت سے معافی کی خواستگار ہوئی
منجملہ اس کے آپ کے اخلاق حسنہ اس قدر ہیں کہ ان کا احاطہ
طاقت بشری سے باہر ہے۔ یہی تو وجہ تھی کہ خلاق عالم کو کتنا پڑا کہ
علیٰ خلقِ عظیم۔ یعنی محمدؐ کے اعلیٰ زمین پر پونچا ہوا ہے۔ اگر آپ کو
شک ہو تو انہی سے سابق سے مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے۔ پہلے حضرت
آدم کو بھی لے لیجئے چنانچہ حضرت آدم کی خلقت مین سے اور خلقت محمدؐ
نور سے۔ آدم کو سجدہ ملا ملک ایک بار۔ اور آنحضرتؐ پر سجدہ ملا کہ وہ مبین

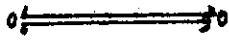
کی سلاۃ آور و قیامت، آدم مادہ کی ازل مخلوق، محمدؐ کی ازل مخلوق آدم پہلے
نبیؐ بنیاں اور حضرت پہلے نبی عالم تھیں۔ کائنات بقیہ آدم بین الملاء والین
آدم کی ترقی جنت تک اور ان کی ترقی تاب تھیں اور ان کی تکلیف حضرت نوحؐ
سے پہلی تھی کہ وہ دیکھ لیجئے۔ یہ نوحؐ کی تھی کا تھا اور سفیر محمدؐ کو رکھ لیا
سفیر نوحؐ من کہ بعد اعلیٰ ہوا یعنی وہ من مختلف عنہا غفر حق و دھوی۔
نوحؐ کا سفیر دنیا میں سب نجات ہوا وہ باقی کی سطح پر چل رہا بیان کی سطح پر چلا۔
نوحؐ کی بھاتو کے ہاتھ میں حضرت رساں ہوئی۔ اور آپ رحمۃ اللعالمین
قرار پائے۔ نوحؐ سے شریعت کی ابتدا تھی آپ پر شریعت کی ابتدا ہوئی نوحؐ کا
بیٹا ناول تھا۔ اور آپ کی اولاد ابلیس کھلائی اب حضرت ابراہیم سے بھی
ذرا مقابلہ کریں۔ ابراہیم خلیلؑ اور محمدؐ حبیبہ طالب اور یطوب، موافق
آیہ مبینہ ان الذی اسریٰ یعقوبؑ بالکینۃ من المذبح الحرام
خلیلؑ نے درمیان آتش کہا حبیبی اللہ اور حبیب کے لئے کہا گیا یا ایہا
الکبنی حبیبک اللہ، خلیلؑ نے ازاد و مرت کے لئے کہا و جعل لی لسان
صدق فی الاخرین۔ حبیب کے لئے کہا گیا و رکننا لک ذکرک
خلیلؑ نے کہ اوصنام خلیہ کیا۔ اور حبیب نے غامکہ میں تین عورت ساتھ بہت

ظاہر بہ ظاہر توڑے غیل نے طہارت باطنی کا سوال کیا اور صیب کے لئے فرمایا گیا۔ اِنَّمَا بُرِّدَ اللّٰهُ لِبَيْتٍ هَبَّ عَنْكُمْ الْاَلْبُ جِسْ اہلبیت ویکلکم تطہیرا۔ یعقوب کے ہارہ بیٹے۔ محمد کے بارہ بیٹے۔ اولاد یعقوب میں مریم ہارما۔ اور اولاد رسول میں فاطمہ ہارما حضرت موسیٰ کو خدا نے بارہ جیسے عطا کئے محمد کو بارہ جیسے علم کے دیئے۔ موسیٰ کے لئے عہد اور محمد کے لئے ذوالفقار۔ موسیٰ کے خلیفہ ان کے بھائی ہارون تھے اور محمد کے خلیفہ ان کے بھائی علی اَنْتَ خَیِّ بَعَثْتُ لَکَ هَارُونَ مِنْ مُوسٰی۔ موسیٰ نے عہد مار کر پتھر سے پانی جاری کیا۔ محمد نے انگلی کے اشارے سے خلق انور کیا۔ موسیٰ کی معراج فرش پر اور محمد کی معراج عرش پر۔ چنانچہ آپ کی شان میں ایک قصیدہ شاعر نے کہاہے۔

قصید

خوشا وہ ستر ستر ہو جسے سدا محمد کا ہے فوجی جسے دشمن کے جلوہ محمد کا
خدا بھائیے خود یا محمد رکرا نہ مجھے ہیں سوال ان کے نہیں سمجھا کوئی تیرے محمد کا
اگر چہ ازل سے ہو چھو توں نہیں سے ہی نکلتے ہیں اک غلام محمد کا ہیں اک بندہ محمد کا
نہیں مکن ہو جو تیرے خبر حضرت کے کا دل تک کہتے ہیں جہاں میں تیرن و نکا محمد کا

نقب کیہ نہ کرنا شاہِ مہر میں دو نور عالم میں کہ لکھتے ہیں تیرے علی ہے محمد کا
صفت اس سے زیادہ اور کیا ہو جس حضرت کی بنا کر کبریا خود ہو گیا، شیدا محمد کا
زمین آسمان پیدا نہ کرنا کبریا کچھ بھی نہ مانے میں نہ کر تا دم اگر پیدا محمد کا
خلفہ نبی قدرت ہاتھ میں یہی تھی حضرت کے زمیں کے آسمان تک جہے سب خطا محمد کا
فرشتہ بھی بغیر اذن داخل ہو نہ سکتا تھا خدا افضل سبحوہ ذی شرف کھر تھا محمد کا
بلایا تھا سب معراج شاہ کو اس لئے رب نے فرشتے دیکھ لیں تا پھر وہ زیبا محمد کا
دکھایا معجزہ حضرت نے جو حکم تھا طالب فرض ہر طرح کے شہت نہاد دعویٰ محمد کا
نہ آئے گی محشر میں مبارک ہو مبارک ہو
ہے سر پہ تاج تیرے فرق پر سایہ محمد کا



تھے۔ یہ دلالت کرتی ہے۔ کہ قدرت نے یہ مکان کسی خاص ہستیوں کے لئے بنایا تھا جس کے مالک حضرت ابراہیم و زیت انجناب قرار پائی۔ کیونکہ خداوند عالم عادل و منصف ہے وہ کسی کی محنت رائیگاں نہیں کرتا۔ چونکہ جناب ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کو تعمیر کر رہے تھے۔ لہذا انہیں کی ملکیت قرار دیا گیا۔ چنانچہ جناب امیر کا خانہ کعبہ میں پہلے ہونا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ اس کے اہل تھے۔ اسی وجہ سے اہلبیت کہلائے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

مطلب از انشاء کعبہ ہر میلاد تو بود

ورنہ شخصے لامکل راخانہ کے باشد و

حضرت جو مرتبہ جناب امیر کو خانہ کعبہ میں پیدا ہونے سے بلایہ فرزند کسی انبیاء کو ملا اور نہ ادھی کو چنانچہ کتب و تواریخ سے ثابت ہے۔ کہ جب جناب مریم کھدورہ حاضر ہوا۔ تو آپ خانہ کعبہ کی طرف گئیں تاکہ برکت خانہ کعبہ مجھ پر وضع عمل آسان ہو۔ جب وہاں پہنچیں تو ندائیں۔ کہ اے مریم! جگہ عبادت کی ہے۔ کہ ولادت کی۔ یہاں سے فوراً چلی جاؤ چنانچہ جناب مریم وہاں سے رمانہ ہوئیں اور حضرت عیسیٰ کی ایک درخت کے نیچے پیدا ہوئے

دوسری مجلس

خانہ کعبہ کی فضیلت امیر المومنین کا خانہ کعبہ میں پیدا ہونا

تَمَّامَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَکًا وَهُدًیً لِّلْعَالَمِیْنَ ؕ فَمِنْ حَبِطَ لَکُمْ رِجَالٌ مِّنْ لَّوْغُوْنَ کے واسطے بنایا گیا وہ مبارک اور تمام عالموں کے لئے باعث ہدایت ہے۔

حضرات۔ اس گھر کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر کہتے ہیں۔ اس کی شان کا کیا کہنا جس کی تعمیر حضرت ابراہیم جیسے برگزیدہ نبی کے ہاتھوں ہوئی۔ جناب اسماعیل اور حضرت جبرائیل امین اور میکائیل تھے۔ اور جناب ابراہیم تعمیر کرتے تھے اور یہ گھر اس شان کا تھا کہ تمام عبادت گزاروں کے لئے قیامت تک قبلہ قرار پایا۔ مگر حضرات اس میں سوچنے کی بات ہے۔ کہ خدا جسم و جسمانیات اور مکان مکانیات سے مبرا و منترہ اس کو مکان کی کیا ضرورت مکان تو ہم بندوں کے لئے درکار ہے۔ نہ کہ خدا کے کائنات کے لئے۔ وہ تو اپنی قدرت کا طے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ مگر مذکورہ بالا آیت جو پڑھی گئی

مگر سبحان اللہ فرما شانِ لہجے مولائی بھی دیکھئے اور دروازے کے موتی پنچھاور کر کے
 سُٹئے۔ کہ جب فاطمہ بنتِ اسد اس نہایت سے خاوندِ کعبہ میں آئیں۔ کہ میں
 اپنے بطن کو خاوندِ کعبہ کی دیواروں سے مس کروں۔ تاکہ دفعِ حمل آسان ہو۔
 پہلے دروازہ کی طرف گئیں۔ دروازہ مقفل تھا حیران ہوئیں۔ دروازے
 پر آئی کہ لے فاطمہ اگر تم تنہا ہو۔ تو داخلِ دروازے سے ہو جاؤ اور اگر تمہارے
 ہمراہ باپِ علم ہے تو پھر دروازے سے میں دروازہ کیسے سما سکتا ہے ابھی آپ
 سُن رہی تھیں کہ دیواروں سے صدا بلند ہوئی۔ اگر دیریں درمیں سما سکتا۔
 تو دیواروں میں تو دروازہ آسکتا ہے۔ جناب فاطمہ دیوار کے پاس پہنچیں۔
 دیوار مٹی کی تھی۔ اب تو تاب کی والدہ کو دیکھ کر دیوارِ حجاب سے معیشتِ دُربن گیا۔
 غیب سے صدا آئی۔ کہ لے فاطمہ عیساٰ مسلمانہ داخل ہو جاؤ یہ مولود اس
 گھر میں پیدا ہو گا۔ سبحان اللہ یہ نراسن کر فرما فاطمہ اندر داخل ہو گئیں دیوار
 کعبہ پر دستِ مل گئی یہیں تیر و جب کو جناب امیرِ خاندانِ کعبہ میں پیدا ہوئے
 (حضرات) اگر جناب فاطمہ بنتِ اسد دروازے سے نکلے ہوتیں تو لوگ
 خیال کرتے کہ فضیلتِ قابلِ کسے کے لئے دروازے کو کھول دیا ہو گا۔ مگر
 دیواروں میں دروازہ کا نجانا۔ یہ دلیل ہے کہ یہی مالکِ کعبہ تھے۔ اس میں

کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں رہتی ہے
 کہیں پیدا جبکہ ملے مُرتضیٰ ہوئے
 چلن تھیں غیبِ سادکہ کیا ہیں اچھے
 آنے رُسلِ پاک تو غورِ مستند ہو گئے
 کبھی کے روتے پہلے سے دو چند ہو گئے
 آنکھوں کا اٹھا خاکے جو بھی ہے ہر کی نظر
 مینے چھوٹے بل گئے باہم جو یک دگر
 پُر چار رُسلِ حق سے کہ یہ ماجرا تھا کیا
 آنکھیں نہ کھولنا تھا یہ فردِ نودہ تھا
 کھٹکے سے رُسلِ فلک مقام
 جہدِ داس کو چھو رہے پیشوا امام
 دامن میں یہ آپ ہی لہنی لکیر رہے !
 بچوں کو دیکھتا کیوں یہ میرا وزیر رہے
 پھر غلامِ نبوت اس نے رُسلِ پاک سے کہا کہ اس کو لودے لے جا بھی تک میرا
 قودہ نہیں پہلا دے ملوم کہ کیا لاد ہے۔ فرمایا ختمِ مرتبت لے کے آپ چلی اس کی تھا۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ - ۲۷ - پیدائش میرزا محمد حسین

میرے پاس ہے یہ لکڑی کے لٹے لٹے رمان دھن مٹی میں دی جی کو دھڑکتے لگا۔
 یہ عالم کہ چشمہ تاج محل کے سینہ سے بل کر رمان تنگ با اور دھن علی میں ہمارا
 تھا۔ دیکھتے نبوت امامت کو رمان مے رہی ہے۔ رمان مے کہ کبھی انسان
 پھر سکتا ہے خدا جانے یہ زبان وقتی بنائے کی تھی یا مادہ بنائے کی جس کا
 اظہار بعد میں ہوا۔ سبحان اللہ کیا شان جناب امیر ہے۔

گھر میں پیدا تم یا اللہ کے ہو گیا یا منیر
 انکے معارف و احوال سے پہلے و تکبر
 کہتے تھے جتنے کو دیکھو تو جوہ اللہ ہے
 انکھ دیکھ کر اٹھے کہ یہ تو عین اللہ ہے

نام کے کہنے پاب ہونے لگا یہ تذکرہ
ماں لگی کہنے کہ رکھو نام اسد کبریا
باپ کہتا تھا کہ جو نام ہے کیا خوب سا
بول اٹھے یہ مصلحتی کہ کہتا ہوں میں شرف
آئی یہ حق ہے بڑا کیوں کرتے ہو یہ قیل و قال
میرے ہونے نام کیوں کہے کوئی کس کی مجال
گھر مجھے پیدا ہو یا اور نام رکھو تم بھلا
خود ہی میں کوں لگا اسکا نام دیکھو تم بھلا
نام بہتر رکھو لگا میں اس مولود کا
شیر خنہ شیر خدا کا دامنی یہ بہ لقا

دوسری مجلس ۲۵ پیدائش امیر المومنین

میں ہنسنے لگیں۔ جو اہل بیہ دخل ہی چاہیے
ہام اسکا نام پر میرے علی ہی چاہیے
خانہ کعبہ کی خاص صفت خداوند عالم نے یہ بھی فرمائی ہے۔ ہمدی
للعالَمین یعنی وہ تمام مالوں کے لئے ہدایت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کعبہ علی
ایسے تھمر کا بنا ہوا ہے ایک مکان ہے۔ اور کسی مکان میں ہلانہ ہدایت کرنے
کی ہدایت نہیں ہر تھا کرتی۔ اگر حیثیت مکان خانہ کعبہ سادی بن سکتا۔ تو اس کے
اندہ ہت ہر گوئی دل دھو سکتے۔ یا جو شخص اس کے اندہ داخل ہو جائے۔ اہل
درجہ کا ایک انسان بن جاتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بیکے لگ کئی
کئی بار حج کرنے کے بعد بھی بڑی باتوں سے ہمیں اپنے حقیقت یہ ہے
کہ کبھی مکان کے فضائل صاحب مکان کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں جیسا
جس گھر کا مالک کہیں ہوتا ہے۔ ویسی ہی اس کو شہرت ہوتی ہے۔ اس
گھر کے اہلیت چکر کے سبب معصوم تھے اور قیامت تک ان کا رسلہ
دنیا میں باقی رہنے والا تھا اس لئے اس گھر کی صفت ہمدی للعالَمین
قرار پاتی ہیں کے معنی یہ ہیں کہ اس گھر کے مالک اور وارث وہ لوگ
ہیں کہ وہ تمام مالوں کو ہدایت کرنے والے ہیں۔ یہ کہ حضرت علی کا اقول یعنی

شرط ہے مٹا پلانا انگھوں سی گھنٹیں ہو نور حق ساقی بنے پُر نور میخانہ بنے
ہے قرآن پاک حق اور حق علی کیا تھے حق کا منشا کیوں نہ کیوں نہ کیا یاد ہے
شرل آتش گرم کیوں ہو جو نہ ہو خاک سے
بوتہ تری ہے وہی جو خاکسار نہ بنے
زیر قہ جائیں جو بیمار وہ پائیں شفاء حکم یہ تھا کہ ملا میں اک شفا خانہ بنے
اشک جو نکلے غم ٹہیر میں ایسا تو ہو فاطمہ زہرا کی وہ تسبیح کا مادہ بنے

سلام

الفتیج میں بل میرا اگر مرا غریبے خوں گوں میں نور کرب و شجہ کو شہینے
صاحب اجماع کے آنے کی سن ملی ہے خبر مشکوٰۃ کیوں نہاب ہوا کعبہ در بنے
عہد طفلی میں کہے جو کلام اور دُور و نیم بڑھ کے بڑھ دیکر نہ کرنا تو خبر بنے
تو ذکر کا احنام کہتا تھا نصیری کا خدا کیوں سے پہلے جو کعبہ بڑھ لگا گھر بنے
خل اُتی سے پوچھتے تان جو ہیں کی منولت
عرش کے ساکن اسی در کے گلا اکثر بنے

نال کعبہ کے اندر گرنا ہے۔ لہذا وہی اس کے مالک ہیں اور انکے بعد اگلی اولاد
نیں گیا راہ امام اس گھر کے مالک ہیں۔ انہیں سے ہر زمانے کے لوگ ہدایت
پاتے رہیں گے۔ اور قیامت تک پاتے رہیں گے یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے
بارگاہوں امام علیہ السلام کعبہ ہی سے خرمیج فرمائیں گے۔ اور اپنے ساتھیوں کو
کعبہ ہی میں اپنے پاس بلوائیں گے۔

قصیدہ

رنگ لیل حیات علی میں پاک باز بنے جب اس جب پہلے جنت کا پرانہ بنے
مصطفیٰ کے گھر میں بیٹی خاتمہ حق کا پسر ملی کے پھروں کو جو راکیوں نہا یاد بنے
اس میں ہے کس کا جوارہ گھر کے مالک کی خوشی
اپنا گھر کعبہ بنے چاہے زر چخانہ بنے
اس لئے کعبہ کیا تعمیر ابراہیم نے تاکہ انکے پوتے کا لالمن جمخانہ بنے
جب تک ملک ملک تھا کعبہ تیر لگا گھر بنا ہم تو رہے تھے کہ اب کعبہ صنم خانہ بنے
ایک ہی تصویر دیکھیں جس طرف جاتے نظر
مل کے چوڑے آئینوں کا آئینہ خانہ بنے

یتیمی مجلس

بیان فضائل مناقب خلب امیر و شہادت آنجناب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين وعاقبتهم الطيبين. انشؤة والسلا
وعلى سيدنا العولين والاخرين محمد آشرخا التبين وعلى امير المؤمنين
افضل الوصيين نفس خيرا المرسلين. استاذ روح الامين يعسوب
الدين. قائد القوم المجتبيين. ولي رب العالمين خليفة طه وسيد
نوح سيدنا النساء العالمين ابوالاعية الهداة المهديين ناصر الدين
رئيس الصابرين. قاتل المشركين. امام المؤمنين. مجاهد الكافرين
والناكثين. والقاسطين والمارقين. زينة العابدين والعارفين
والراحمين. والراحمين. والساجدين. عمدة المشاكسين
تاج الفاضلين. سابق المسلمين. اكبر المحسنين. تبيين الفاضلين
وسيلعنا وامين. والتائبين. افضل الصالحين والصالحين. ولي الله

حجة الله. استاذ الله. وجه الله. غائب كل غائب مطلوب كل طالب
امام المشارق والمغربين على ابن ابى طالب واوادم الطاهرين
صلوة الله وسلامه عليهم اجمعين

جناب رسالت مآب نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نظر کرنا طرف روئے علی کے
عبادت ہے۔ اگر نظر کرنا ممکن نہ ہو۔ تو ان کا ذکر کرو۔ اس لئے کہ ان کا ذکر بھی عبادت
ہے۔ زیدو عبالسکون بن کمال علی بن ابیطالب لوق ذکرہ ذکرہ ذکرہ
ذکرہ ذکرہ ذکرہ عبادۃ یعنی زینت دہائی مجلسوں کو ساتھ ذکر
علی ابن ابی طالب کے اس واسطے کہ ذکر ان کا، میرا ذکر ہے اور میرا ذکر
خدا کا ذکر ہے۔ اور خدا کا ذکر عبادت ہے۔ خدا کا ذکر علی عبادۃ پس
ثابت ہوا کہ علی کا ذکر عبادت ہے۔

خوشا ما خوشا دین دنیائے ما

کہ پھر علی است برائے ما

جمع الله لنا من شرفه وفضل ما بهن حق سونى احمد من كل بنى
تمام فضل و شرف ہوا اللہ نے ہر ایک نبی میں جمع کئے تھے سونى بنی بنی
میرے فضل کے وہ سب فائز بنی میر میں جمع کر دیئے گئے چنانچہ جناب

اور وہ ہر شہزادگان میں طہر و جہنم علیہا السلام کو کجا پایا۔ دیکھا کہ صاحبِ دولتِ کلام مطیع سے بجا لیا اور پلٹ کر عتاب اس کو کھلایا اور تمام فقہائے حاضرین نے اسی طرح پایا۔ وہ مردِ اعزالی کہہ کتا بھی ہانا تھا اور کچھ بڑی ذہیل میں جمع بھی کتا ہانا تھا چنانچہ اس کی اس حرکت کو حنین علیہا السلام دیکھ رہے تھے پس فرمایا انہوں نے۔ کہ اسے مردِ اعزالی بھی جمع میں قتل کرنے کی خواہش ہو۔ اسی وقت تم کو کھانا بل سکنا ہے۔ کھانا جمع کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ سن کر وہ مردِ اعزالی آنحضرت سے گویا رشک کہ کھانا جس اپنے واسطے جمع نہیں کرنا ہوں۔ بلکہ کسی غریب کو کھانے کے لئے ایسا کتا ہوں ہے مسجد میں گیا میں نے کچھ طاعتِ داؤد ایک شخص کو راج کچھ کھل چکی تھی محتاج ہے، بیکس ہے، غریب اگر ہے کھانے کے عوض آؤ جو کچھ مانگ رہا ہے اس مرتبہ کچھ کتابت میں ہر شک رکھتے ہیں گریبان قبائل کفن ہاک فرش اس کے تشریف فرما میں بکھرنا ایک کوئی محتاج نہ ہوگا تا ظلم فائے سے وہ بیٹھا ہوا ہے گھوٹیں ٹھکانے ہو چکے تو بے آدن یہ کھانا اُسے جا کے

وصل خود نے فرمایا۔ مَنْ أَدْوَأَنْ يَنْظُرَ إِلَى آدَمَ فِي عِلْمِهِ وَالْيَ نُوْحَ فِي تَقْوَاهُ - وَالْيَ اِبْرَاهِيْمَ فِي حِلْمِهِ وَالْيَ مُوسَى فِي هَيْبَتِهِ وَالْيَ عِيسَى فِي عِبَادَتِهِ - فَلْيَنْظُرْ إِلَى وَجْهِ عَلِيٍّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ ہ یعنی جو شخص یہ پہچانتا ہے کہ آدم کو علم میں۔ نوح کو ان کے تقویٰ میں۔ ابراہیم کو ان کے حلم میں۔ موسیٰ کو ان کی ہیبت میں اور عیسیٰ کو ان کی عبادت میں دیکھے۔ پس اس کو چاہیے کہ علیؑ کے چہرے کی طرف نظر کرے ہ حضرت۔ اس بیک کوئی آپ کا مثل منظر تھا۔ راہِ نبی تار کا دنیا اور پھر بادشاہ و ارباب اور گرد ہکا تو یہ حال تھا کہ غذا آپ کی نان جوں تھی۔ جو کہ راز سے وہاں کوڑی جاتی تھی۔ اور وہاں اس قدر پیوند لگے ہوئے تھے کہ کھانے والے شرم کرتے تھے۔ ایک روز آپ مسجد میں نماز پڑھ کر بیٹھے تھے۔ کہ ایک مردِ اعزالی مسجد میں وارد ہوا ہے مریکے پیٹھے کو ادا کر چکے جب شاہ سب اٹھ گئے نہار باوہ جندہ اللہ تھا آریچہ روزہ کشائی کو جو عمرہ لی ایک کینہ رست اپنے اظہار کیا آہ ایک شبت اُسے بھی دیا وہ کھٹ کر کم سے لے کر اُسے رخصت ہوا وہ شلو اُتم سے

شہادتِ ہیرا جبریں

ہانی سے میرے سامنے موزہ کیا اظہار ہر گونٹ پہ کتا تھا کہ کھلے میرے کھانا انہاں میں شکے ہوئے کٹے ہوئے دھار کی لٹکے میز پر بھی سٹائے کئی بار میں نے کہا مجھے تو یہ کھانے نہیں جاتے سخت ایسے ہیں کٹے کر جانے نہیں جاتے یہ سننا تھا کہ حنین علیہا السلام کی آنکھوں میں آنسو پھرتے جنابِ حسن حسینؑ کو دیکھتے تھے۔ اور حسینؑ حسنؑ کا منہ دیکھتے تھے پس دونوں شہزادے افکابہ ہکر فرمانے لگے ہ جو نہیں ہیں آندہ اللہ وہی ہیں ہم سب میں اُسی کے گدا شاہی ہیں پس یہ سن کر وہ مردِ اعزالی آپ کے اٹھا اور پیر گاری پر بہت ردیا سبحان اللہ کیا نفرت لذتِ دنیوی سے تھی۔ اور پھر بھی حاکم دنیا دین تھے اور ہاؤر دایسی تکالیف جہانی کے۔ قوت اور سہادی میں ایسے بے نظیر کہ قہر عمر بن عبدود و مرتبہ انزو واحد و بدر و خنین و خندق و غیرہ بخلت کے زمانہ ہے تشریح کی حاجت نہیں۔ سخاوت دایسی کہ سوالی کو دروازے سے کبھی خالی نہ پھرایا۔ خود فاقہ سے ہوں تب بھی دیا مزدوری کر کے بھی دیا۔ غرض جس طرح بنا دیا۔ رات کی تاریکی میں پچاؤں عورتوں۔ اوتیم بچوں کو اپنے دوش

شہادتِ ہیرا جبریں

پر روٹیاں رکھ کر کھاتے پھرتے تھے اور کھانا تقسیم کرنے کے وقت چہرہ مبارک چھلے ہوئے تھے اور زیادہ تر آپ روزے سے ہوتے تھے اور روزہ کے اظہار کے وقت بالکل آپ کی غذا معمولی ہوتی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ اتم کلوشم آپ کی صاحبزادی نائل ہیں۔ کہ میں نے ایک دن روزہ کا اظہار کے وقت باہجان کے سامنے ایک نان جوں تک اور ایک پیالہ دودھ کا رکھ دیا یہ دیکھ کر آپ نے اڑاؤ فرمایا کہ اتم کلوشم کیا کوئی بیٹی اپنے باپ کے ساتھ ایسا ظلم کرتی ہے جیسا تو نے کیا اس دودھ کو لور اٹھا لیا کیا باپ تمہارا ایک وقت میں تو قسم کے کھانے کھا کر حساب میں مبتلا ہو۔ یہ دودھ رکھی مسکین اور یتیم کو دے دو سبحان اللہ۔ جو شخص اپنے نفس پر غریبوں مسکینوں یتیموں کو مقدم جانتا ہو۔ کیا ظلم ہے کہ وہی خدا و رسول کا پیرا لائے یسیرین و یتیم کو بعد الرحمن جیسے ملعون کے ہاتھ سے زخمی ہو کر اس دنیا سے گزر جائے اتم کلوشم فرماتی ہیں۔ کہ اُس رات میرے باا ساری رات نہیں سوئے کبھی بے قرار ہو کر صحنِ غاندہ سار مکان کے تشریف لاتے تھے اور کبھی اندر سے باہر جاتے تھے۔ میں نے یہ حالت دیکھ کر کہہ کہ لے باہجان آج آپ کی بے تزاری کی کیا وجہ ہے فرمایا آپ نے کہ لے بیٹی جس شخص نے ایسے طویل القدر

آقا آپ کو جانوروں کے آب و اند کا کس قدر خیال تھا۔ مگر کئے کرکام میں آپ کی اولاد کو بے آب و اند رکھ کر طاعین نے کیسی ہمدردی سے فحش کیا۔ الغرض آپ نے ٹکاکم میں مضبوط ہاندھا جب واز سے سے کڑھنے لگے تو وہ اپنا قبا در واز سے سے اٹھ گیا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ سب فال میری شہادت کی ہیں پس آپ مسجد میں تشریف لائے۔ حضرات کیا شان ہے۔ اس مرد خدا کی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کعبہ میں ولادت اور مسجد میں شہادت
جو گھر ہے خدا کا وہ علی کا گھر ہے!

علیؑ ایسے مرد میدان جس کی عمر میدان جنگ میں گوری شب بھرت سے لے کر جنگ نہروان تک تئیں لڑائیاں چھوٹی بڑی آپ کو پیش آئیں۔ مگر کسی لڑائی میں مغلوب ہو کر درجہ شہادت سے فائدہ نہیں ہوئے۔ اور درجہ شہادت وہ درجہ رفیع تھا کہ اگر اس سے محروم رہ جاتے تو آپ کی فہرست فضل و کمال میں کمی رہ جاتی خدا نے آپ کی شہادت کا درجہ بھی ممتاز رکھا اور اپنے گھر میں اس درجہ پر فائز کیا جس طرح عرب میں آپ کی شجاعت کی دھاک بیٹھی تھی۔ اسی طرح عبادت میں مشورع قلب کی بھی شہرت تھی۔ لوگ سن چکے تھے

شہنشاہ کے ربار میں جانا ہو۔ اسے کیسے خینڈے۔ اسے بیٹی اب تمہارا باپ عنقریب تم سے رخصت ہونے والا ہے۔ یکلمہ جو نہیں سنا تمام بی بییاں اور بچے بیدار ہو گئے۔ پوچھا جناب زینبؑ نے۔ کہ لے باہا جان آپ کو اپنی موت کا کیسے یقین ہوا۔ فرمایا آپ نے۔ کہ میں نے بھی خواب میں اس پہاڑ کو دیکھا جو کہ مکہ کے قریب ہے۔ اس میں سے جبرائیلؑ مین نے دو پتھر اٹھائے اور کعبہ کے بام پر ان کو توڑا۔ پس اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور مگر اور میرے گھر گھر میں ان پتھروں کے ٹکڑے پھر گئے۔ یہ سن کر جناب سینینؑ اور جناب زینبؑ نے فرمایا کہ باہا جان۔ اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔ فرمایا کہ اب کچھ کچھ آنے ہمارے معتدین تہی کے ہیں سامان تمہارے کل شیعہ بھی سرکھولیں گے اور اہل حرم بھی زہرا کی نیرا، آئی کفن چھائیں گے ہم بھی جناب زینبؑ فرماتی ہیں کہ چار گھڑی رات ہے سوچ بات میں لے کر باہا جان نے مسجد میں جانے کا قصد کیا۔ کیا دیکھا ہم نے کہ مرغابیاں جو کبھی ہوتی تھیں اپنی زبان بے زبانی میں شور مچا رہی ہیں۔ فرمایا آپ نے کہ یہ مجھ سے رخصت ہو رہی ہیں۔ اے زینبؑ کلثوم ان کے آب و اند کا ہر طرح سے خیال رکھنا۔

شہادت امیر مومنین

شہادت امیر مومنین

کاشم پچھلے پہر سے بابا کی حالت کچھ کہے قرار تھیں۔ یہ وارن کر اب تاب کہاں رہا ہوں سے کہا بیٹا کیسی آواز ہے جس نے دل کو بے تاب کر دیا ہے۔ ذرا خبر پوچھیے۔ بابا جان آج مندا اندھیرے گھر سے تشریف لے گئے ہیں سینینؑ دوڑتے ہوئے مسجد میں پونچھے۔ دیکھا نمازیوں کی صف منتشر ہے۔ لوگ وہہ ہیں۔ سر ہٹا رہے ہیں اور خدا کا عبادت گزارا امام خالی مسجد اٹھا۔ اٹھا کر زخم پر ڈالتا ہے۔ یہ قیامت خیز منظر دیکھ کر فرزندِ رسول اپنا سر پیٹنے لگے۔ روتے ہوئے حضرت کے قریب پونچھے پوچھا۔ بابا۔ بابا یہ کیا غضب ہوا۔ کس نے یہ جہنم ڈھایا۔ حضرت نے سر اٹھا کر امام حسنؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ بیٹا پہلے نماز تمام کرو جب نماز تمام کیجے حضرت کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ زخم کو فوس سے دیکھا۔ خون پونچھا پھر پوچھا یہ ضرورت کس نے لگائی۔ حضرت نے باب کندہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ اس طرف سے تمہارا دشمن گرفتار ہو کر عنقریب آئے گا۔ تمہارے عرصہ میں یہ خبر کوڑ میں مشہور ہو گئی منادی کی صدا جس کے کان میں پونچی وہ ڈرتا ہوا مسجد میں پونچا۔ تمہارے عرصہ میں تمام مسجد رخصت ہو گئی۔ وہاں تک کہ عورتیں بے تابا نہ بے موقع وہاں مسجد میں پہنچ گئیں۔ اور فریاد

کہ حالت نماز میں۔ پاؤں سے تیز نکل لیا گیا۔ اور حضرت کو خبر بھی نہ ہوئی۔ ابنِ ابی عمیر نے بس یہی موقع غنیمت سمجھا اور قیاس کر لیا۔ کہ اگر یہ شہید ہو گئے تو حالت نماز میں ہو سکتے ہیں۔ ورنہ دنیا میں کوئی قوت علیؑ پر غالب نہیں آسکتی غضب کا لہو ان کے موقع نکلا۔ جب آپ خان سے کھڑے اذان کے آخر کر نماز خدا میں مشغول ہوئے۔ اور سجدہ مہوڑ میں جب گر پڑے تو اس لہو نے زہر میں سمجھی ہوئی تلوار لے کر آپ کے سرواقدس پر اس جگہ جہاں عمر بن عبدود کا وارنگا تھا اس زور سے ماری کہ آپ اس مار کے صدمے سے مصلے پر ٹوٹے گئے افسوس ہوا افسوس کہ ایک ہی داریں کام تمام کر دیا ارکان ہدایت منہدم ہو گئے جنین بے پدر اور شیعہ بے امام نماز تمام بھی نہ ہونے ہائی تھی سجدہ میں سر تھا۔ کہ تلوار چل گئی۔ ریش مبارک خون میں ڈوب گئی مصلیٰ اموسے تر ہو گیا۔ پھر حضرت سنبھل نہ سکے۔ اور زمین پر جھک گئے۔ بار بار چہرے سے خون پونچھتے تھے۔ اور فرماتے تھے بسم اللہ وباللہ فزت سب الکلعبۃ زمین مسجد کو زلزلہ ہوا اور آپس میں فرماتے گئے۔ جبرائیلؑ نے ندا کی قسم ہے خدا کی ارکان ہدایت منہدم ہو گئے جن جس کے کان میں یہ آواز پونچھی۔ بیتا باندہ مسجد کی طرف دوڑا جناب زینبؑ و

jabir.abbas@yahoo.com

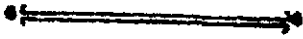
قسم کی تہیہ تھی۔ کہ قیدیوں کے ساتھ مراسلوک نہ کرنا میں نے اپنے قیدی کی کوئی تکلیف گوارا نہیں کی۔ تم میری اولاد کو اسیر کر کے ذرا اس طرز عمل کا خیال رکھنا۔ مائے کیا اسیرانِ اہلبیت کے ساتھ چاہتا ہو کیا گیدہ حکموں کے امیرینِ اہلبیت کی ہمدی بھر دیا کئے اور کہتے تھے۔ اشام، اشام، اشام! غرض کچھ دیر کے بعد حضرت کو ایک گھیم میں لٹا کر دولتِ سرا کی طرف لے چلے حضرت کی اولاد اور اصحاب سب جمع تھے رشتہ جیتے دست بہ دست اپنے امامِ مجروح کو دروازے تک پہنچایا۔ اصحابِ حضرت کو دیشے گئے جب گھوڑوں امیر المومنین پر پہنچے شہزادوں نے گھیر لیا۔ زخمِ سر و کھ کر بیٹیوں نے سر پٹ لیا۔ باپ کی زندگی سے نا اُمیدی ہوئی۔ بیٹیاں بیمار داری میں مصروف ہوئیں۔ حکیم بن اثیر حلاج ملا گیا۔ مگر اس نے جب زخم دیکھا۔ سر سے اپنا عمامہ نکال دیا اور مایوس ہو کر کہا۔ قسم بخدا امیر المومنین قتل ہو گئے۔ زنیب و کلثوم نے حدائے گریہ بلند کی حضرت نے پھر سب کو صبر کی ہدایت کی۔ اب ساعت بہ ساعت حالتِ متغیر ہوتی جاتی ہے۔ بیٹوں رمضان کو دیر کا اثر ہو کر ایک بدیع کیا جسمِ مہار کے ہر کھانڈے شریخ ہو گیا بیٹیوں کی حالت ہے کہ غذا ہا کل ترک ہو گئی۔ نہ افطار کا خیال ہے نہ چوکا صاحبِ بیت الامتحان تحریر فرماتے

حنین و زنیب و کلثوم یتیم ہو گئیں۔ شیعہ بے امام ہو گئے۔ اور اسی عالمِ مہربانی میں۔
زنیب نے مرنے کی طرف یا اس سے دیکھا اور بیٹ کے سر پہ لگی ڈنچہ زہرا
بن باپ کے بیٹی ہوئی فرما رہے تانا لوان کے قہیوں کی خبر سید والا
صدر رہے قہیوں کے دل چاک کے اُپر
بیہوش نواسے ہیں پرشے خاک کے اُپر
راوی نے کھا کر صلا آئی اُس دم زنیب کئی کدو لیں ہیں موجود یہاں ہم
کیا بھکاو نہیں ہے جگر کا کچھ غم! واللہ کہ غش بھک چلے آئے ہیں سیم
مرگ اسد اللہ سے مشغول بکا ہوں
میں لاشہ سے لپٹا ہوا سر بیٹ کا ہوں

کر نہ لگیں۔ مگر (حضرات) کسی روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ جناب زنیب و کلثوم بے تاب ہو کر گھر سے مسجد تک گئی ہوں مصیبتِ عظیم تھی۔ امیر المومنین کا معاملہ تھا۔ باپ زخمی ہوا۔ آپا عیصیت لے شہزادوں کو گھر سے باہر نکلنے نہ دیا۔ مصیبت کر بلا کے لٹا ٹھہری تھی۔ کہ ایک منادی کی صدا سن کر عالم و تر بالا ہو گیا۔ شہزادیاں غیموں سے باہر نکل پڑیں۔ جناب زنیب مقتل کو اس شان سے روانہ ہوئیں۔ کہ گوشہ مہار عالمِ مغرب میں زمین پر ٹھکتا جاتا تھا۔ اور زبان پر فریاد تھی مائے میری ماں جائے۔ میری ماں کے لٹاؤ لے بہر حال تھوڑے عرصہ میں حذیفہ ثانی ابنِ عجم کو گرفتار کر کے اس طرف سے لائے۔ چارھو کا حضرت نے اشارہ کیا تھا خلعت لے اُس خبیث کی طرف ہجوم کیا۔ کوئی مٹھہر ٹھوکتا تھا۔ اور کوئی ملامت کرتا تھا۔ وہ عین رشی میں جکڑا ہوا۔ سرخ کئے خاموش تھا جب حضرت کے سامنے لائے۔ آنکھیں کھول کر حضرت نے دیکھا۔ سب کو منع کیا۔ اور حکم کیا کہ مشکیں کھول دو۔ پھر نہایت درمی سے حضرت نے قاتل سے کلام کیا۔ اپنی شفقتیں اور احسانات یاد دلائے۔ پس پردہ شقی نام ہوا پھر عدلِ خدا نے اس کو بکلا کر سپرد کیا۔ اور فرمایا اس کو لے جا کر رکھو۔ مگر کسی طرح کی رحمت اس کو نہ دینا۔ یہ بھی اہل کفر کو ایک

ہیں۔ کہ تین شبانہ روز میں ورنہ ایک سیران و مرقمہ خاندہ امیر المومنین میں ضرر ہوتا۔ گویا ایک ایک گھبرہ ہوا کہ نے اُس زمانہ میں بسر کی۔ حضرت کی یہ حالت ہے کہ جب غش سے آفاقہ ہوتا ہے کبھی امامِ حق کو بکلا کر ان گھیم کی سفارش کرتے ہیں۔ بیٹا اس کو ایک ہی ضرب لگا تا کہ یہ قہیوں اور بیٹوں کی سفارش ہوتی ہے۔ و شان کی خبر لینے رہنا کبھی اولاد کی بابت و مبتین ہوتی رہتی ہیں کبھی حین کو بکلا کر سینے سے لٹا لیتے ہیں۔ آنے والے واقعات قلعیم کئے جاتے ہیں۔ مصائب پر صبر کی ہدایت ہوتی ہے۔ جوشِ گریہ سے جب حنین بے تاب ہو کر روتے ہیں تو اپنے ہاتھ سے آنسو پونچھ کر حسین کو تسکین دی جاتی ہے کبھی اپنے نچے ہونے کو بکلا کر سینہ پر دھاتے ہیں کبھی گلا ہوئے ہیں۔ کبھی ہاتھ کبھی زبان چسما کر صبر کی قوت پر بجاتے ہیں۔ اور غور بھی کچھ یاد کر کے رونے لگتے ہیں۔ گویا دیکھ رہے ہیں۔ کہ اس گھیم میں حق ہو گا۔ اور ان ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔ بہر حال اسی عالمِ حقِ خیرت نے یہ تین روز بسر کئے۔ اکیسویں رمضان کی مصیبتِ ناک رات تھی اور حالتِ متغیر ہوئی سب کے سامنے کلمہ شہادتین پڑھا۔ منہ قلم کی طرف کر کے پاؤں پھیلا دیئے اُم کلثوم نے دیکھا کہ مروح جانبِ جنت پرواز کر گئی۔

اُسے ہیں ابھی کہ کے دفن شیخ کا کو انھوں میں ازید علیہ السلام کو سہارا
 ہاٹے ہیں گریبان بکا کتے ہیں اُسے دنیا میں رہا کوئی نہ تیرا د ہمارا
 ماں پہلے دعا کے گئیں جب گڑے تھے ناتا
 اکے م تھا پذیر کا خود وہ دنیا سے مدد دارا
 انھیں اب دیکھنے کرنے سے جگہ ہیں ناموس بڑا جاتا ہے واللہ خدا را
 مانہ پر ہو گئے تیرے ہم بھی خبر گھرا رکھوں میں تلی د کو سوٹ خدا را
 ذاکر پہ بھی ہو نظر کم میرے شہزاد
 زیارت مجھے دربار کی ہو جائے خدا را



شہزادوں نے کہا کہ کو نے نام بھی اُس جناب کو ریاقت کیا تھا اُسے کہا
 کہ جب نام پوچھتا تھا تو وہ کہتا تھا کہ میرے نام سے تجھے کیا کام ہے تیرے تیری
 پرستاری اور عانت فقط واسطے تو شلودی خدا کرتا ہوں اور عوف میں اس کے
 شکر اور جزا نہیں چاہتا ہوں۔ پھر دونوں شہزادوں نے فرمایا کہ اے شخص۔ تو
 اُن کی موت بچا نہ ہے۔ اُس نے کہا کہ میں انھوں سے نابینا ہوں۔ مجھے کچھ
 دکھائی نہیں دیتا۔ پھر شہزادوں نے کہا کہ شیخ اگر کچھ کلام اُن کا اور مضامین
 حمیدہ سے اُن کے تجھے کچھ معلوم ہوں تو بیان کر۔ اُس نے بیان کیا کہ ہر
 وقت تسبیح و تہلیل زبان اقدس پر جاری تھی۔ اور میرے پاس بیٹھتے تھے۔
 تو فرماتے تھے کہ سکین سکین کے پاس بیٹھا ہے، اور غریب غریب کا
 ہم نشین ہے۔ اور ماسولے اُن کے۔ اس شخص کی تقریر۔ تمہاری تقریر سے
 بہت مشابہ تھی۔ اللہ اللہ، جس وقت یہ کلام در دیش و گبر حے سین نے مٹی
 تو دونوں شہزادے دھاڑیں مار کر رونے لگے اور کہتے تھے۔

نوحہ

فریاد خدا را، فریاد خدا را اے شخص وہ آقا تیرا بہت کو سہارا
 ہم دونوں پسروں ہی مقتول جھاکے خجور سے مجھ کے پسر نے ہائے مارا

چوتھی مجلس

محبت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ وفات آنجناب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فاطمہ حبیبۃ موتی
 فرمایا جناب رسالت مآب نے کہ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹھنڈے ٹکڑا ہے۔
 بحسان اللہ، کیسا مرتبہ ہے جناب فاطمہ کا حضور انور کے ساتھ جو محبت رکھنے والے
 کیسی ہی محبت رکھتے ہوں۔ کیسا ہی نو ویک کا رشتہ ہو مگر میری کچھ کچھ غیرت
 ضرور ہوتی ہے۔ مگر نسبت جز کو کل سے ہوگی وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتی
 کیونکہ جو خواتینیں کل میں ہوگی وہی مجھ میں ہوگی۔ اگر کوئی تکلیف ہمارے
 جسم کے پھیلے سے اعضا میں ہوگی۔ تو وہی تکلیف سارے جسم میں ہوگی۔
 اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے۔ جس نے
 اس کو تکلیف دی اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی میں نے فاطمہ کو خوش کھلا
 اُس نے مجھے خوش رکھا ہے

کیا پیش خدا صاحب تو قیر ہے نہ سزا خاتون جہاں مالک طہیر ہے نہ سزا

اُمّ الحسن مادرِ شہید ہے نہ سزا سرتابہ قدم نور کی تصویر ہے نہ سزا

شوہر کو جو پوچھو تو شہنشاہ عرب ہے

بیٹی ہے نبی کی یہ حسب اور نسب ہے

ماں باپ چاہے نہیں فرزند کی تکریم اس میں سبقت پسرا کو ہے تقدیم

یکتا ہے کہ جب اتنی تعین ہوا ہے تسلیم خود اٹھ کے رسولِ عربی کہنے سے تعلیم

وہ منح سے طاہر ہے، تو پاکیزہ ہے جاں سے

کر شہ سے دشمن کرے تو نے نام زباں سے

بیٹے ہیں دو کو شفیق دو جہاں ہیں شوہر ہیں کو خلقت کو خدائی کے گاہ ہیں

فرزند بھی اور خود بھی سزا زبناں ہیں اس طرح کے مجھے کسی بی بی کے کہاں ہیں

ثانی کوئی نہ سزا کا نہ ہو گا نہ ہو اپنے

ہاں حضرت زینب کو جو کیئے تو جہاں ہے

نہ سزا آپ کا نام اس واسطے تھا کہ جب آپ واسطے مانگے کھڑی ہوئی

تھیں تو چوہو مبارک سے ایک ایسا نور چمکتا تھا کہ کسی وہ دور سفید ہوتا تھا۔

اور کسی نماز میں سرخ ہوتا تھا اور کسی نزد ہوتا تھا اور فاطمہ اس واسطے

آپ کو کہتے ہیں کہ یہ مصداق ہے محبتوں کو آتشِ نیر سے نجات دلانے والی

jabir.abbas@yahoo.com

پڑ گئی ہیں۔ بیٹے اپنا سر سینہ ہیٹ لیا۔ کہ اتنے میں خنیں بھی باہر سے آئے ہیں۔
 خاموش ہو گئی۔ تاکہ شہزادوں کو یہ علم نہ ہو کہ ہماری ماورِ گرامی دُنیا سے چل بسیں۔
 کھانا شہزادوں کے آگے رکھا اور کہا۔ کہ کھانا کھا لو۔ مگر حسین نے کہا۔ کہ
 اسے اسامہ مقتولہ کی ماورِ گرامی کے ہاتھ سے کھانا کھائیں گے ہماری اماں جان
 کو آواز دو۔ یہ سننا تھا۔ کہ میری پیچھے نکل گئی۔ کہا کہ اسے شہزادہ ہمارے
 اماں جان اس دُنیا سے چل بسیں پس یہ سن کر شہزادے دَوڑے دَوڑے
 بھڑھیں آئے۔ دیکھا کہ جناب سیدہ قیامت کی نیند سو رہی ہیں۔ بچے دھاڑیں
 مار مار کر رونے لگے رونے رونے مہمیں آئے۔ جناب بیٹھے پوچھا۔ کہ اے نور
 ہشوں غیر تو ہے جو اس بے قراری سے دُور ہے ہو۔ کہا کہ ہماری والدہ گرامی
 میں چھوڑ کر ہمارے نانا جان کے پاس چلی گئیں۔ یہ خبر وحشت اثر من کر
 آپ گھوم گئے۔ آپ انھیں اشکبار تھیں۔ قدم لڑکھڑانے لگے۔ سیدھے
 بھڑھیں ہوئے۔ دیکھا کہ جناب سیدہ دُنیا سے کوچ کر گئیں ہیں۔ بچوں نے
 دُور دُور اپنی جان ہلاک کی حسین آواز دیتے تھے کہ لے آؤں جان مجھے
 صاف سے لپٹا لو۔ حضرت عیسیٰ نے گوارے میں اپنی ماں حضرت مریم کی
 محبت کی گواہی دی تھی۔ آپ فخر مریم ہیں۔ ہم آپ کے فرزند ہیں ہمیں سینہ
 سے لپٹا لو۔ یہ سننا تھا۔ خُدا کی قسم لاش حرکت میں آ گئی۔ دُور باز دُور
 واسطہ ہوئے۔ شہزادہ ماں سے ہلٹ گیا۔ دیکھنے والوں کے دل پھٹ گئے۔

میری یہ وصیت ہے۔ کہ مجھ سے آپ کی خدمت میں اگر کوئی کوتاہی سرور ہوئی ہو۔ تو معاف فرمائیں۔ دوسرے میرے بعد یہ میرے بچے بنائے گئے ہو جائیں گے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ میں نے کیسے دکھ اٹھا اٹھا کر ان کو بہلایا ہے۔ چلتی ہیں پس کران کی ناز برداری کی ہے۔ آج یہ ابھی ماں سے جدا ہو رہے ہیں۔ ابھی ان کی عمریں ہی کہا ہیں۔ ان کی فطریں سبھی۔ ان کا رد ٹھننا برحق میرے بچوں کو رات کے وقت اپنے ساتھ ملایا کرنا۔ اور ہر طرح سے دلداری کرنا۔ میری روح قبر میں شاد ہوگی۔ تیسرے میرا جنازہ رات کی تاریکی میں اٹھانا۔ آپ ہی مجھے غسل دینا اور آپ ہی کفن پینا۔ میرے جنازہ پر دشمنوں کو ہمراہ نہ لے جانا۔ جناب امیر مومنؑ کو آؤ۔ یہ سن کر آؤ۔ یہاں تھے۔ پس عین مومنوں مسجد میں تشریف لائے۔ اور ہر جناب میتہ نے بچوں کو کہا۔ کہ اے دلدار جاؤ اپنے نانا کی مزارِ رفیقین کی زیارت کر آؤ۔ یہ سن کر بچے نانا کی قبر پر چلے گئے جناب میتہ نے اٹھ کر وضو کیا اپنے حجرہ میں نماز گزار لی۔ اور عبادت میں مصروف ہو گئیں۔ اور اسماء بنتہ عیسیٰ سے کہا اے اسماء حجۃ کا دروازہ بند کر دے۔ جب دیکھا کہ میری آواز اب بند ہو گئی ہے۔ تو ٹھنکا۔ کہ میں اپنے پدوالی مقدار سے طعق ہو گئی ہوں۔ اسماء ناقل ہیں۔ کہ میں نے حجرہ کا دروازہ بند کر دیا۔ جناب میتہ عبادت میں مصروف تھیں۔ کہ ناگاہ آواز آئی بند ہو گئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ تو دیکھا کہ آپ نے نیلے چلت

জায়েদুল ইসলাম

مشغول ہوئے۔ قریباً دو ہفتے شہزادے قبر گھر سے لپٹ گئے۔ اور ایسے ایسے بین و بھراش کرتے تھے۔ کہ مٹینے والوں کے دل ہاش ہاش ہوتے جاتے تھے۔ اور اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہتے تھے :-

10

دیکھے حسین جون۔ اماں اٹھو گور سے ہم ہیں تمہارے نگہ بند۔ اماں اٹھو گور سے
 کیا ہوا ہم سے گنہ چل پڑیں ہم مٹھاپا ہم ہیں بہت پُر مخ۔ اماں اٹھو گور سے
 ہم کو بہلائے گا کون۔ ساتھ ملائے گا کون
 یوں بہت ہم خستہ تن۔ اماں اٹھو گور سے
 روٹیں گے ہرگز نہ ہم بچے اماں قسم پھاڑ کر اپنا کفن۔ اماں اٹھو گور سے
 جھکیاں لے گئے گھوم رہی ہے وہ نوکر غرہ زینب ہیں۔ اماں اٹھو گور سے
 لے غلام حیدری۔ تھی قبر یہ دوحہ گری
 فقہر تھا کیا پُر مخ۔ اماں اٹھو گور سے

سلام

کر بلا میں گھٹن احمد ہر ادھر گیا
فاطمہ کے لالہ کو دشمن زمانہ ہو گیا
شہ فراتے تھے مرنے میں قوت ہوئی
بکسی میں بخشش امت بہانہ ہو گیا

پرتوی میں ۵۴ وفات سیدہ

آسمان پر ایک تھک چکا کبوتر لایا جس کی صدا آئی کہ اے ابو تراب تجوں کو مانع
علحدہ کر دو۔ آسمان پر فرشتوں میں شور مچ رہا ہے فوراً جناب علیؑ نے
حسینؑ کو چھاتی سے علحدہ کیا۔ اور آپ غسل دینے میں مصروف ہوئے مجروح کا
دروازہ بند کر لیا۔ جب آپ غسل دینے گئے تو ایک ہلکی سی آپ کی تحفہ
برآمد ہوئی۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ جس پہلو پر دروازہ گرایا گیا تھا
وہ نلیج جسم پر بدستور قائم تھا۔ غرضیکہ آپ نے غسل دے کر کفن سے آراستہ
کیا۔ اور آواز دی کہ اے بخود وژرواہنی ماں کا آخری دیدار کرو۔ اس کے
بعد پھر زیارت نصیب دہو گی۔ یہ سن کنیتوں میں گھرام بپا ہو گیا۔ سب کو
آپ نے صبر کی تلقین کی، اور شب کی تاریکی میں معہ اپنے چند رفقاء کے
جنازہ کو لئے کوچے۔ کوئی اہتمام میت کے ساتھ نہ تھا۔ صرف ایک مثل
ردن قمی۔ اور مثل والے کو بھی آپ نے آگے دُور بھیج دیا تھا۔ کہ
کہ صرف ہمیں راستہ ہی معلوم ہو سکے۔ جنازہ اندھیرے میں نظر نہیں
آتا تھا۔ جناب امیرؓ نے دیکھا۔ کہا ایک چھوٹی سی لڑکی بُرقع اوڑھے ہوئے
بورج بہت مادرِ میچھے پیچھے آ رہی ہے۔ کہ کوئی نو یکونہ سکے۔ فرط محبت سے
ٹپ ٹپ آنسو گرتے جلتے ہیں۔ آپ نے پاس جا کر دیکھا۔ تو وہ جناب
زینبؓ تھیں۔ آپ نے دست شفقت سر پر پھیرا تسلی دی اور گھر پہنچا دیا۔
پھر آپ نے چند رفقاء کی معیت میں جنازہ پڑھا اس کے بعد دفن میں

کو قیوں کی خوب عورت ہے بحق اہلبیت

ساتویں سے ہندو پر آب و دانہ ہو گیا

روکنا بت علی نے جیلے پورج کہن ایک بھائی تھا میرا وہ بھی بھگنا ہو گیا

تا بیچ نادیں تک بڑا قرا سب تھے اور دلوں کو علی انھو نشانہ ہو گیا

پوچھا عابد سے کسی نے گھر کہاں ہے آپ کا

روکے فرمایا کہ اب تو قید خانہ ہو گیا

ہے پڑا وطن شہر چمک رہا ہے نہیں بچی چھٹ گیا ہم سے وہ برگشتہ زیادہ ہو گیا

اسے فلک لہان کر بیا رکی ہے یہ دوا قسمت ہماؤ میں کیوں تویا نہ ہو گیا

لطف تو ہے لوگ جب کئے گیس ہر طرف سے

اُلفت حیدر میں حیدر رہے دیوانہ ہو گیا

=====

پانچویں مجلس

معاویہ کی وفات اور ریزید علیہ اللعن کا تخت پر بیٹھنا اور

امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا

فرمایا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ روٹا اور داویلا کرنا ہر
بلا و مصیبت میں مکروہ ہے۔ مگر جناب حسین علیہ السلام کی مصیبت من کر گریہ کرنا
باعث اجر و عظم ہے۔ بروز قیامت جب کہ سب انھیں بڑی قیامت کا شکار ہو گا
ہوں گی اُس دن وہ آنکھ جو روٹی ہوگی مصیبت جناب سید الشہداء پر خدا داں
ہوگی۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ میں جب معاویہ ملا اور
یہودیہ میں اپنے سخن و رسم سے سخت کو پامال کیا یعنی سخت پر شکن ہوا۔ تو اُس نے
تخت پر بیٹھتے ہی لیل حکم مدینہ کو خط لکھا۔ کہ جس طرح سے موسیٰ بن علی سے
میری بیعت لے لے اور اگر وہ انکار کریں تو اُن کا سر کاٹ کر میرے پاس مانج
کر دے پس مجھ کو پہنچے اس حکم کے لیل نے وقت شب حضرت کو اپنے پاس بلایا حضرت
فرما اس کے بڑے کا مطلب سمجھ گئے اور اپنے دوستوں و عزیزوں

کو اپنے حکم پر۔ اس وقت جو لیل نے مجھے طلب کیا ہے میں اس کی جانب سے مطمئن نہیں ہوں
تم سب میرے ساتھ رہنا۔ اور جب میں اندر داخل ہوں۔ تو تم سب لوگ دروازے
پر کھڑے رہنا۔ لیکن جس وقت میری آواز بلند ہوتے دیکھنا۔ تو بے تاویل
اندر داخل ہو جانا۔ تاکہ وہ اپنا ارادہ پورا نہ کر سکے۔ یہ سننا تھا۔ کہ بنی ہاشم میں
ایک جوش پیدا ہو گیا۔ اور ہتھیاروں سے آراستہ و پیرستہ ہو کر حضرت کے
ہمراہ اس طرح سے ہو گئے۔ جیسے کہ چاند کے گرد ستارے ہوں۔ راوی ناقل ہے کہ
جب حضرت ولید کے پاس پہنچے۔ تو اُس نے پہلے معاویہ کے مرنے کا حال
بیاں کیا۔ پھر ریزید کا خط پڑھ کر مٹا یا۔ اور بیعت کے لئے آپ سے کہا۔ حضرت نے
ارشاد فرمایا۔ کہ یہ وقت شب ہے۔ صبح کو دیکھا جائے گا۔ ولید نے کہا کوئی
مضائقہ نہیں ہے۔ اب آپ تشریف لے جائیں اور صبح آکر سب کے سامنے
بیعت ریزید کا اعلان کریں۔ اس وقت دربار میں مروان بے ایمان بھی موجود
تھا۔ ولید سے کہنے لگا۔ کیا غضب کرتا ہے حسین کو بغیر بیعت لئے نہ جانے دے۔
اگر یہ اس وقت چلے گئے۔ تو پھر تیرے ہاتھ نہ آئیں گے۔ یا تو اسی وقت
بیعت لے لے۔ مروان کا سر کاٹ کر ریزید کے پاس بھیج دے۔ مومنین میںنا
تھا۔ کہ امام کو قصہ آگیا۔ انار جلالت چہرے پر نمایاں ہوئے۔ اور فرمایا کہ
لے مروان تیری اور تیرے حاکم کی کیا مجال ہے کہ مجھ سے بیعت ریزید لے
او بچیا۔ ہم اہلبیت نبوت میں جمائے ہی گھر میں ملا لکھایا کئے ہیں اور ہاری

ہی ہرکت اسلام کو جو شفع نصیب ہوئی ہے۔ ریزید ایک فاسق و دہکار انسان ہے۔
یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اس کی بیعت کریں۔ کتاب مناقب میں ہے کہ یمن کروان
کو قصہ آگیا۔ اس شقی نے تلوار میان سے نکال لی۔ اور ولید سے کہنے لگا۔ کیا
سوچ رہا ہے۔ جلاؤ کو حکم دے کہ ابھی اُن کا سر تن سے جدا کر دے۔ ان کا خون میری
گردن پر ہے۔ حضرات بھی وہ ملعون کہہ رہی رہا تھا کہ آپ نے ولید کے مکان سے
ایک کرسی اٹھالی اور چاکر مردان کو ماریں۔ جو نہیں مروان نے دیکھا۔
دبک کر ایک کونے میں چھپ گیا۔ اور یہ شور و غل کی آواز سن کر انیس جوانان
بنی ہاشم نکلی تلواریں ہاتھوں میں لئے ولید کے گھر میں داخل ہو گئے۔ سب سے
آگے جناب عباسؑ اور علی اکبرؑ تھے۔ دونوں نے پڑھ کر چاہا۔ کہ اس گستاخی کی
سزا اس کو دیں۔ اور قتل کر دیں۔ کہ ناگاہ سے۔

شہنے کہا بس شیر و قدم کو نہ بڑھانا امت میرے نانا کی بیعت میں نہانا
عجائب کیں زور علی کا نہ دکھانا ہم پہل نہیں کرنے کے بیعت میں نہانا
ان سب کو لئے گھر میں چلے آؤ ملدار
قصہ کو بدل دیجئے نرمی سے اسے غمخوار

پس یہ مروان حضرت کا من کر تمام بنی ہاشم ولید کے مکان سے گھر میں ملیں
آئے اور نہاں جب سے حضرت ولید کے پاس گئے تھے۔ جناب زبیر و
کنوہ و رقیہ و اب جناب فاطمہ صغراؑ گھلٹی ہوئی پھر رہی تھیں۔ اور در و در کہ

کتنی تھیں۔ کہ کوئی جا کر خیر لائے۔ کہ فرزند رسول کس حال میں ہیں۔ اور کہاں ہیں کچھ دیر بعد جب حضرت مع رفقاء ولید کے مکان سے گھر آئے۔ تو جناب زینب گلے میں ہاپس ڈال کر زار زار رول اور زار زار رولیں ماریں اور پوچھنے لگیں کہ لے مال جائے جلدی بتائیے کہ ولید سے اور آپ سے کیا گفتگو ہوئی۔ حضرت نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ لے ہن اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ مدینہ حسین سے چھوٹ جائے۔ روئے رسول اور قبر بتوں سے جدا ہو۔ آہنی اُمیر ہمارے درپے آزار ہیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم مدینہ رسول میں چین سے زندگی بسر کریں۔ بیزید نے ولید کے پاس حکم بھیجا ہے کہ جس طرح ہو سکے حسین سے میری بہت لڑ بھڑات اٹھا کر مرنے دو۔ بخدا مجھے قتل ہر زمانہ منظور ہے۔ لیکن میرے جیسے بدکار کی بیعت کرنا کسی طرح کیا رہا نہیں پس حضرت کی یہ تقریر سننے ہی اہل حرم میں ایک کھرام پھیل گیا۔ ہر ایک نبی زار زار رو رہی تھی پھوٹے پھوٹے پتھ پانی ماں کو روتا دیکھ کر ہلکا رہے تھے (کیوں حضرات) اہل حرم میں اس خبر وحشت اثر سے بے ہنگامہ برپا ہوا۔ تو اس وقت کیا حال ہوا ہوگا۔ جب حضرت سب اہل حرم سے دلِ آخری کے لئے تشریف لائے ہوئے۔ رات جو واقعہ کا متعصر ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ جب جناب یسرا الشہدا واسطے رخصتِ آخری خیمہ میں تشریف لائے۔ تو پوچھ کر درخیزہ پر آواز دی۔ کہ اے ہن زینب و کلثوم و لے رقیہ و اے شہرا و لودا سے رخصت تم سب

پر میرا سلام آخری ہو۔ کہ میں تم سب کو پھر خدا کرے جا رہا ہوں۔ آہ یہ صدائے درد ناک من کرب اہل حرم حیران و پریشان حضرت کے گرد آکھڑی ہوئیں پس آپ ہر ایک سے اس طرح وداع ہوتے تھے جس طرح مرنے والا وقت مرگ اہل و عیال سے رخصت ہوتا ہے۔ آہ آہ جب جناب زینب سے رخصت کی ماری آئی تو ہن نے دونوں ہاپس بھائی کے گلے میں ڈال دیں۔ اور سہ رینے کے پوچھ کر پوچھا کہ کیوں کہہ گئے عباس قاسم و علی اکبر کہہ گئے مسلم کہ لال و لبر چند کہہ گئے میرے پسر عقیل کہہ گئے ولید کہہ گئے کوئی نہیں رکا پشہ دین پسناہ میں رو کر کہا کہ سوتے ہیں سب قتل گاہ میں ہمشیر سب ہمارے مددگار مر گئے بھائی بھتیجے بھانجے انصار مر گئے شائے کما کے بھائی علمدار مر گئے اکبر بھی کھاکے نیرۂ غور مر گئے رخصت دو جلد فاطمہ کے نور عین کو جز مرگ اب کوئی نہیں چارہ حسین کو پس یسرا حرم میں ایک کھرام پھا ہو گیا۔ کہ اتنے میں جناب سکینہ و زکریا اپنے باپ کے دامن سے پٹ گئی۔ اور پٹ پٹ پٹ کر رونے لگی کہ کتنی تھی کہ اے باجان اگر آپ نے ہیں یہاں اکیلا ہی چھوڑ جانا ہے۔ تو پھر وہیں اپنے نانا جان کے وضو پر پوچھا آئیے۔ یہاں ہیں کون پوچھ گھا اور اے باجان

چھٹی مجلس

معرفتِ امام حق باطل و اوضائل جناب امیر و دواع ہونا
جناب امام حسین کا قبر جناب رسول خدا و فاطمہ زہرا و
حسن مجتبیٰ سے تیاری سفر

قال الله تعالى في كتاب المجید و فہما فان الحمید۔ یوم تَدْعُو
مَنْ اَنْابَ اِمَامُہُمْ ارشاد باری ہے۔ کہ ہر روز قیامت کل نفوس اپنے
اپنا امام کے ساتھ نکالے جائیں گے یعنی ان کا مشورہ و نشر اپنے اپنے امام کے ساتھ
ہوگا۔ مگر امام دو قسم کے ذات باری نے بتلائے ہیں۔ ایک تو وہ امام ہیں جو
لوگوں کو دوزخ میں لجا میں گئے۔ اور ایک وہ ہیں جو ہمارے حکم سے
ہدایت کرتے ہیں و جَعَلْنَاہُمْ اٰمَنَةً لِّیْنَ عَلٰی النَّارِ اور وہ امام جنت میں
لے جائیں گے جس خدا کا ہزار ہزار فکر کرنا چاہئے کہ ہمیں ایسا امام ملے۔ کہ
جس عصمت طہارت کو بھی فخر ہے اور جس کا مولد کعبہ و مقل مسجد و دونوں ہی
خدا کے گھر کسی شاعر نے جناب امیر کے متعلق کیا خوب کہا ہے
فی من اللہ احکم قضا فی عمری طیب المولد و التسلی اعم البنی

مجھے اپنی چھاتی پر رات کو کون سلائے گا۔ یہ باتیں اس فروریدہ کی سن کر
آپ زار زار روتے تھے اور کہتے تھے کہ اے بیٹی اس وقت تمہارا رونا
مجھ بہت شاق ہے۔ رو رو کر دل نہ کرھاؤ۔ میرے جیتے جی اپنے آپ کو
تباہ نہ کرو۔ ماں جس وقت میں گزر جاؤں گا۔ پھر جس قدر جی چاہے رو لینا۔
اے بیٹی تیرے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ پس آپ نے جب بیٹی کو
سینہ سے لٹا لیا تو وہ معصومہ اور بھی رونے لگی۔ آپ نے ہر طرح سے
تشتی و دلاسا دیا۔ یہ دیکھ کر بی بیوں روتی جاتی تھیں۔ اور سہ

نوحہ

شاہ کہتے تھے من یارہ دغم کھاؤ سکینہ
ماں باپ میری گونے لے جاؤ سکینہ
انفال سے لڑ کھیل کے ہلاؤ سکینہ
ایسا نہ ہو اک و ز کو بچتاؤ سکینہ
با با کو دم مرگ در لیاؤ سکینہ
خود بالیاں تم ہاتھوں بڑھواؤ سکینہ
خوشیے مجھے کاؤں اے میری پیاری
شہرادی ہری ننھے سے ہاتھ لکھ کر

رُباعی

باغ فردوس پہ لم یزنی لکھا ہے
ذالی ڈالی پر محمد و علی لکھا ہے
سبز عقیل چمن اور کلی پہ نہ ہر
سرخ پھول زینب حسین ابن علی لکھا ہے

نے انہیں دوبارہ پھیر دیں مگر جناب امیر کی سلطنت ایسی میدان کر بلا میں
لٹی۔ کہ جس نے پھر ٹھنڈ نہ کی۔

دُر یگانہ مجمع البعورین۔ بخونِ پلیدہ کرب و بلا امام حسین
پُنا پُنا حضرت۔ جب ہمارے آقا امام حسین علیہ السلام ولید کے مکان
سے واپس آئے۔ تو آپ نے تہہ سفر کا کیا۔ اور واسطے رخصت کے پہلے شب
کی تاریکی میں اپنے نانا کی مزار مقدس پر تشریف لے گئے۔ تو زہر پھر پھر پہلے سلام
عرض کیا۔ پھر مزار مقدس سے پلٹ کر عرض کرنے لگے۔ کہ اے نانا جان۔ اس
وقت حسین آپ کے دُش بُمارک پر سوار ہونے کو نہیں آیا۔ بلکہ اس لئے آیا
ہوں۔ کہ آپ کے بعد آپ کی اُنت نے ہمیں چھوڑ دیا۔ اور اب حسین سے آپ کی
مزار مقدس پر بیٹھنے نہیں دیتے۔ اس لئے آپ مجھے اپنی قبر میں ساتھ لے
لیجئے۔ دُنا سے بہت تنگ ہوں۔ یہ کلمات مزار مقدس پر فرما رہے تھے
کہ غول آپ پر طاری ہوئی۔ کیا دیکھا کہ جناب سائبانِ شہرِ کربلا سے
سے اڑا کر لے رہے ہیں۔ کہ لے پٹا حسین۔ ان مصیبتوں کو جھلوا کر صبر سے
مقابلہ کرو۔ نانا کی موعِ تہمت ساتھ ساتھ رہے گی۔ اس کے بعد دائمی
راحت ہے۔ ان عرض جناب ید الشہداء نانا کی مزار سے رخصت ہو کر
اپنی ماں جناب شہدہ فاطمہ زہرا کی قبر مبارک پر تشریف لائے اور بعد ازیں
سلام عرض پر طاری ہوئے۔ کہ لے ماورِ گرامی آج تمہارا لاٹا حسین جس کو

ترجمہ۔ اللہ نے ہمیں ایسا امام فرمایا اور غری دیا ہے کہ جس کی ہائے رفاہت
پاک اور پاکیزہ اور قہر موت والا ہے۔
بجمع اللہ لکمن شرفاً و اَوْفَظْلاً مَا بَدَعَ خَلْقٌ سُبُوّاً لِّمُحَمَّدٍ مِنْ كُلِّ بَنِي
مَنْعَ كَيْلَا شَرِّهِ اَوْفَظْلاً سَبَّ جَنَابِہُ كَرَّكَ لَمْ يَسْبِ اَنْبِيَاؤُكَ وَ اَلَمْ يَكُنْ
تَحَا سِرَا سَبَّ مُحَمَّدٍ مَسْطُفَ اَكْ۔

آدم كُنْ اَكْلَ الْخَطِيئَةِ فَاللَّهُ نَحْنُ وَ عَلَيَّ تَوَكَّلْ وَ كُلْ لِمَقْصِدِ الْفَرَقِ
حضرت آدم سے مامورِ دُش کرنے کے استعمال گندم ہی ہی گیا۔ اور جناب
علی علیہ السلام حالاً نہ ممنوع نہ تھے مگر آپ نے واسطے خوشنودی خدا۔ تمام
عمر باریوں پر اکتفا و قناعت کی۔

خَافَ هُوَ مَنِيَّ جِبَالٍ وَ عَصَى مَنِيَّ قَتَلَ الْحَبِيَّةَ يَوْمًا هَوِيَ فِي الْمَعْدِنِ
خائف ہوئے جناب مونی کھڑیوں اور ریتوں سے کہ وہ محض شجرہ فرعون تھا
اور حضرت علی نے گہوارہ میں بچنے کی حالت میں سانپ کو ڈونڈ کر دیا۔
وَسَيِّمَانِ وَ عَمِيَ اللَّهُ لِكَيْلِكَ فَانْ وَ عَلَيَّ طَلَبِ الْفَرَسِ رَضَاً بَالِغِ غَا
جناب سلیمان درگاہِ خدا سے طالب ملک نالی ہوئے اور جناب علی نے
فروغِ فاقہ کی طرف خوشی سے رغبت کی۔

فَاَزَا لَوْبٌ وَ لِيَقُوبَ بَنُو فَا مَحْمَا وَ بَنُو كَا فَتَنَ سُلْطَنَتُهُ كَذَبُوه
جناب آئوب و یعقوب و یوسف سے جو پیریں فروت ہوئی تھیں۔ قدرت

جاری سر

۶۴

جہی بس

آپ کے چکیاں پس میں کر پالا تھا دُنیا سے تنگ ہو کر غلامِ سفر ہے۔ آپ کی جلدانی
نہایت شاق ہے۔ کیا کروں اس اُمت بے دین نے مجھ بہت تنگ کیا ہوا
ہے۔ یہ کلمات سن کر مزارِ شہدہ کا نہ اٹھی اور بیٹے کو ڈھکیں دے کر رخصت
کیا۔ اور فرمایا اے حسین جہاں ہاؤ گے تمہاری ماں کی مَرحُوم بھی تمہارے
ساتھ ہوگی۔ گھبرانا نہیں۔ یہ کہہ کر بیٹے کو رخصت کیا۔ پھر آپ اپنے برادرِ حسن
سبز قبا سے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے مکرہت مضبوط باندھی
حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسلام پر بہت بڑا احسان کیا۔ اگر حضرت
اپنی اور اپنے عہد کی گرانقدر کُربانیاں پیش نہ کرتے۔ تو دُنیا بہت جلد بیکہ
یستی کہ دینِ اسلام کی کیا حالت ہو گئی ہے۔ بلکہ باقی اديان کے سامنے
اسلام ایک مضحکہ خیز مذہب بن جاتا۔ مگر ہمارے آقا حسین کے دل میں دین
خدا کا ایک پتہ دردِ تھان کے نانائے اسی دینِ اسلام کی خاطر تھیں۔ برس
طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں۔ پس جب آپ نے دیکھا۔ کہ یزید
بدکار کی حکومت۔ دینِ الہی کو مباد کر رہی ہے۔ اور جلالِ محمدی کو حرام
اور حرامِ محمدی کو حلال کیا جا رہا ہے۔ تو آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور حمایت
دین کے لئے سرِ بر کفن باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تمام دُنیا کی مصیبتوں کا
مقابلہ کرنے کو تیار ہو گئے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے۔ کہ جب تک سُروری طاقت کے
ساتھ یزید لعین کا مقابلہ نہ کیا جائے گا۔ اسلام نہیں بچ سکے گا۔ پس

راوانِ انجاد کہتے ہیں۔ کہ جب آپ نے مدینہ سے روانگی کا قصد کیا۔ تو
نبی ہاشم میں ایک عجیب طرح کا کولم پھا ہو گیا۔ ہر دل اس درد سے بے چین نظر
آتا تھا پس جب حضرت رخصتِ آخری کے لئے جناب اُم سلمہ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے بے اختیار آپ کے گلے میں ہا ہیں ڈال دیں۔
اور رو رو کر فرماتے لگیں۔ اے فرزندِ منشی ہوں۔ کہ تمہارا ارادہ عراق کی طرف
جانے کا ہے جبکہ یہ فرشتی ہے کیلچہ مژدہ کو چلا آتے ہے۔ کیونکہ میں تمہارے نانا
رسولِ خدا سے سُن چکی ہوں۔ کہ میرا فرزند حسین سرزمینِ عراق پر قتل کیا جائیگا۔
آنحضرت نے ایک دن مجھے تھوڑی سی خاک بھی دی تھی اور فرمایا تھا ہے
ام سلمہ یہ قتلِ حسین کی خاک ہے اس کی حفاظت تمام اپنے پاس رکھنا جس سوزِ
سُرخ ہو جائے مجھ لینا کہ میرا ہمارے جگر حسین شہید ہو گیا۔ بیشائیں لے اس خاک کو
حفاظت ایک شیشہ میں رکھ چھوڑا ہے۔ میں سمجھتی ہوں آنحضرت کی پیشین گوئی کے
پورا ہونے کا وقت آگیا۔ اے حسین اس غم میں میرا عجب حال ہے۔ کسی طرح
بیرادل تمہاری مفارقت گوارا نہیں کرتا۔ حضرت نے فرمایا۔ اے نانی جان
جو خدا کی مرضی ہے۔ وہ ہر کہہ کے جس کی اس سفر میں ضرور شہید ہو کر رہوں گا
اور میرے اہلبیت در بدر اسیر ہو کر رہیں گے۔ میرا گھر ٹوٹا جائے گا
میں اور میرے تمام عزیز و انصار شل جو سفندِ قرآنی تین دن کے بھوکے پیاسے
ذلت کے کنائے شہید کئے جائیں گے۔ اے نانی جان آئیے میں آپ کو

اپنی قتل گاہ کا منظر دکھاؤں۔ یہ فرما کر حضرت نے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان
فکر کرنے کو کہا۔ آہ آہ اب کیا تھا۔ مجھ نہیں جناب اُم سلمہؓ نے دیکھا۔ تو وہ قیامت کا
منظر نظر آیا۔ کہ تاپ ضبط نہ رہی بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ انہوں نے دیکھا
کہ جا بجا کچھ شہر سرکڑے ٹخن میں نہاٹے پڑے ہیں۔ اور لاشے اُن کے
گھوڑوں کی ٹاپوں سے پائل ہو چکے ہیں اور جو خیمے رہتی پلے بپ ہیں۔
ان میں آگ لگی ہوئی ہے کچھ بی بیوں سر ہرمنہ عالم بدحواسی میں ہر طرف کو
جھاگے ہیں۔ اور ان بے کسوں کا کوئی پُرسان حال نہیں۔ انہیں جب
جناب اُم سلمہؓ ہوش میں آئیں۔ تو حضرت امام حسینؓ نے دُعا تمام امانتیں
اور تبرکات جو جناب رسول خداؐ نے جناب امیر کے سپرد فرمائے تھے اور ان
جانب حضرت تک پوچھے تھے۔ تب جناب اُم سلمہؓ کے سپرد کر کے فرمایا۔ کہ بعد
پہری شہادت کے جب میرے اہلیت پھر کر مرثیہ آئیں تو یہ سب چیزیں میرے
فرزند زین العابدینؓ کے سپرد کر دینا۔ کیونکہ میرے بعد وہی میرے وصی اور
جانشین ہیں۔ یہ کہہ کر جناب امیرؓ نے اپنے برادر حق شناس جناب
عباسؓ کو اپنی حضورؐ میں طلب فرمایا۔ اور کہا کہ اے عباسؓ اب سفر کی
تیاری میں مصروف نہ ہو جاؤ اور سب سے پہلے ایک فرست تیار کرو۔ اور
جو جہاز ہمارے ہمراہ اس سفر میں جانے والے ہیں۔ ان کے نام لکھو۔ تاکہ
سواروں کا انتظام مکمل ہو سکے۔ پس فوراً یہ حکم سن کر جناب عباسؓ فرست

تیار کرنے لگے۔ سب سے پہلے آپؐ نے بسم اللہ کہہ کر نصی اللہ من اللہ دُعا
قریب رکھا۔ جناب امام حسینؓ نے جب یہ مجھ پڑھا تو کہا۔ کہ اے عباسؓ
تو نے نصی اللہ من اللہ دُعا قریب کیوں کیوں کیوں کہ کوئی تمک فح کہنے
نہیں جانتے ہیں۔ بلکہ ہم تو دین اسلام کی خاطر سر کرنے جا رہے ہیں۔ پس
آپؐ نے وہ کلمہ کہہ کر انا للہ وانا الیہ راجعونؓ لکھا۔ راوی نازل ہے
کہ جب تمام فرست تیار ہو چکی۔ تو اس فرست میں ایک جناب فاطمہؓ
جو کہ اُس وقت بیمار تھیں اور دوسرے جناب زینبؓ کا نام بھی درج نہیں
تھا۔ جناب زینبؓ نے جب سنا تو روتی ہوئی اپنے ماں جاسمے کے پاس
تشریف لائیں اور کہا۔ کہ اے بھائی آپ مجھے ہمراہ کیوں نہیں لے جاتے۔
فرمایا کہ میں نے کراہے زینبؓ جب تک تم اپنے شوہر جناب عبداللہؓ سے
اجازت حاصل نہ کرو میرے ہمراہ نہیں جاسکتیں۔ حضرت عبداللہؓ شوہر
جناب زینبؓ اُن آیام میں بستر طلاق پر پڑے ہوئے تھے۔ پس جناب
زینبؓ اُسی حالت میں خدمت جناب عبداللہؓ کے حاضر ہوئیں۔ دیکھا کہ
حضرت عبداللہؓ بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جناب زینبؓ معلوم اللہ علیہا اپنے
شوہر کے پاس آئیں۔ دل بے قرار تھا۔
تین ناگ پٹھانی ہر مینا چہرہ دردا
جنت بزار شد نے زینب کو حرکت کھا
آسویں اہل چہرہ کہ ہم بچا چہا

زینبؓ نے کہا سفر کو تیار ہیں شہید
مرجائیگی بے ان کے یہاں زینبؓ دلیگر
مترج میرے حال طبیعت کیا ہے بیماری سے کچھ آج فادہ بھی ہو رہا ہے
فرمایا یہ عبداللہؓ نے حالت ہے بدستور
قدت کو منظور ہو انسان ہے مجبور
پس یمن کہ جناب زینبؓ نے فرمایا۔ کہ لے والی میرے۔ یہ زینبؓ آج
تساری بھکاری بن کے آئی ہے۔ اگر ناگوار خاطر نہ ہو۔ تو مجھے اجازت دیجئے۔
کہ اپنے ماں جاسمے کے ہمراہ سفر میں جاتی رہوں۔
لے والی ہے ایک عرض یہ خدیں تباری ہر باپ کیا ولادت ہوتی ہے پیاری
اولاد بھی مادر مال بھی ہے جائیگی زینبؓ
اک جلن قضا صدقے کو لے جائیگی زینبؓ
اللہ اللہ جس وقت حضرت عبداللہؓ نے جناب زینبؓ سے یہ کلمات سنے
تو فرمایا کہ لے زینبؓ ایسی باتیں کیوں کرتی ہو۔ میں تو اپنی قیمت پر نالاں
ہوں کہ یہ بیماری کے اپنے آقا حسینؓ کے ساتھ نہیں جاسکتا۔ اور اس
سعادت سے محروم رہا جا رہا ہوں۔ لے دُعا خیر نہ کہ نہیں ہر طرح سے اجازت
ہے۔ بلکہ میں جس چیز کی نہیں ضرورت ہو۔ اپنے ساتھ لے جاؤ۔ زینبؓ
حضرت عبداللہؓ سے یمن کہ جناب زینبؓ اُنھیں اور ایک صندوق اُٹھائی

ایک چادر اپنی ماں جناب فاطمہؓ زہراؓ کی دھکیلی جس میں جا بجا بیوند لگے ہوئے
تھے۔ اور کہا کہ مجھے سفر میں بھی کافی ہے۔ اس کے بعد جناب زینبؓ حضرت
عبداللہؓ سے رخصت ہو کر ہمراہ اپنے بھائی کے جانے کو تیار ہو گئیں ایک
روایت میں یوں لکھا ہے۔ کہ جب حضرت نے دین سے روانہ ہو کر ایک
منزل پر مقام کیا تو معلوم ہوا کہ جناب عونؓ و محمدؓ پہلے حضرت زینبؓ
فاقلے کے ساتھ نہیں آئے۔ یہ خبر سن کر جناب زینبؓ کے دل پر سخت
حدود ہوا۔ کتنی تھیں۔ کہ اگر انہیں میری محبت ہوتی تو وہ ساتھ کیوں نہ
آتے ان سے تو غرا چھ جو میرے بھائی کے ساتھ اس وقت اپنے اہل بیت
چھوڑ کر آئے ہیں۔ زینبؓ کی تقدیر جو مرغی دار۔ ابھی جناب زینبؓ
اپنے دل میں یہ کہہ رہی تھیں۔
گھوڑ و کونڈے ہوئے پر مٹے ٹکر
اہلی میں جیتے ہوئے دو جاند برابر
تھیں گزین غم چہر و کونڈے ہوئے ٹکر
پہنچے جو نہیں نزدیک نہ جاسیں اللہ
حیرت میں نظر سب کی جہتی عرش بریں پر
پس شمس و قمر قلاب پر کہ زمین پر
اُس وقت ہوا آقاؐ فلذ میں شریکار
اکبر نیکیا جاکہ چھوٹی جان سے لکھا
ماں کی بچا کہے کو نہ لگی زینبؓ
فصتہ میں بھری چھوٹی لگی زینبؓ

jabir.abbas@yahoo.com

راتے میں عون و محمد قریب اپنی والدہ ماجدہ کے قشریف لائے اور آداب سلام بجالائے۔ جناب نے نبیؐ نے دونوں کو دیکھ کر منہ اپنا اٹھتے سے پھرا لیا۔ تب بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا۔ کہ اماں جان ہم سے ناراض ہیں۔ انہیں کیا خبر کہ ہمیں کون سی مصیبت درپیش آئی۔ تب ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ کہ اے اماں جان آپ ہم سے طاقی خفا ہیں۔ ہم کیا کرتے با با جان کو خوش پرغش آتے تھے۔ ہم ان سے اجازت کے طلبگار تھے۔ جب ان کو کچھ افادہ ہوا۔ تو ہم نے وہ کاغذ جس پر ہمیں ماموں جان کے قدم مینمت لروم پر شمار ہونے کی خوشی تھی پیش کیا۔ اس لئے ہمیں آنے میں دیر ہوئی۔ پس وہ کاغذ جناب عون و محمد نے اپنی بلور گرامی کے پیش کیا۔ جس کو حضرت زینبؓ پر دھننے لگیں۔

تھی کبھی ہوئی کانپنے ہاتھوں کی پتھر پر ہماری سے بخور رہے والہ تقدیر ورنہ میں فلا آپ پر ہوتا خدا لگیر بیٹے میرے آتے ہیں فدا میرے کو شہید جودیل میں مبتلا تھی انہوں نے وہ بڑھادی

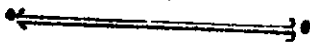
زینبؓ کی رضا چاہیے ہم نے تو رفا دی

اللہ اللہ! جس وقت حضرت زینبؓ نے یہ تحریر دیکھی تو جوش مہر بلوری سے اُپھل پڑیں اور اس وقت اپنے ماں جلے جناب امام حسینؑ کو آواز دی۔ کہ اے بھتیجا

اس وقت رفیق آپ کے ہوجائیں کنارے زینبؓ کو پیار آیا غلاموں پر تمہارے ٹھوکر لڑیں جو شے کے حد اس کے کے سارے گودی میں لیا زینبؓ غموم لے باسے

دیکھی یہ دلا بٹوں پر شہ نے یہ بہن کی

یعنی تھیں بلائیں ادھر لگی ادھر لگی



ساتویں مجلس

ثواب پانی پلانے کا اور روانگی امام حسینؑ از مدینہ منورہ

وجہ دانی فاطمہ صغراؑ و خیر آسجباب

فرمایا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ہائی پلانہ کسی جڑہ مومن کو حالت تشنگی میں ثواب عظیم رکھتا ہے۔ اور بزرگ قیامت جب ہر ایک نفوس شدت پیاس سے جاں بلب ہوگا۔ تو وہ شخص جس نے کسی پیاس سے پھر کو سیراب کیا ہوگا۔ وہ عرض کوثر سے سیراب ہوگا۔ اور خندان ہوگا۔ مگر افسوس کہ کیسے تھے وہ کلمہ گو۔ کہ جنہوں نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو شین موسیم گرامیں جب کہ پڑے بھی اپنا آشیانہ نہیں چھوڑتے۔ بی بیوں اور بچوں سمیت آوارہ دہن کیا جس وقت حضرت لے مدینہ سے کوچ کیا۔ تو ان دونوں میں جناب فاطمہ صغراؑ و خیر امام حسینؑ علیہ السلام نہایت ملیل تھیں اور سفر کے قابل نہ تھیں۔ بخار سے کسی وقت اس کو فراغت دہوتی تھی۔ بہت نحیف و نزار ہو چکی تھی۔ جناب سید الشہداء نے اس کو اپنے ہمراہ اتنے دور و دراز سفر میں ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا۔ مگر تمام محنت و لای

عممت و طہارت فراق فاطمہ صغراؑ سے بیتاب تھیں۔ خصوصاً جناب شہزادہ کو شین نہ آتا تھا۔ کہ ناگاہ سوار یاں درخیمہ پر حاضر ہو گئیں۔ جناب سیکینے کہا کہ اے اماں جان۔ اب میرے چچا عباسؑ محل و ہویج لے کر حاضر ہو گئے ہیں۔

سُن کر کئی بانی نہ ناشاد پکاری میں لپٹی ہوں کیسا یہ سفر کیسے سواری

غش پر گئی ہے فاطمہ صغراؑ میری پیاری بیکس لئے کہتے ہیں مسگر پڑاری

ابکس پر میں اس صاحب آزار کو چھوڑوں

اس حال میں کس طرح میں بیمار کو چھوڑوں

سُن کر شیخ شافعیؑ کے آنسو نکل آئے پیار کے نزدیک گئے سر ہو چکائے

مستوحک کے ہاؤ کا سُن لبہ پر لائے کیا ضعف و نقامت ہے خاں کو کچائے

جس صاحب آزار کا یہ حال ہو گھوڑوں

واللہ میں کیوں کر اُسے بیماروں سفر میں

پس یہ کہہ کر بیمار کے سر ہانے بیٹھ گئے مادر سورہ اکھم پڑھ کر دم کھنے لگے۔ کہ ناگاہ پیار صغراؑ کے آنسو نکل گئے۔ تو اپنے سر ہانے اپنے پر بزرگوار کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ مگر حضرت سید الشہداء کے آنسو بہ فرط محنت گر پڑے۔ اتنے میں جناب فاطمہ صغراؑ نے کہا۔ کہ اے مادر ہر بان با با جان کس وجہ اشکبار ہیں۔ ماں نے کہا۔ کہ اے بیٹی اب تم سے

یہ سن کر ایک نے فرمایا کہ بے چینی تم اس راز سے آگاہ نہیں ہو یہ صحت حق
یہی ہے تم گھڑ و نہیں تمہاری نانی جان اور مادرِ عباس سر پر ہیں جب
میں وہاں اس دیکھوں گا تو تمہارے بیٹا علی اکبر کو بھیج کر تمہیں منگواؤں گا
پس یہ کلمات زبانِ امام سے سن کر وہ بیمار اپنی ماں کا منہ چمکے گئیں۔
فرمایا مادرِ غم خواہنے کہ صفر اتھاروی ماں مجبور ہے۔ تمہارے باہا جان کا
مختار ہیں اسے بی بی تقدیر سے کسی کا رور نہیں چلا۔ تیری جدائی سے
دل نہایت بے چین ہے۔

صفر نے کہا کوئی کسی کا نہیں زینار سب کی ہی مرنے والے کے چرخے پر رہا
اللہ وہ اس کے کسی کی ہے نہ وہ بیمار ایک ہم ہیں کہیں سب کے سب ہیں مرنے والے
بیمار ہیں سب ایک ہی شفقت نہیں کرتا
سچ ہے کوئی مُردہ سے مروت نہیں کرتا

آہ آہ جب بی بی ہونے سوار ہونے کا وقت آیا تو پھر اہل حرم میں ایک کمرہ
چلا کر رکھا اور کنبہ کی ایک ایک بی بی جنابِ زینب و اُمّ کلثوم و سہیلہ
و سکینہ وغیرہ سے گلے مل کر اس کرب سے روتی تھیں۔ کہ دیکھنے
والوں کا کلیجہ منہ کو آتا تھا خاص کر جب اہل حرم فاطمہ صفر کو مرخصت
کرنے گئے۔ اس وقت ایک بی بی کی بے چینی کا مجھ مال تمام ایک
دھاریں مار مار کر رو رہی تھی جنابِ فاطمہ صفر ہر ایک بی بی کے

جدا کی کا وقت غریب آگیا۔ ہم نہیں پُرو خدا کر کے ہمارے ہیں۔ جو نہیں ہوا
لے یہ سنا تو ایک تیر غم دل پر لگا جس سے فاطمہ صفر ابے ہوش ہو گئیں۔ یہ
حالت دیکھ کر زینب کلثوم بھی بے تاب ہو کر رونے لگیں۔ پس فاطمہ صفر کو
جب غش سے کچھ آفاقہ ہوا تو اپنے باپ سے کہنے لگیں۔ کہ بے چائے
و ماں مجھے اکیلے اس گھر میں کیسے چھین آئیگا۔ فرمایا ایشہ اللہ نے کہ
اسے بی بی صفر میں مجبور ہوں۔ دُور و دراز کا سفر نہ کلک میں کس کھانے کا
انتظام و پانی کی امید ہے۔ اور تمہاری یہ حالت ہے۔ اس لئے تمہیں
میں کس طرح ساتھ لے جاؤں یہ سن کر

صفر نے کہا کھانے سے خود بے چائے پانی بکلیں اہ میں ماگوں تو گنگار
کچھ شہد کا کھی نہیں کرنے کی میں نہیں کافی ہے قطعاً بیکار ہی شہوتِ بیدار
گرمی میں بھی راحت سے گزر جائے گی بابا

آگے کا پینہ تب اُتر جائے گی بابا
اے بابا کسی کی دل آزاری نہ کروں گی اور خود ہی اپنی وابستہ کی ہوگی
اور دن بھر میرا انتہا بھیا علی صفر میری گود میں رہے گا۔ میرا دل بھل جائیگا۔
ماسوا اس کے

میں یہ نہیں کہتی کہ عمار میں شہاد
بابا مجھے فقہ کی سواری میں شہاد

گلے میں باپس ڈال کر انتہائی مشقت و ساجت سے کتنی تھی خدا کے لئے۔
اگر کوئی صورت ہو سکے۔ تو باہا جان سے سفارش کر کے مجھے بھی اپنے
ساتھ لے چلو اس سونے گھر میں تم لوگوں کی جدائی سے میں بے موت
مر جاؤ گی۔ سب بی بیوں دلا سے دیتی تھیں۔ اور بہ آہ و زاری مرخصت
ہوتی جاتی تھیں۔ یہ جدائی کوئی معمولی جدائی نہ تھی۔ سب کے دل ماہی
بے آب کی طرح میدان میں توپ سے تھے۔ جب جنابِ صفر اپنے ننھے بھائی
شیر خوار علی اصغر سے وادع ہوئے گئی۔ تو عجب قیامت خیز سماں تھا۔
اپنے ننھے بھائی کے منہ پر مہمے ملتی تھیں اور دھاریں مار مار کر دیتی
تھیں۔ اس کی بے چینی کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آخر کار سب بی بیوں
مرخصت ہو کر گھر سے نکل گئیں۔ جنابِ فاطمہ صفر بھی عصا کے سہارے ان کے
ساتھ ساتھ کنبہ کی روانگی دیکھنے کے لئے دروازہ تک پہنچیں۔ جناب
عباس اور جنابِ علی اکبر نے ایک ایک بی بی کا بازو دیکر کر پٹے اہتمام سے
سوار کیا اور تاکتے تھے۔ کہ کوئی نامحرم قریب نہ آنے پائے لوگوں نے اپنی
اپنی دکانیں بند کر دی تھیں۔ راگبیروں نے راستہ چھوڑ دیا تھا۔ چاروں
طرف ختاہیں کھینچی ہوئی تھیں۔ محلوں پر پردے پر پڑے ہوئے تھے۔
آہ آہ مجھے یاد آگیا کہ ایک دن بعد شہادتِ مظلوم کر بلا بی بی ہاں ننگے سر
باہاں پریشان بے بجا وہ اونٹوں پر سوار بازار کو نہ و شام میں پھرتی

جاری تھیں۔ انفرس جب سب بی بیوں سوار ہو گئیں اور یہ فاطمہ و ماں سے
چلا تو لوگوں نے دیکھا کہ بیمار صفر نہایت بے چینی کے ساتھ پیچھے پیچھے چلی
آ رہی ہے۔ اور فرما کر رہی ہے۔ بابا جان خدا کے واسطے دروازہ پر اور پھر
کہیں ایک بار اپنے چھوٹے بھیا علی اصغر کو مرخصت کر دوں۔ مجھے پنی ننگی
امید نہیں۔ خدا جانے پھر ان کا دیدار نصیب ہو گا یا نہ ہو گا۔ امام حسین علیہ السلام
نے حکم دیا کہ اونٹوں کو روک دو۔ جب بی بیوں کو معلوم ہوا۔ کہ فاطمہ صفر
پیچھے پیچھے چلی آ رہی ہے۔ تو سب بے تابانہ اونٹوں سے اتر پڑیں۔ اور پھر
ہر ایک بی بی نے گلے مل کر تسلی دی۔ دیکھا ہے۔ کہ جب فاطمہ صفر علی اصغر سے
مرخصت ہونے کو آئیں۔ تو جنابِ رباب کی گود سے ان کو لے کر کہنے لگیں۔
اچھا بی بی رباب آپ شوق سے تشریف لے جاؤں میں اپنا دل اس انسان
گھر میں اپنا س ننھے منھے بیٹا سے ہلاؤں گی، یہ میرا گھر نہیں تنہائی ہو گا۔
اس سے میرا دل بھراں رسیدہ تسلی پائے گا۔ یہ سن کر جنابِ رباب نے
فرمایا۔ بی بی یہ شیر خوار بچہ بغیر ماں کے کیوں کر رہ سکتا ہے۔ عرض کی فاطمہ صفر
نے اماں جان آپ اس کی بکری نہ کریں۔ میں زبان نبی ہاشم کا دودھ
پلا کر پرورش کر لوں گی۔ یہ سن کر سب بی بیوں فاطمہ صفر کو کھانے گئیں
لیکن وہ کسی طرح حضرت علی اصغر کو اپنی گود سے جدا نہ کرتی تھیں۔ آخر جب
نہادہ زور دیا گیا۔ تو کہنے لگیں۔ اچھا بی بیو مجھ سے میرے ننھے بیٹا

آنکھوں مجلس

مکہ معظمہ سے جناب سید الشہداء کی کوٹنگی و داخلہ کر بلا معلیٰ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ الْمَجِيدِ وَفَرَحَانِ الْحَمِيدِ وَلَا تَحْزَنْ
اللَّهُ غَانِلًا عَمَّا يُفَعَّلُ الظَّالِمُونَ - اِقْبَا يَوْمَهُمْ هُمْ لِيَوْمِ تَشْخِصٍ بِهِ
الَّذِي بَصُرُوا وَرَحِمَهُ تَقِي مَحَادِدَ تَعَالَى قَرَأَنَ مَجِيدِينَ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جو
لوگ ظلم کرتے ہیں ان کے ظلم سے خدا کو غافل نہ سمجھو۔ جتھن کہ خدا دنیو عالم
ان کو عذاب سے دینا میں مہلت دیتا ہے۔ اور موخر کرتا ہے۔ اس روز کے
لیے جس دن انھیں ہرل قیامت سے کھلی ہوں گی۔ اور پھر ارشاد فرماتا ہے
وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ اور توبہ ہے۔ کہ جو
لوگ ظلم کرتے ہیں۔ وہ جان لینگے۔ اس بات کو۔ کہ آخرت میں کس کس جناب
میں مبتلا ہوں گے۔ کاتھی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے
کہ ان حضرات نے فرمایا ظلم کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہے۔ جسے ظالم نے ظلم
بخش دیتا ہے۔ اور دوسرے وہ ہے جسے نہیں بخشا۔ اور تیسری قسم وہ ہے جسے
نہیں چھوڑتا اور اس کا مواخذہ کرتا ہے۔ لیکن وہ ظلم جسے نہیں بخشا وہ شرک
ہے۔ اور وہ ظلم جسے بخش دیتا ہے وہ ہے جو مابین خود و خدا گناہ کرے

کو جبراً نہ لو اگر وہ کسی کی گود میں خوشی سے چلا جائے۔ تو پھر میں کچھ نہ کہوں گی۔
یہ سن کر ہر ایک بی بی علی اصغر کو لینے کے لئے بڑھی۔ لیکن علی اصغر نے کسی کی
طرف رخ نہ کیا۔ اور بدستو راہی پیار میں سے پٹے رہے۔ آہ آہ علی اصغر
کیوں کر اپنی پیار میں سے پٹے رہتے۔ جبکہ انہیں دوبارہ ملنے کی آس دیتی
آخراً جب ہر ایک بی بی اپنی اپنی کوشش سے کامیاب ہوئی تو امام
حسین علیہ السلام آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے خود علی اصغر کے پاس
قشر لپٹ لئے۔ اور جھک کر کچھ اس مصوم کے کان میں کہا۔ کہ فوراً علی اصغر
فاطمہ صغرا کو چھوڑ کر اپنی ماں کی گود میں آگئے۔ غالباً آپ نے یہی کہہ دیا۔
کہ اے بیٹا یا تو اپنی پیار میں سے پاس رہو۔ یا میدان کر بلا میں شہید ہو کر
شہادت کا درجہ حاصل کرو۔ یہ کلمات سن کر علی اصغر شوق شہادت میں
گود کر اپنی ماں کی گود میں آگئے۔ اب فاطمہ صغرا کا ریا سہا سارا کوٹ گیا
اور نا امید ہو کر رہ گئیں۔ پس اتنے میں فاطمہ رخصت ہو گیا۔ اور پیار فاطمہ
صغرا اپنے کنبہ کو جب تک نظر سے اوجھل نہ ہوا۔ دیکھتیں رہیں اسکے
بعد غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔

اے حیدری! ختم کرو غم کی کہانی
تو ماہر کی پوتی ہے، صابر کی نشانی
میر نے کھڑی صفائے کشتی تھی یہ نانی
صلیٰ علیہ وسلم سب سے بڑی مری جانی
ہے ضعف و نقابت چلو گھر فاطمہ صغرا
کیا دخل کسی بشر کا جو مرضی اللہ

تہذیب

آریس

الستہ دانی

تجس

کہیں اپنے نا امان کے حکم سے ساتھ لے جا رہا ہوں! اور دوسرے یہ کہے سب
رسول خدا کی امانت ہیں کسی کو ایسا میں نہیں پاتا ہوں کہ جس کے پاس
انہیں چھوڑ جاؤں۔ اور دوسرے میرے اہلیت بھی مجھ سے ایسے مانوس ہیں
کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی جگہ کسی محل میں کسی طرح جدا ہونا گوارا نہ
کریں گے۔ ابھی حضرت ابن عباس سے یہ فرما رہے تھے۔
تو میں پس خیمہ سے آواز پائی! کیا شورہ دیتے ہو انہیں شک کے خلاف
زیب نہیں بن جائی کے کہنے کی دانی! اماں کی وصیت نہیں ہے جلالی
اک بجائی ہمارے سر پہ نہیں سایہ پر رہتے

کیا جانتے ہیں آپ کہ یہ اور سفر ہے
یہ کلمات سن کر حضرت عبداللہ ابن عباس خاموش ہو گئے۔ بروایت حماد
اٹھائیسویں جب کو حضرت معاہ اہلیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ
ہوئے۔ اور ماہ شوال اور شوال اور ذیقعد تک مکہ میں رہے۔ مگر
کبھی ایک دن بھی چین نہ پایا برابر خوفناک ہے۔ کہ اعدا کہیں خانہ خلائ میں
ہی شہید نہ کریں۔ چنانچہ جب یہ یہ کو معلوم ہوا کہ امام حسین مدینہ سے مکہ میں
آگئے ہیں۔ تو اس ملعون نے قیق آدمی حاجیوں کے لباس میں بھیجے۔ کہ حج کے
ہمانہ سے حالت طواف میں حضرت کو گرفتار کر لیں یا قتل کر ڈالیں۔ فرزند
دول نے خبر ہونے پر راہ و حج ملتوی کر کے بغیر حج کے سفر عراق کیا۔ اور

اور اپنے نفس پر ظلم کرے! اور تیسری قسم ظلم کی جس کے مواخذہ کو خدا ترک نہیں
کرتا۔ وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے۔ اور حقوق جاد کا مظلمہ
لینے دینے میں رکھنا ہے۔ پھر اسی کتاب میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے
منقول ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ تم لوگ پرہیز کر دو ظلم کرنے سے کہ ظلم
ظلمات ہے۔ ورنہ قیامت میں یعنی ظالم کے لئے عرصات محشر میں تاریکیاں پیدا
ہو جائیں گی۔ انہیں کبھی ظلم کرنے سے باز رکھنے کے لئے کس قدر تہذیب فرمائی
ہے۔ مگر مومنین وہ لوگ کیسے سلمان تھے۔ جنہوں نے اپنے نبی کے نواسے
مظلوم کر بلا پر ظلم کئے۔ گھر میں چین سے رہنے نہ دیا۔ گرمی کے توں میں جبکہ
جانور بھی اپنا آشیانہ نہیں چھوڑتے حضرت کو آوارہ وطن کیا۔ خدا چینیہ میں
دکھا ہے۔ کہ جب جناب حسین علیہ السلام نے بطلب اہل کوڈ چاکا کوڈ کی
طرف روانہ ہوں تو اس وقت جدا شدہ ابن عباس حاضر ہوئے۔ اور اس
طرح سے عرض کرنے لگے۔ کہ یا بن رسول اللہ کہاں کا قصد ہے۔ زمانہ خاندان
رسالت سے برگشتہ ہو چکا ہے۔ کوئی بھی دوست نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت
کیوں عازم سفر ہوتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے کہا کہ اے خدا اللہ کیا کرے شخص
جسکا کوئی ناصر مددگار نہ ہو۔ دوسرے اپنے اپنے ظلم کی طرح خلاف رزی
کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر عبداللہ نے کہا۔ اگر یہی مرضی آپ کی ہے۔ تو ان بی بیوں
اور بچوں کو ایسی گرمی میں ساتھ نہ لے جائیے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

jabir.abbas@yahoo.com

آٹھویں مجلس

مکہ معظمہ سے جناب سید الشہداء کی کوٹنگی و داخلہ کر بلا مؤعلیٰ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ الْمَجِيدِ وَفَرَحَانِ الْحَمِيدِ وَلَا تَحْتَسِبَنَّ
اللَّهُ غَايِلًا عَمَّا يُعْمَلُ الظَّالِمُونَ - اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ
الْاَبْصَارُ (ترجمہ) حق سبحانہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جو
لوگ ظلم کرتے ہیں ان کے ظلم سے خدا کو غافل نہ سمجھو۔ تحقیق کہ خداوند عالم
ان کو عذاب سے دنیا میں ملت دیتا ہے۔ اور موخر کرتا ہے۔ اس روز کے
لئے جس دن انھیں ہرل قیامت سے کھلی ہوں گی۔ اور پھر ہر شا دن فرماتا ہے
وَسَيَعْلَمُ الْاَنَّيْنَ ظَلَمُوا اَيَّ مَنْظِلٍ يَنْصَلِبُونَ اور قریب ہے۔ کہ جو
لوگ ظلم کرتے ہیں۔ وہ جان لیں گے۔ اس بات کو۔ کہ آخرت میں کس کس کو عذاب
میں مبتلا ہوں گے۔ کتنی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے
کہ ان حضرت نے فرمایا ظلم کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہے۔ جسے مخلوق نے ظلم
بخش دیا ہے۔ اور دوسرے وہ ہے جسے نہیں بخشا۔ اور تیسری قسم وہ ہے جسے
نہیں چھوڑا اور اس کا مواخذہ کرتا ہے۔ لیکن وہ ظلم جسے نہیں بخشا وہ شرک
ہے۔ اور وہ ظلم جسے بخش دیتا ہے وہ ہے جو مایں خود دشمن اگنا کرے

کو جبراً نہ لو اگر وہ کسی کی گود میں خوشی سے جلا جائے۔ تو پھر میں کچھ نہ کہوں گی۔
یہ من کر ہر ایک بی بی علی صغر کو لینے کے لئے بڑھی۔ لیکن علی صغر نے کسی کی
طرف رخ نہ کیا۔ اور بدستور اپنی بیمارین سے بیٹھے رہے۔ آہ آہ علی صغر
کیوں کر اپنی بیمارین سے بیٹھے رہتے۔ جبکہ انہیں دوبارہ لینے کی اس دقت تھی
آخر کار جب ہر ایک بی بی اپنی اپنی کوشش سے کامیاب ہوئی تو امام
حسین علیہ السلام آٹھویں میں آنے پھرے ہوئے خود علی صغر کے پاس
تشریف لائے۔ اور جھک کر کچھ اس معصوم کے کان میں کہا۔ کہ فرما علی صغر
فاطمہ صغرا کو چھوڑ کر اپنی ماں کی گود میں آگئے۔ غالباً آپ نے ہی کہہ دیا۔
کہ لے بیٹا یا تو اپنی بیمارین کے پاس رہو۔ یا میدان کر بلا میں شہید ہو کر
شہادت کا درجہ حاصل کرو۔ یہ کلمات سن کر علی صغر شوق شہادت میں
گود کر اپنی ماں کی گود میں آگئے۔ اب فاطمہ صغرا کا رہا سہا سہارا کوٹ گیا
اور وہ امید ہو کر رہ گئیں۔ پس اتنے میں فاطمہ زہرا حضرت ہو گیا۔ اور بیمار فاطمہ
صغرا اپنے کنبہ کو جب تک نظر سے اوجھل نہ ہوا۔ دیکھتیں رہیں اسکے
بعد غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔

لے حیدری اپنے ختم کر دغ کی کہانی
تو مبارک کی پختی ہے، صابر کی نشانی
پئے ضعت نقابت چلو کھڑ فاطمہ صغرا
میر نے کھڑی صغرا کے کتنی تھی یہ نانی
حلی خشکیں سب سے ہو گئی مری جانی
کیا دخل کسی بشر کا جو مرضی اللہ

تیسرا لکھ

۸۶

الشیخہ

۸۶

کر میں اپنے نانا جان کے حکم سے ساتھ لے جا رہا ہوں! اور دوسرے یہ کہے سب
رسول خدا کی امانت ہیں۔ کسی کو ایسا میں نہیں پاتا ہوں کہ جس کے پاس
انہیں چھوڑ جاؤں۔ اور دوسرے میرے اہلیت بھی مجھ سے ایسے تو ہیں ہیں
کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی جگہ کسی حال میں کسی طرح جدا ہونا لگیا رہا نہ
کریں گے۔ ابھی حضرت ابن عباس سے یہ فرما رہے تھے۔
اتنے میں پس خمیہ سے آواز آیا! کیا شہرہ دیتے ہو انہیں شہ کے فدا
زیب نہیں بن جائی کے کہنے کی دہائی اماں کی وصیت کہ نہیں لے جھڑائی
اک بھائی ہمارے سزا نہیں سایہ پر رہے
کیا جانتے ہیں آپ کہ یہ اور سفر ہے
یہ کلمات سن کر حضرت عبداللہ ابن عباس خاموش ہو گئے۔ بروایت سہام
اٹھائیسویں جب کو حضرت معاہدیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ
ہوئے۔ اور ماہ شعبان رمضان اور شوال اور ذیقعد تک مکہ میں رہے۔ مگر
کبھی ایک دن بھی چین دیا یا برابر غمناک رہے۔ کہ اعدا کہیں غارت خانہ
ہی شہید نہ کریں۔ چنانچہ جب یزید کو معلوم ہوا کہ امام حسین مدینہ سے مکہ میں
آگے ہیں۔ تو اس ملعون نے تین آدمی حاجیوں کے لباس میں بھیجے۔ کہ حج کے
ہمانہ سے حالت طواف میں حضرت کو گرفتار کر لیں یا قتل کر ڈالیں۔ فرزند
دول نے خبر ہونے پر ارادہ حج ملتوی کر کے بغیر حج کے سفر عراق کیا۔ اور

اور اپنے نفس پر ظلم کرے! اور تیسری قسم ظلم کی جس کے مواخذہ کو خدا ترک نہیں
کرتا۔ وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے۔ اور حقوق جہاد کا غلط
اپنے ذمہ میں رکھنا ہے پھر اسی کتاب میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے
منقول ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ تم لوگ ہر ہر کرد ظلم کرنے سے کیونکہ ظلم
ظلمات ہے۔ سب قیامت میں اپنی ظالم کے لئے عرصات محشر میں تارکیاں پیدا
ہو جائیں گی۔ اللہ اگر کسی پر ظلم کرنے سے باز رکھنے کے لئے کس قدر تہمید فرمائی
ہے۔ مگر مومنین وہ لوگ کیسے مسلمان تھے۔ جنہوں نے اپنے نبی کے نواسے
مظلوم کو ہلا کر ظلم کئے۔ گھر میں چین سے رہنے نہ دیا۔ گرمی کے دنوں میں جبکہ
جانور بھی اپنا آشیانہ نہیں چھوڑتے حضرت کو آوارہ وطن کیا۔ فاطمہ زہرا میں
لکھا ہے۔ کہ جب جناب حسین علیہ السلام نے بطلب اہل کوڈ چاکا کوڈ کی
طرف روانہ ہوں تو اس وقت جدا شدہ ابن عباس حاضر ہوئے۔ اور اس
طرح سے عرض کرنے لگے۔ کہ یا ابن رسول اللہ کہاں کا قصد ہے۔ زمانہ خاندان
رسالت سے برگشتہ ہو چکا ہے۔ کوئی بھی دوست نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت
کیوں عازم سفر ہوتے ہیں۔ یہ من کر آپ نے کہا کہ لے عبداللہ کیا کرے؟ شخص
جسکا کوئی ناصر مددگار نہ ہو۔ دوسرے اپنے ناکہ ظلم کی کس طرح خلاف رزی
کر سکتا ہوں۔ یہ من کر عبداللہ نے کہا۔ اگر یہی مرضی آپ کی ہے۔ تو ان بی بیوں
اور بچوں کو ایسی گرمی میں ساتھ نہ لے جائیے۔ یہ من کر آپ نے ارشاد فرمایا۔

jabir.abbas@yahoo.com

ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ ہم یہاں زمین پر ایک کشتی بسائیں گے یہ
مُن کر دے

کتنے لگے عرض ہماری ہے یا امام نے میں اس زمین کے نہیں چھوڑیں گام
ماغیر غائب خانے میں اس کیجئے مقام لیکن یہ زمین پھر آشوب کی مقام

میں غم و الم میں بھی یہاں لرز گئے

اور انہی بھی ٹھوکریں کھا کھا کر گئے

یہ کلمات اُن لوگوں سے سُن کر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ مندار

نم نے ازراہ محبت حق اخلاص ادا کر دیا۔ مگر یہ

مقتد میں جو کھانا ہے نہیں فرق ہو دے گا

اس جا جانا آل نبی غرق ہو دے گا

زبان امام خیر لا نام سے سُن کر وہاں کے تمام باشندے، زار زار رونے

لگے۔ الغرض اپنے وہ زمین ساتھ ہوا دینا کے عوض خرید کی اور قبلا

تحریر ہونے لگا۔ ناگاہ ایک برقعہ پوش بی بی نے حضرت کے کان میں

جھک کر کچھ کلمات کہے جس سے آپ تڑپ اٹھے۔ پس پُچھا جناب

عباس حیدر نے۔ کہ یا مولاجناب زمین نے آپ سے کیا کہا۔ جس سے

آپ بے قرار ہوئے۔ فرمایا آپ نے کہ اسے کہاں سے

نئی کھنگوہ زینب عالی مقام کی بستی بناؤں گی میں اکبر کے نام کی

آٹھویں ذوالحجہ کو موز تر وہ یہ تمام خفیہ نے بوقت شب اُن کراہل کو مذ کی
غذاری بیان کی۔ مگر چاہ سید الشہداء عازم سفر ہوئے درجہ چلے۔ راوی
کہتا ہے۔ کہ چلتے چلتے حضرت کا گھوڑا ایک مقام پر روک گیا ہر چند آپ نے
کو شیش کی۔ مگر راہوار نے ذرا تجسس نہ کی۔ بلکہ ایک دایت میں اس
طرح لکھا ہے۔ کہ آپ نے اس مقام پر چڑھ گھر سے تبدیل کئے۔ مگر
ایک نے بھی قدم نہ اٹھایا۔ تب حضرت اس مقام پر اتر پڑے وہاں کے
لوگوں کو بلا کر پوچھا گیا۔ کہ اس جگہ کا کیا نام ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ
یا حضرت اسے ماہر یہ کہتے ہیں۔ پھر آپ نے کہا۔ کہ اس کا کوئی اور نام بھی
کہا کہ اسے ناغیر بھی کہتے ہیں۔ پھر تیسری دفعہ آپ نے کہا کہ لکھا ہی
گیا کوئی اور نام بھی اس کا ہے۔ میقال لکھا الکر بلاء انہوں نے کہا۔
کہ اسے کراہ بھی کہتے ہیں پس یلم سُن کر آپ نے اسی جگہ اپنے تمام اہل معیال
اور اسباب کو اتار لیا۔ اور کہا کہ یہ وہی زمین ہے۔ جس کی خبر میرے
نانا جان نے دی ہے۔ پس وہاں کی خوروی سی مٹی اٹھا کر آپ نے مٹی
اور پھر وہی مٹی اپنی بہن جناب زینب کو مٹھائی۔ جناب زینب نے فرمایا۔ کہ
مے بھیا اس کو بھینک دے۔ اس میں تو آپ کے خون کی بو آ رہی ہے۔
میری جان پھٹی جاتی ہے۔ پس وہ مٹی پھینک دی گئی۔ آپ نے وہیں
استقامت اختیار کر کے وہاں کے زمینداروں سے کہا۔ کہ تم اپنی زمین

سید الشہداء کی روایت

۸۶

آخر میں

لاشوں کو نہیں گاڑنا پھر ہر خدا اللہ کی رحمت کا ہے کہ ہمیں سہا

لے بی بی برحق فاطمہ زہرا کا ہے مُم پور

جنت میں وہ خوش ہر دین کی والدہ تہ پر

حضرات، جب عورات نبی اسداوران کے مردوں کو آپ وصیت

کر چکے تو پھر آپ نے اپنا رخ مبارک ان معصوم بچوں کی جانب پھرایا۔ اور

پیار کر کے کہنے لگے کہ اسے پتھر یہاں چند لاشیں جو ہماری ہوں گی۔ اگر

تمہارے ماں باپ بخوف حاکم ہیں زمین زمین دفن کر سکیں۔ تو تم ایک

ایک مٹھی لاکر ہماری لاشوں کو دفن کر دینا۔ یہ سُن کر اس مجمع میں شور مچا

بہا ہو گیا

سید الشہداء کی روایت

۸۷

اے بھائی جہاں میری جانب سے اُن کو پیغام دیدو

بستی ہے کس کی خون میں اپنے نہائیں گے

اک قبر کی جگہ علی اکبر بھی پائیں گے

الغرض جب قبلا تحریر ہو چکا اور وہاں کے زمیندار قیمت اس زمین کا

لے چکے تو آپ نے اٹھ کر اس جگہ کی چار حدیں مقرر کیں۔ اور اُن

زمینداروں کو ارشاد فرمایا آپ نے کہ قبض نے یہ سب زمینیں میری

مگر وہ شرطوں پر جن میں سے ایک تو یہ ہے۔ کہ یہاں چند قبریں ہماری ہوں گی۔

ان پر زراعت نہ کرنا۔ اور دوسرے سے

آئیں میرے محبت تو انہیں چین دہم جو ہمان تین میرے شیعوں کو بھیج دو

مگر کچھ قصور ان سے ہو بلا نہ بھجوا پیاسوں کو میرے دشمنوں کو بھیج دو

باقی ابھی تو ملتا ہے، زہرا کے جانی کو

پہر ساتویں سے تیرہویں کے سادات اپنی کو

بعد اُن کے کیا شاہ نے مردوں کو ملے۔ ایک صف میں کھڑے ہوئے وہ عاشق و شیدا

اور دوسری صف میں ہمایوں کا صف پھر تیسری صف پتھر کی اینٹوں پر

کہنے لگے تب مردوں سے وہ عاشق باری

کر دینا یہاں دفن حوالہ میں ہیں ہماری

پھر مجمع عورات کو شہ نے یمنایا خروں نے اگر دفن سے نہ اپنا چھپایا

jabir.abbas@yahoo.com

نویں مجلس

شہادت حضرت مسلم علیہ السلام

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِكَبَّةٍ مُّبَارَكَةٍ وَهِيَ اَلْبَيْتُ الْمَكِّيُّ
سب سے پہلا گھر مکہ میں لوگوں کے واسطے بنایا گیا۔ وہ مبارک اور
تمام عالموں کے لئے باعث ہدایت ہے۔ منجھلان کے ایک مقام براہیم ہے۔
جو اس میں داخل ہو گیا وہ اس میں ہو گیا (حضرت) اس میں کیا شک
ہے۔ کہ جب تک دار السلطنت نہ ہو امور سلطنت چل نہیں سکتے۔ اور
کوئی قانون مرتب نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے سب سے پہلا گھر خدا کا ہدایت
عالم کے لئے بنا دیا کہ ہے۔ بھان اور کیا کہنا اس گھر کا۔ کہ جس کے معمار
ابراہیم خلیل اللہ و حضرت اسماعیل جیسے برگزیدہ تھے۔ مگر چاہئے کائنات کو
جو جسم و حیوانات و مکان و مکانات سے مبرا ہے۔ مکان کی کیا ضرورت مگر
برائے عبادت ایک چیز ضرور ہونی لازم۔ کیونکہ جب تک کوئی چیز توہ
کے واسطے نہ ہو ختم و خشیوع ہونا محال۔ اس لئے کہ نماز گزاروں کا
قیامت تک کے لئے قبلہ قرار پایا گیا۔ اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ اس
میں ہو گیا۔ خاندان کعبہ میں اور تو اور پشہ تک ماننے کا حکم نہیں۔ مگر کس قدر

افسوس کی بات ہے۔ کہ جو گھر مسلمانوں کے لئے امن و امان قرار پائے وہاں
نبی کا نواسہ رہے دپائے۔ اور پھر اس وقت جناب سید الشہداء کو کچ
کرتے ہیں۔ جبکہ عین حج کا موقع تھا۔ کسی مومن کے دل سے کچھ چھٹے۔ کس کو
کس قدر قلق ہوتا ہے۔ جب امام حسین دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے
کے لئے مکہ تشریف لائے۔ اور یزید پلید کو معلوم ہوا کہ آپ مکہ میں پہنچ
گئے ہیں۔ تو اس دشمن خاندان نے چالیس آدمی حاجیل کے لباس میں اس لئے
رواد کئے۔ کہ عین حج کے موقع پر حضرت کو محرم کے اندر ہی قتل کر دیا جائے
جب حضرت کو اس ظالم کے اس ارادہ کا حال معلوم ہوا۔ تو پھر آپ نے مکہ
میں قیام مناسب نہ سمجھا۔ کہیں میرے قتل سے حرمت خانہ کعبہ زائل نہ ہو۔
چنانچہ آپ بغیر حج کئے جانب عراق روانہ ہو گئے۔

لکھا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مکہ میں قیام پذیر تھے۔ اہل کوفہ نے آپ کو
خطر خطا اس مضمون کے لکھنے شروع کئے۔ کہ ہم یزید پلید جیسے فاجر و فاسق
انسان کو کیسی حالت میں بھی اپنا دینی پیشا ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ ہم کو ہدایت
کے لئے ایک امام کی ضرورت ہے۔ لہذا آپ جلد از جلد تشریف لائیں
ناکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ اسے فرد نذر رسول اگر آپ نے ہماری درخواست
کو قبول نہ کیا۔ تو ہم بروز شرفرائے قحالی اور آپ کے تانا کے
پاس شکایت کریں گے۔ جب اس قسم کے بے شمار خط و طہ حضرت

کے پاس آئے۔ تو آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل سے فرمایا۔
کو لے بھائی تم کو فچلے جاؤ۔ اور وہاں کے حالات کو دیکھو۔ اگر وہ داخلی
پچھلے دل سے طالب ہدایت ہیں۔ اور میرے آنے کی انہیں ضرورت
ہے۔ اور ان کی نیت بخیر ہے۔ تو مجھ وہاں سے لکھنا۔ میں سب کو لے کر
تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ یہ حکم سن کر جناب مسلم جانپ کو فچلے روانہ
ہوئے۔ اور اپنے ساتھ دو فرزند جو ابھی کم سن تھے جن کا نام کتب میں
محمد و ابراہیم لکھا ہے۔ ہمراہ لے گئے۔ کیونکہ وہ دو نیکے آپ سے
نہایت ہی مخلص تھے۔ جب آپ کو فچلے پہنچے۔ تو اہل کوفہ نے آپ کا
پہنچو شش استقبال کیا۔ اور آپ کے آنے سے نہایت خوش و خرم
ہوئے۔ حضور سلاطین میں ہزاروں آدمیوں نے آپ سے بیعت کی۔
حضرت مسلم کو یہ یقین ہو گیا۔ کہ یہ لوگ پچھلے دل سے امام علیہ السلام کے
خاستگار ہیں۔ اور اپنی نجات آخر دی کے لئے دینی معاملات میں
رہنمائی چاہتے ہیں۔ تو آپ نے ایک خط بخیریت امام حسین لکھا۔ کہ
یہاں کے حالات تسلی بخش ہیں۔ آپ بہت جلد تشریف لادیں۔
را دی لکھا ہے۔ کہ کوفہ کے بعض شرارت پسندوں نے عقیلہ طور پر یزید
کو مطلع کیا۔ کہ کوفہ کے بے خبر ہونے پر مسلم بن عقیل جب سے کوفہ میں آئے ہیں
سب لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ موجودہ حاکم کوفہ

اور یزید ہیں۔ جب تک کوئی سخت ظالم جابر حاکم نہ آئیگا۔ کوفہ میرے حق میں
نہیں رہ سکتا۔ پس جلدی کوئی انتظام کر۔ پس اس ملعون کو جب یہ علم
ہوا۔ تو اس نے ابن زیاد کو جو نہایت ہی شگ ذل اور جفا پسند
تھا کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اور تاکید کر دی کہ مسلم بن عقیل کو
جس طرح بنے قتل کر ڈالے۔ اور جو لوگ ان کے حامی ہوں۔ سب کو
سخت سزا دیں دے۔ پھر کوفہ کو امام حسین علیہ السلام کے منتظر ہی
تھے۔ پس ابن زیاد وہاں پہنچا۔ اور اس نے اہل کوفہ پر سختی شروع
کر دی۔ بہت شخصوں کو اپنے سامنے بلوا کر شویا۔ اور کئی آدمیوں کو
قید کر دیا۔ اس ظالم کی سخت گیری سے لوگ گھبرائے۔ کئی تو کوفہ چھوڑ کر
بھاگ گئے۔ اور بہت سے لوگ خوف ابن زیاد حضرت مسلم کا ساتھ
چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ آپ جن تنہا رہ گئے۔ اور اپنے پچھلے ہواہ خواہ
حضرت ہانی کے مکان پر چلے گئے۔ مگر ان بے حیاءوں نے حضرت ہانی کو بھی
کوڑے مار مار کر شہید کر دیا۔ اب آپ بالکل بے پناہ ہو گئے۔ کہ وقت
جناب مسلم پر بڑا سخت مصیبت کا تھا کوئی مؤمن نہ کوئی غم خوار مددگار
پر دیں۔ اور پھر یہ کہ تنہا کوئی امان دہیتا تھا اہل کوفہ پر ابن زیاد کا خوف
اس قدر غالب آچکا تھا۔ کہ کوئی شخص اپنے گھر میں پھپھانے کے لئے
تیار نہیں تھا۔ آپ کے دونوں بچے قاضی شریح کے گھر میں تھے۔ خود

میں کوٹھڑے بنے کیا نام تمہارا

کننے لگے کیس سے بنے کیا کام تمہارا

پس رسولؐ نے کہا اور تو کچھ نہیں مگر برو دشمن خاندان رسولؐ ہے کہیں
ایسا نہ ہو کہ تم بھی خاندان رسولؐ سے ہو۔ یہ سن کر جناب مسلمؒ آنکھوں میں
آنسو بھرا لئے اور کہا کہ عورت میں مسلم بن عقیلؓ ہوں۔ اہل کوٹھڑے
مجھ سے دعا کی۔ اور میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ عورت مومنہ تھی اور رسولؐ کا
اہلیت تھی۔ جو نہیں اس نے جناب مسلمؒ کا نام سنا۔ تو وہ
قدموں پر گرنے لگی جب وہ ننگی تھی کہ کسی تھی گھر ہے آپ کا یہ کیجئے مقام
کیجئے معاف آپ کے گھر کی ہوں میں غلام غلامی ہوئی ہے مجھ سے بڑی اے شاہنام
فارت کرے عمارتیں کیسے جہول ہیں
مجھے نہ آپ کو کہ یہ آل رسولؐ ہیں

پس یہ لکھو وہ آپ کو گھر کے اندر لے گئی۔ اور خاطر و مدارات میں مشغول
ہوئی لیکن حضرت مسلمؒ کو اس عالم پریشانی میں دکھانے پینے کا خیال تھا
و آرام و آسائش کا طرح طرح کے رنج و غم آپ کو گھیرے ہوئے تھے
ابھی تھوڑی دیر بھی آپ کو وہاں نہ گزری تھی کہ ابن زیاد کی فوج مجبور
کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ جناب مسلمؒ بڑے بہادر تھے۔ آپ فوراً تلوار
لے کر باہر نکل آئے اور ان ظالموں سے لڑنا شروع کیا۔ اور تھوڑی

جانب

ہر طرف پریشان پھر رہے تھے۔ اور اس بات پر کہ انہوں نے اس سے
تھے۔ کہ میں نے فرزند رسولؐ کو اس طرف آنے کے لئے کیوں بلکھا۔
اسی خیال میں مجھ ہونے چلے جا رہے تھے۔ کہ ایک عورت اپنے
دروازے پر کھڑی نظر آئی۔ جناب مسلمؒ پر پیاس کا غلبہ تھا۔ آپ نے
اس سے فرمایا۔ کہ اے کینو خدا۔ میں پیاسا ہوں۔ تھوڑا پانی مجھے پلے
کچھ پیاس کا بٹا غلبہ ہے پس وہ عورت جس کا نام طہرہ تھا
فرار واد ہو گئی۔

لگتی ہیں ایک پانی کا جام اتنے میں فہم دیکر ہوتی حضرتؐ نے اس طرح سے گویا
لے شخص پیاس اپنی جھانک کر ہرواد معلوم نہیں مجھ کو پرا شوب زمانہ
حاکم کا بنے یہ حکم ہر اک فرد بشر سے

پائے کا سزا غیر جو لکھا کسی گھر سے
پس یہ سن کر حضرتؐ نے پانی پی کر شکر خدا کیا اور اس عورت کے
دروازے پر بیٹھ کر دم لینے لگے۔ تب طہرہ نے کہا۔ اے مرد خدا اب
پانی سے سیر ہو چکے ہیں۔ اس واسطے اپنے گھر کا راستہ لے۔ یہ سن کر
جناب مسلمؒ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اور فرمایا
میں ایک سفر میں غریب الغراہوں بیس ہوں کوئی گھر نہیں بند خدا ہوں
تکلیف مجھے دیتے ہیں اسی پر خدا ہوں ہاں فخر ہے یہاں شہیدان رسولؐ

۱۴۱

ہی دیر میں بہت سے اشتیاق کو مار کر زمین پر گر دیا۔ یہ حال دیکھ کر محمد بن
اشعث جو اس فوج کا سردار تھا گھبرا گیا۔ اور اس نے ابن زیاد سے ایک
طلب کی۔ ابن زیاد نے کہا۔ ایک تین تنہا لو گرفتار کرنے کے لئے فوج کا ایک
دست کافی نہ ہوا۔ اس نے کہا اے ہریر زیاد کیا یہ معمولی انسان کا مقابلہ ہے
ارے یہ جاننا ہی ہے۔ اس خاندان کی شجاعت کا تمام عرب لوگ ماننے
ہوئے ہیں۔ الغرض پانچ سو اور سو بارہن زیاد نے بھیج دیا پس دشمنوں نے
چاروں طرف سے حضرتؐ کو گھیر لیا۔ ایک لکھاں تک لڑنے آخر مقام بن
زعموں سے جو پور ہو گیا۔ اور آپ بے دم ہو کر ایک جگہ پر بیٹھ گئے۔
ان نامزدوں میں اتنی تاب نہ تھی۔ کہ شیر مجروح کے پاس آتے تو وہی سے
تیرا در نہ رہے مارتے رہے پس حضرتؐ مسلمؒ کو پیاس کا غلبہ ہوا۔ آپ نے
ان ظالموں سے فرمایا۔ کہ تھوڑا سا پانی دو۔ مگر کسی نے توجہ نہ کی۔ آخر
ایک سپاہی نے کہا۔ کیا غضب ہے۔ کہ کوئی زخمی کو پانی نہیں دیتا۔ کیا
مسلمان نہیں ہے۔ سردار لشکر نے کہا۔ کہ تو ہی جا کر پانی تلاش سے وہ شخص
کوڑہ آپ لے کر جناب مسلمؒ کے پاس آیا۔ آپ نے جب پینا چاہا تو منہ کاٹھن
پیالوں ایسا گرا۔ آپ نے وہ پانی زمین پر پھینک دیا۔ آہ آہ حضرتؐ
مسلمؒ کو پانی پینا کہ کر نصیب ہوتا۔ جب کہ ان کے آقا و مولا حضرتؐ
امام حسینؑ کو ظالمین پیاس سے شہید ہونے والے تھے۔ الغرض ان ظالموں

نے جناب مسلمؒ کو گرفتار کر لیا۔ اور کشاکش کشاں و بار بار بنیادیں لائے جب آپ
اس ظالم کے سامنے پہنچے تو اس کو سلام دیا۔ اس کے ایک رہا رہی نے کہا۔
کوئے مسلم امیر کو تم نے سلام دیا۔ فرمایا اپنے میرا فرزند رسولؐ ہے
اس کو اجڑ کیوں کر کہوں۔ یہ سن کر ابن زیاد کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا سلام کرو
یاد کرو قتل کیے جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اود دشمن خدا تو مجھے قتل سے
ڈرا کہ ہے۔ واللہ اود خدا میں قتل ہونا سعادہ بدی ہے۔ اس کے بعد
ابن زیاد نے ایک غلام سے کہا کہ مسلمؒ کو کوٹھڑے کے اوپر لے جا کر قتل کر دو اور
لاش نیچے پھینک دو تب حضرتؐ مسلمؒ نے فرمایا۔ کہ اگر میرا قتل کرنا ہی منظور
ہے تو مجھے اتنی اجازت دے کہ میں کسی سے کچھ وصیت کر لوں۔ اس نے
اجازت دی۔ پس سعد و بارہن حاضر تھا آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ اے ہریر
میری پہلی وصیت یہ ہے کہ میرے اوپر فلاں شخص کے چند دینار قرض ہیں
میری زرہ بیچ کر میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اس نے کہا ضرور ایسا کروں گا
پھر میری اک میری وصیت کو نبھانا دو بیٹے ہیں یہاں میرے پھر انکا کٹا
شفقت سے مجھے انہیں ہاں نبھانا ہوں کو خبر قتل کی ہرگز نہ سنا
رہے جو بڑے ہوتے ہیں فرما دوس کے
پونجا نامہ بند میں نہیں ساتھ کسی کے
ہے ان سے برا کسی اک میری وصیت شہید ہوا ہاں نہیں کہنا یہ عجبت

دسویں مجلس

شہادت فرزند ان حضرت مسلم علیہ السلام

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِ الْحَمْدِ وَفُتِحَ الْقُرْآنُ الْحَمِيدُ مَا أَلَيْتُمْ فَلَا تَقْتَمِعُوا
ارشاد ہے خداوند عالم کا۔ کہ تمہیں کے تہ و غضب سے ڈرو۔ کیونکہ تمہیں
وقت تبہم فرما دیتا ہے۔ تو اس کی فریاد سے عرش عظیم کا ہنسا ہے۔ جناب
رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اپنے بچوں کا منہ کسی تبہم کے سامنے نہ چڑھو
کیونکہ اس تبہم کو اپنے ماں باپ یاد آتے ہیں۔ اور روایت میں وارد ہے کہ
جب کوئی کسی تبہم کے سر پر دست شفقت پھیلتا ہے۔ تو جس قدر بال جسک
اس شخص کے ہاتھ کے نیچے آجائیں۔ خداوند کریم ہر تعداد ان بالوں کے
فرشتوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ اس شخص کے لئے دعائے مغفرت کرو جس نے
کہ تبہم کے سر پر ہاتھ پھیلا ہے۔ کہیں حضرات تبہم کے ساتھ محبت و شفقت کا
رکس قدر درجہ ہے منقول ہے۔ کہ جناب سرور کائنات نے ایک شیخ اور شہر
لڑکے کے پرورش کی سادہ اس کو اپنے ساتھ لے کر کھانا کھاتے تھے اور ہر طرح
کی خبر گیری شل اس کے باپ کے کرتے تھے۔ فضاٹے الہی سے اس لڑکے
فضا کی پس جناب رسول خدا نے کھانا نہ کھایا۔ اور دہی پانی پیا۔

رکھنا دم کو ذہن میں ہے میری نصیحت بہرہ مند ہیں یا دربریں راکی ہے طینت
تو جان سے میں آپ پر قربان ہوں آقا
خط لکھ کے میں حضرت کو پشیمان ہوں آقا
پیر سرحد نے کہا۔ کہ اس وصیت کو پورا کرنا میرے امکان سے باہر ہے
چونکہ بادشاہ وقت ان کے خلاف ہے۔ اس لئے میں ایسا کر ہی نہیں
سکتا۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ او شہن خدا لعنت ہو مجھ پر۔ بادشاہ کی خوشنودی کا خیال ہے۔ مگر خدا و رسول کی خوشنودی کا کچھ خیال نہیں کرتا۔ المختصر
ابن زیاد کے غلام جناب مسلم کو بکڑ کر کوٹھے پر لے گئے اور حسین مظلوم کے
بہادر ایچی کو بر لب بام قتل کر دیا۔ اور لاش حضرت مسلم کو نیچے گرا دیا۔
آہ آہ غریب مسلم کو گور و گفن بھی میسر نہ ہوا۔ مائے افسوس بعد شہادت سے
باز حادثہ دم لاش میں ہلانے زن کو کوچوں میں سے کھینچنے آوارہ دین کو
افسوس لاٹا لایو نہیں پاک بدن کو۔ یا رب خدایا تو نے کسی کے بھی جن
یہ لاش پھرے کھینچنے کو ذہن میں ہیں غدار
کہ کوچوں میں لائے تھے کبھی جناب بازار
قصہ ہونیم حیدری کس طرح الم کا غم دل میں ہے الچی شاہ امم کا

=====

آہ آہ آوارہ دین بچوں اور کملٹی ہوئی عورتوں پر گرد و غبار پڑا ہوا
تھا۔ ہر طرف مائے مائے پھرتے تھے۔ کس سے فریاد کرتے کہاں جاتے
پڑوس میں منصوص محل کا دشمن تھا رمانہ نہ بیٹھنے کی جاتھی نہ بیٹھنے کا ٹھکانا
بن باپ کئی روزوں سے کھانا نہ کھاتا تھا کھانا نقدیر میں غم کھانا تھا یا اشک بنانا
سمجھو مجھے آپس میں یہی کہتے تھے رد کر
ساتھ آئے تھے افسوس چلے باپ کو کھو کر
اگر ہم باپ کے پاس ہوتے تو نشاۃ تیرہتے اور دم مرگ اپنے باپ کے
منہ میں پانی ڈالتے۔ اور باپ کا لاشہ کندھوں پر اٹھا کر دفن کرتے خدا
جاتے کہ ہمارے شفیق باپ بھی دفن ہوئے یا نہیں ہوئے۔ افسوس کہ
ہیں قربت کا بھی بے تہ نہیں کیا کریں۔ ہم فاحشہ سے بھی محروم ہے۔
تقدیر نے اماں کی باگڑ شکل دکھائی اور قتل کی پالکے خزان کو کُتانی
بوچیں گی جو سر پٹ کے دو کیٹنی ہو کہو ہا باکی کہاں قبر بنائی
گردن کو ٹھکانے ہوئے خاموش رہیں گے
قربت بھی تو دیکھی نہیں کیا ماں سے کہیں گے
یہ کہہ کر وہ دونوں بچے زار زار روتے تھے۔ اور عالم فرقت و بے کسی
میں مائے مائے پھرتے تھے۔ جہاں جاتے تھے موت دانگیر تھی
پہر تھی اہل ساتھ بدھرتے تھے دونو بدھرتی کھانا نہ کھاتے اور جاتے تھے دونو

عرض کی اصحاب نے۔ کہ یا حضرت آپ اس قدر رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ ہم کوئی آؤ
تبہم لڑکا حاضر کر دیں گے۔ فرمایا جناب سالت مآب نے کہ تمہیں کیا معلوم ہو
لڑکا شوخ اور شریر تھا۔ جب میں اس کی ناز برداری کرتا تھا۔ تو پروردگار
میرا منہ سے بڑا خوش ہوتا تھا۔ کیوں حضرات سنا آپ نے۔ کہ جناب رسول خدا
تیموں کے ساتھ کیسا سلوک تھا۔ اور جناب امیر علیہ السلام بھی۔
اپنی دو دشمن ہبارک پر روٹیاں رکھ کر پردہ شب میں تیموں کے
گھر کھانا پلنچا یا کرتے تھے۔ مگر افسوس صد افسوس۔ کہ اسی شہر کو ذہن
فرزند ان حضرت مسلم کے ساتھ کو فیل لے کیا سلوک کیا۔ حالانکہ جناب
مسلم کو اپنے ہاتھ سے خود شہید کر چکے تھے۔ اور وہ بچتے تبہم ہر طرح
سے قابل رحم تھے۔ مگر وہ فقی کیسے سنگ دل تھے۔ کہ بعد شہادت حضرت
مسلم کوئی اُن بچوں کو اپنے گھر میں پناہ بھی نہیں دیتا تھا۔ اور ابن زیاد
ملعون نے منادی کرادی تھی۔ کوئی فرزند ان مسلم کو گھر میں نہ چھپائے
وہ دہشت زماں گئے گا۔

منصوص سمجھ کر کوئی رحم نہ کھائے ہاتھ میں تو پکڑے ہوئے رابریں لائے
جرحم کے کوئی شیون زاری نہ پڑ جائے ہاتھ نہ جو گور عورت کو چھپائے
جس نے انہیں نہاں کیا گھوس کا لٹے گا
مر جائے گا پر قید سے کُتہ نہ چھٹے گا

اس نے کہا اسی طرح قہیل مکہ ہوگی۔ غرضیکہ اس عالم نے ایک اندر ہی کوٹھڑی میں ایک بھائی دوسرے بھائی کی شکل دیکھ سکتا تھا۔ قید کر دیا اور دن میں ایک بار قہیل پر نڈاں کھلتا۔ اور دوسرے دنیاں جو کی ادھیک گزرتی آپ سے کر زندان بان چلا جاتا۔ اسی طرح عرصہ بعد کوڑ گیا۔ اور وہ معصوم بچے کھل کھل کر اتاواں ہو گئے۔ اٹھنا بیٹھنا بھی دوسرے ہوئے لگا۔ پس ایک دن تنگ آکر واروغہ زندان سے کہنے لگے۔ کہ اسے بھائی زندان بان کو مسلمان ہے۔ اس نے کہا، محمد اللہ۔ بچوں نے کہا۔ کہ جناب محمد مصطفیٰ کو جانتا ہے۔ اس نے کہا۔ جو شخص ان کو نہ جانے وہ مسلمان کیسا۔ پھر بچوں نے کہا۔ کہ اسے بھائی حضرت علی مرتضیٰ کو بھی جانتا ہے اس نے کہا۔ کہ وہ تو میرے آقا اور داماد ہیں۔ یہ سن کر بچوں کی جان میں جان آئی اور کہنے لگے کہ اسے شخص ہم مسلم بن قہیل کے فرزند ہیں۔

تو کہنا ہے احمد کوہ ہمبر ہے ہمارا
جو گھر ہے محمد کا وہی گھر ہے ہمارا

یہ سنتے ہی وہ خوش الحان رہ گیا۔ اور اسے کران معصوم بچوں کے قہیل پر گہرا ہوا۔ اور اسے قہیل پر گہرا لگا۔ اسے بچوں کے معاف کرنا میں تھکے حال سے قطعاً ناواقف تھا۔ مجھے غصہ دینے لگی اسے ہارٹ پر پہنچی کی ہے یہ میں نے پہلے خدا سے اسے اللہ کے پیار۔ کو کہیں میں نے لادوں یا بوس لادوں

اسی عالم پریشانی میں ایک نالہ کے قریب جاتے۔ ایک سپاہی نے لٹکا کر کہا۔ بس آگے قدم نہ رکھنا۔ کہاں جھاگ کر جاؤ گے۔ ہم تو تمہاری تلاش میں ہیں۔ یہ سن کر دونوں بید کی طرح کانپنے لگے۔ بھائی سے بھائی نے کہا۔ اب کیا کریں یہ دشمن نہیں ہیں بلکہ موت ہے۔ اب زندہ رہنا محال ہے۔ یہ ظالم ہماری غریب بھی نہیں نہیں گے۔ اب بھی بیڑوں گفتگو کر رہے تھے۔ کہ ان ملعونوں نے معصوم بچوں کو کھڑا کیا اور ملانچے مار مار کر مضار ان کے شریع کر دیئے۔ اس کے بعد رستی میں جھوکر کشاں کشاں و بادیاہن زیاد میں لے آئے ابن زیاد ملعون تخت مرتضیٰ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے پاس کرمیہ اس کے درباری بیٹھے تھے ناگاہ جب فرزند ان مسلم اس کے پیش ہوئے تو وہ ملعون سے

معصوموں سے کہنے لگا کھلم کھلوں
موت سے تیرا نکال دیا حال دگر گوں

ہاں قتل ہی کرنے کے سزا داریں ہم بھی
باہتھا گنگا ر، گنگا ر نہیں ہم بھی

آخر الامر ابن زیاد بدناما نے ان کو قید کا حکم دیا اور زندان بان کو بھا کر تکیہ کی۔ کہ خبر زندان کو بھاگنا اور پانی دینا یہ دشمن کے بچے ہیں۔

علی کو دھو دھو نہ نہ کر قتل کر دیا ہے۔ میری بات میں اب تم کو زندان سے جلدی نکل جانا چاہیے۔ جو بچہ پر گزرتے گی۔ اس کو قہیل لوں گا پس وہ وہ تو معصوم ایک سال کی قید کے بعد زندان سے قہیل قہیل سے نکلے۔ اور گہرا لٹے ہوئے چاروں طرف بھٹکتے تھے ناگاہ ایک پر زدن۔ ہوا اپنے داماد کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ دروازے پر کھڑی نظر آئی۔ بچوں نے عاجزی سے کہا کہ اسے مادر مہربان خدا درویش کا واسطہ تھوڑی دیر کے لئے یہیں رہنے گھر میں پناہ دے۔ اس نے قہیل کو شکم کن ہو، بچوں نے کہا کہ

دیکھتے ہیں تیرا تیرا نور رسولی عربی سے
حکم کے پس میں جس کیو نہ کسی سے

یہ سن کر وہ مومنہ تڑپ اٹھی اور کہنے لگی اسے بچہ میں تمہاری ماں نے کینہ نہیں۔ میرا گھر تمہارا گھر ہے۔ مگر میرا داماد حاکم کا دوست ہے اگرچہ کچھ خوف ہے۔ تو اسی کی طرف سے ہے۔ بچوں نے کہا اب رات زیادہ گئی ہے ممکن ہے وہ نہ آئے۔ ہم صبح ہو تو قہیل تیرے گھر سے نکل جائیں گے۔ آخر کار وہ دونوں بچوں کو گھر میں لے آئی اور ایک حجرہ میں لے جا کر ان کو بٹھلایا۔ کھانا اور پانی حاضر کیا۔ بچوں نے کہا کہ اسے مادر مہربان ہم کو نہ کھانے کی خواہش ہے نہ پینے کی بچہ کہ ہم بہت تھک گئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ

بند ہیں تمہارا بھوں مجھے قہیل پاؤ
شکرہ میرا اللہ، پنیب سے نہ کجوا

جنت میں شکایت میری جنت سے نہ کجوا

بچوں نے کہا۔ کہ اسے مرید خدا تمہیں اللہ کریم اس کا اجر دے۔ انا اللہ رسول و شہداء ہے جد تیرے شیع ہوں گے۔ گراے شخص ہم جو نہ راہ سے واقف نہیں ہیں۔ جائیں تو کہہ دیا جائیں۔ اگر تجھے معلوم ہے کہ کس زند رسول اشعلین حضرت امام حسین آج کل کہاں ہیں۔ تاکران کی خدمت میں چلے جائیں۔ جو راستہ سب سے زیادہ نزدیک ہو وہ ہیں بتا دے۔ یہ

مسنے ہی وہ تڑپ گیا اور کہنے لگا کہ اسے بچہ
عاشق کے دن کو بھیرے بسط و غیر
راوندوں کا سنگا روں نے کوٹا زور زور
دیکھا عرم شاہ سے دربار شفی کا
کوہ میں سر آتا تھا حبیب ابن علی کا

اور اسے بچہ ماسوائے زین العابدین کے کوئی مردوں میں قہیل خواں بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر ان بچوں پر رفت طاری ہو گئی۔ اور شریع کی طرح زمین پر ترپنے لگے۔ اس نے کہا اسے قہیل زاد و زور سے نہ بچو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تمہارا دشمن آداوٹ لے۔ ابن زیاد بڑا ظالم ہے۔ وہ تمہارا

تھوڑی دیر آرام کریں۔ پس اس مومنہ نے فوراً دستِ برباد کیا۔ اور پتھار سے
پرٹ کر سو رہے۔ ذرا دیر نہ گزری تھی۔ کہ حادثہ ملعون گھر میں داخل ہوا۔
پوچھا اس مومنہ نے کہ تمہارے اس قدر دیر سے آنے کا کیا باعث ہے
کہنے لگا۔ کہ تمام دن مسلم کے بچوں کی تلاش میں پھرتا رہا۔ چنانچہ
ایسی جگہ میں میرا گھوڑا بھی ہلاک ہو گیا۔ مگر وہ ہاتھ نہیں لٹے ہیں یہ
کہہ کر وہ ملعون کھانا کھا کر سو گیا۔ اچانک ان صاحبزادوں کو ایک غلاب
بولنگ آئی۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا۔ کہ مجھے خواب میں باہمان
ملے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اسے چھوٹے بھائی نے مار دیا۔ اب تم میرے پاس جلدی
پہنچ جاؤ گے۔ تب یہ سن کر چھوٹے بھائی نے کہا۔ کہ میں نے بھی یہی خواب
دیکھی ہے۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی رولے گئے۔ ناگاہ حادثہ ملعون کی آنکھ کھل
گئی۔ اس کے کان میں جب بچوں کے رونے کی صدا آئی تو اندھیرے میں
دیوار پکڑ کر پڑا اس بھڑے میں آیا۔ ناگاہ اس کا ہاتھ بڑے بھائی پر پڑا
اور پوچھا۔ کہ تم کون ہو۔ بچے سہمے ہوئے بولے۔ کہ ہم فرزندِ ان حضرتِ مسلم
ہیں۔ اس گھر میں پناہ ملے کر آئے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ وہ ملعون بڑا خوش ہو کر
بولے۔ کہ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم میرے گھر میں ہو۔ میں تمام دن تمہاری
تلاش میں پھرتا رہا۔ پس ان معصوموں کو اس ملعون نے رسی میں کس لیا
وہ دونوں بچے کہنے لگے کہ ظالم ہم سے تم سے کہ اب تیرے گھر میں نہیں

آئیں گے۔ اس جلاوٹ نے ان کی آہ و زاری پر کچھ توجہ نہ کی بلکہ
وکیلانہ انداز میں ہب کرتے تھے فرما۔ بچوں پر کچھ ہاتھ نہیں پڑے پیرا
وہ اچھے ملک کھینچا لایا۔ مسلم بچاؤ۔ مگر وہ تھے یا دربر دست تھا جلاوٹ
کو نے تھے پھینچے تو بھیاں بھی بڑ گئیں
مجموع کی طرح بازو دیادو کو درست
و غرض جب سب نمودار ہوئی۔ تو وہ ظالم دونوں کو پکڑ کر دیوار کی طرف
لے چلا لے لگا۔ وہ رین مومنہ رونے پٹینے لگی اور بدنت کہنے لگی
کیوں ظالمہ زہرا کو مارا ہے کہن میں
دو پھول تو بہتے دے محمد کے جن میں
وہ مومنہ بچوں سے لپٹ گئی۔ وہ ظالم اس کو منع کرتا تھا۔ مگر وہ
دیندار نہ ہوتی تھی۔ آخر کار اس ملعون نے کھینچ کر ایک دیوار کا دار اس پر
کیا جس کے صدر سے وہ مومنہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔ پس وہ دونوں
بچوں کو لے کر نہر میں پھینچا۔ بچوں نے ہر چند وقت وساحت کی اور کہا کہ
شخص ہیں زہرا ابن زیاد کے پاس لے چلے۔ مگر وہ شقی نہ مانا اور
نامرد نے حملہ کیا تو رات بھر سرکھٹا پھوٹے نئے میں جلد شہید
تب ہاتھ سے چھلے کہ بڑا بھائی ہٹا کر جاتے تھے تیغ و درم سر کر چھٹا کر
تلا جھکتی تھی تو ہٹ جانا تھا بھائی پھر وہ بڑے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

ناگاہ چلی مسلم کی دیوار بڑے پر بالائے زمین کٹ کے تار مارا کر
دیوار میں چمکارنے پھینکا تن اطر چلا کے یہ چھوٹے لے کہا ہٹے برادر
دیکھا ہو بڑے بھائی کا سر دست مدد میں
وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو میں
آیا شقی تیغ غم کر کے دو باو چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکھلا کسی بھائی کو پکارا جلاوٹ تن بہ سے سر اس کا بھی اٹا
وہ بھی دھن کا لگا شمشیر مدد میں
بھائی کا لہو لگیا بھائی کے لہو میں

گیا دھویں مجلس

و رضاء اہل بیت بر سرِ سہانی کا پانی لانا و شہادت پانا
غلام نے مرتبہ کیا اہل بیت کے دیا و سب انہیں جوت و الوری کو دیا
علی الخصوص شرف جگہ مرتبہ کو دیا و انہما کو دیا اور نہ ادھیا کو دیا
جہاں پناہ ہے عرشِ بارگاہِ ہوتے
نئی کی طرح علی کل کے بادشاہ ہوتے
حضرات اہل بیت کی مہمات بہت سے امور میں حضرت رسول
کے ساتھ ثابت ہوئے
اول۔ سلام میں نبی کے لئے ہے السّلام علیک ایہا الّٰہی
اور اہل بیت کے لئے ہے۔ سّلام علی آلِ لیبین۔
دوسرے صلاۃ میں۔ اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔
تیسرے طہارت میں نبی کے لئے ہے طہارۃ اہل بیت کے لئے
چہ کی طہارۃ کہ نہ طہارۃ
ہوتے تحریم صدقہ میں۔ یعنی جس طرح صدقہ محمد پر سلام اسی طرح
آلِ محمد پر سلام ہے

jabir.abbas@yahoo.com

اور در بند رکھا ہے۔ بلکہ کچھ ہوا ہے۔ حکیم خدا سے ہوا ہے +
 علی کا دروازہ خانہ خدا کی طرف کھلا رہا پس اُن کا طریقہ خدا کی طرف
 منتقل ہوا۔ پس وہ اس بات کے لائق ہیں کہ ان کی اقتدا کی جائے۔ نہ
 وہ لوگ جن کا دروازہ بند ہوا۔ اور حور و خدا سے مطرود ہوئے پس
 خوشخبری ہوان لوگوں کو جنہوں نے حضرت رسول خدا کے بعد ایسے گھر کی
 طرف رجوع کی جس کے دروازے ہیں ایک دروازہ وہ جو مہینہ بہ مہینہ
 کی طرف پوچھا گیا ہے۔ اور دوسرا وہ دروازہ جو بیت اللہ کی طرف کھلا ہے
 اور کیا ہی اچھا تھا اس گھر کا مالک جو بیت اللہ میں پیدا ہوا۔ اور
 بیت اللہ ہی میں شہادت پائی +

شہادۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؓ بے بہرہ اگر گشت جہلا اور علیؓ
 بشوہ مصطفیٰ و وحید و مسجدش
 یعنی کہ میرسی، عیلا از در علیؓ

حضرات بہت سے امور ہیں جن میں اہلبیت رسول کی مسابقت ہے
 کہاں تک بیان کی جائے اُنوقت میں مساوات، مساوات میں مساوات
 اصل میں، مقاتلت علی القرآن میں، موافقات میں، درہاتِ آخرت میں۔
 حضرات مٹنے آپ نے فضائل و مناقب اپنے تئیں دھلا امیر المؤمنین
 علیہ السلام کے۔ جب اتنے امور میں ان کو حضرت رسول خدا سے مساوات

پانچویں (محبوب موت) رسول کے لئے ہے فَاَتَقْبَلُونِي يٰمُحَمَّدُ
 اور اہل بیت کے لئے ہے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ عَلَيْنَا جِبْرًا لَا الْمُدَّةِ
 فِي الْقَبْرِ +

چھٹے۔ رسول اور اہل بیت رسول امان ہیں امت کے لئے غلاب
 الہی سے مَا كَانَ لِبِعْذُجْهَمْ وَ اَنْتَ فِي هَمِّكَ لَدُنْهِ غَلَاب
 کرے گا اُن پر جب تک تم ان میں ہو۔ اور اہلبیت کی شان میں حضرت
 رسول خدا نے فرمایا۔ اَلْتَجُومُ اَمَانٌ لَا يَهْلُ السَّمَاءُ وَ اَهْلِيهِ اَمَانٌ
 اَلْمَوْحِیْ۔ سارا اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ اور میری اہلبیت
 میری امت کے لئے امان ہے +

ساتویں بحالتِ جنابت مسجد نبوی میں جانا +
 آٹھویں۔ حضرت علیؓ کا دروازہ مسجد کی طرف کھلے رہنا۔ چنانچہ
 ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت رسولؐ نے اُن تمام اصحاب کو
 جن کے دروازے مسجد کی طرف کھلے ہوئے تھے بنا کرنے کا حکم دیا پس
 علیؓ کے دروازے کے سوا اور سب کے دروازے بند ہو گئے۔ اس پر
 لوگ ناخوش ہوئے۔ اور حضرت سے شکایت کیا۔ آپ نے اپنے اصحاب و
 امام کو تمام دروازے تو بند کرا دیئے لیکن علیؓ کا دروازہ کھلا رکھا ہے
 بحباب ان کے آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے علیؓ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

کہ دن بدن اہلبیت کا وقار کم ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ کربلا میں بالکل فاتح ہو گیا۔
 منقول ہے کہ جناب بریر نے روزِ عاشورہ اُس قوم پر شعار کے مقابل جو
 تقریر فرمائی تھی۔ اس میں بھی کہا تھا۔ کہ اے قوم یہ وہی حسین ہے جو روزِ
 مبارک خدا کی وحایت اور رسول کی رسالت کا گواہ بن کر نکلا تھا۔ آج
 تم نے اس کا رتبہ و تہا پست کر دیا۔ کاب اُس کی بات بھی کانِ حُر کر
 نہیں سکتے۔ یہ سن کر لشکرِ پسر سعد سے ایک ٹہنی نکلا اور کہنے لگا۔ اے بریر
 تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ کہ حسین کون ہیں۔ چونکہ اس شخص نے
 امیر المؤمنین یزید بن معاویہ کے خلاف بغاوت اختیار کی ہے۔ لہذا
 اس کا قتل ہم پر واجب ہے۔ یہ سن کر جناب بریر کو غصہ آ گیا +
 ہمیز کر کے گھوڑے کو نرہ چلا دیا ایسا لگایا وارِ جہنم پونچا دیا!
 اس وقت میں جرز در بدر لڑا دکھایا کتنے تھے بڑھکے حضرت عباسؓ ماہ ماہ
 لاک دار میں گرا دیا کربلا کی زبان سے
 آتی تھی مرجا کی صدا آسمان سے

مؤمنین جناب بریر ہمدانی بڑے مومن متبعی و پرہیزگار تھے اصحاب
 امام حسینؓ میں اُن کا ایک خاص مرتبہ ہے۔ بلکہ ہے کہ شہیدِ شہرِ جھوٹے
 چھوٹے شہید علیؓ مہر و مدینہ پر غالی کرنے سے انہوں نے انکار
 اعطش العطش بلند کر رہے تھے۔ تو جناب بریر اپنے خیمہ میں مشغول عبادت

حاصل تھی۔ تو پھر بعد رسول ان سے ہتر خلیفہ رسول کون ہو سکتا تھا! افسوس
 ہے۔ کہ بعدِ حلیت رسولؐ مسلمانوں نے ان فضائل کا ذرا لحاظ نہ کیا۔ اور
 امیر المؤمنین علیہ السلام کو وہ وہاں تئیں پہنچائیں۔ کہ ان کے تقصیر سے
 یکدم لرزتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہ علیؓ و فاطمہؓ اور جن
 حسینؓ کو حضرت رسولؐ خدا روزِ مبارک انہی نبوت کی تصدیق کے لئے
 لے کر نکلے تھے اور جو بعض قرآنی صافیت میں تھے فخر کے باغ میں
 سب کی گواہی رد کر دی گئی۔ اور حکومت کرنے والوں نے ان کو بھی جھوٹا سمجھا +

مواہقِ محرقہ میں ہے کہ روزِ شوریٰ امیر المؤمنین علیہ السلام نے
 اپنے استحقاق کے اثبات میں آئے مبارک کو پیش کر کے اصحابِ شوریٰ
 سے فرمایا تھا۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم میں کوئی
 حضرت رسولؐ خدا سے بجا و قربت مجھ سے زیادہ ہے۔ میں وہ شخص ہوں
 جس کو حضرت رسولؐ خدا نے اپنا نفس قرار دیا اور جس کے پیشوں کو
 اپنا بیٹا اور جس کی مستورات کو اپنی مستورات کہا۔ ان سب نے کہا۔
 آپ بھلا فرما رہے ہیں۔ ہم میں کسی کو یہ قربت حاصل نہیں۔ افسوس
 کہ زبان سے اقرار کرتے تھے۔ اور عملاً حضرت کما ان کے حقوق سے محروم
 کر لے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ ان کی فلاح و کوشش ہی کا نتیجہ ہوا۔

اپنی میں اٹھا کر دعا کرنا کہ ہم کو خدا اس کو شیش میں کامیاب کرے۔ یہ کہہ کر
جناب بریر اور ان کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر نہر فزات کی طرف روانہ
ہوئے۔ شب وہاں پہنچے۔ توفیق کے ایک سوار نے لوگ کر کہا۔ کوئی آگئے
جناب بریر نے اس کی آواز کی پہچان کر لی۔ اور کہا۔ کہ اسے عبداللہ ہیں ہوں
بریر ابن خبیر بھائی۔ اس لئے آیا ہوں کہ نہر سے اپنی پیاس بجھانوں
اس نے کہا۔ اے بریر جو کدو تم میرے ہم قید ہو۔ لہذا اتنی اجازت ہے
سکتا ہوں۔ کدو اور تمہارے ساتھی نہر سے اپنی پیاس بجھالیں بشکیڑوں
میں پانی بھر کر نہ لے جانے دوں گا۔ جناب بریر نے فرمایا۔ اے عبداللہ
دائے ہو تم پر میرا دہر تو تجھے رحم آئے۔ مگر اولاد در رسول پر رحم
نہیں کیا۔ آہ چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے اس طرح تڑپ رہے ہیں کہ
ان کی فریادوں سے دل پلے جاتے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ کے دل پر
اثر ہوا۔ اور کہنے لگا اچھا اے بریر اس وقت بہت سے بہرہ دار سوار رہے
ہیں خاموشی سے اپنی مشکوں کو بھر کر جلد از جلد واپس ہو جاؤ۔
پس یہ جناب سن کر حضرت بریر نہر میں داخل ہوئے۔ پانی کو دیکھتے ہی
دل پر ایک پھری سی چل گئی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی پیاس کا تصور

تھے۔ بچوں کی فریادوں کی ان کا دل لرز گیا خیمہ سے بے تاب نہ نکلے اور
صحاب امام حسین کو جمع کر کے کہنے گئے دوستو! تم ہو تم پناہ و تمہاری
اس حالت پر کہ اولاد رسول پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہیں اور ہم اپنے
کاٹوں سے ان کی فریادوں سے ہیں۔ سب نے کہا اے بریر بے شک ان کی
فریادوں سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ زندگی وہاں جان ہو رہی ہے۔ سمجھیں نہیں
آتا کہ ان محسوس بچوں کی تکلیف کیوں کر دور کریں۔ جناب بریر نے
فرمایا۔ یہ وقت شب ہے۔ نہر کے بہرہ دار سوار ہیں ہوں گے۔ گھوڑوں
سوار ہو کر جلا وطنی میں پانی بھراؤ۔
بچوں کو ہم پیادہ سوار ہے کس قدر روتے ہیں بار بار ہمیں دیکھ دیکھ کر
یار ہیں شے کیسے زکام آئے آج گر ہتھکڑی پیاس سے مر جائیگا اگر
کیا پھر جواب دیں گے عسلی و تنولی کو
کس طرح منہ دکھائیں پھر ہم رسول کو
پس یہ کہہ کر جناب بریر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ساتھ ان کے دو اور
شخص بھی ہمراہ ہوئے۔ بریر نے ایک ٹوکھا ہوا مشکیزہ اٹھا لیا پہلے زخمیہ
پر تشریف لائے۔ اور بچوں کو پیار کر کے کہنے لگے۔ اے بچو گھبرا نہیں ہم
تمہارے واسطے پانی لینے جا رہے ہیں۔ یا تو پانی لے کر آئیں گے ورنہ
تمہیں زندہ صورت نہیں دکھائیں گے۔ تم اپنے ننھے ننھے ہاتھ در گاہ

دستِ مانی

۵

۵

حضرت بریر عباسی

۱۱۴

کیا دروں میں

سننے ہی صاحب بچوں کا گل غول جو آیا ہر ایک نے پانی کے لئے ہاتھ بڑھایا

رگہ تہی لئے سارے وہ مشکیزہ کے اوپر

تب کھل گیا مشکیزہ کا منہ دامنہ مقدور

پس جتنا پانی تھا وہ زمین پر بہ گیا۔ حضرت بریر کی محنت سب فائدہ میں

مل گئی۔ بچے یہ دیکھ کر رونے لگے۔ اللہ اللہ کس قدر پیاس کا غلبہ ان

بچوں پر تھا۔ کئی بچے اس زمین پر جہاں پانی چل گیا تھا۔ لیٹ گئے تاکہ زمین

کی نمی سے دل کو کچھ تسکین ہو۔ یہ حضرت بریر سے دیکھا گیا۔ پس حضرت

سے میدان کارزار کی اجازت لے کر ان مزدوروں پر چھپٹ پڑا۔ راوی کہتا

ہے کہ حضرت بریر نے تھوڑے عرصہ میں ان ملائین کے کشتوں کے پٹے

لگا دیئے۔ اور کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ پس حکم عمر سعد بن

ایک بار اس شیر دلیر پر حملہ کیا۔ اور چاروں طرف سے گھیر کر اس شیر دلیر کو

دار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت بریر سے پانک زخمی ہو کر گھوڑے

سے گر پڑے اور گر تے ہی آواز دی یا بن الرسول اللہ اور کئی۔ اے فرزند

رسول میری مدد کر آئیے۔ کہ میں نے اپنی جان آپ پر سے نثار کی۔ یہ

سن کر امام حسین علیہ السلام معتمد رفا کے بریر کے پاس پہنچے۔ لیکن

کر کے زار زار رونے لگے اور اپنے دل میں کہا۔ اگرچہ شدت پیاس سے میرا

جگر بھی کباب ہو رہا ہے۔ مگر یہ مروت سے دور ہے۔ کہیں پانی پی لوں۔

اور پتے پیا سے ہوں۔ جب تک اولاد رسول کے بچے سیراب نہ ہوں گے پانی پینا

مجھ پر حرام ہے۔ یہ کہہ کر جناب بریر نے پانی کا مشکیزہ بھرا اور خوشی خوشی

وہاں سے نکلے۔ آہ آہ مومنین۔ ایک سپاہی نے ان کو پہچان کر شرمایا۔

کہ اے بہرہ دار و کیا بے خبری سے سوتے ہو۔ بریر بھائی لشکر حسین کی طرف

پانی لے جا رہا ہے۔ جگہ انہیں گھیر کر پانی چھین لو۔ پس آواز اس فوج کی

سن کر تمام بہرہ دار جو تک پٹھے اور چاروں طرف سے جناب بریر اور ان کے

ساتھیوں کو گھیر لیا۔ سبحان اللہ! صحابہ حسین کیسے بہادر جاننا ہاتھ کر

تینوں دینداروں نے تلواریں بنام سے کھینچ لیں۔ اور ان اشقیاء سے لڑنا شروع

کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے ناریوں کو واصل جہنم کیا۔ ان کی بے پناہ تنگی زنی

دیکھ کر وہ روباہ صفت بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور جناب بریر صبح و صلا

مشکیزہ لئے ہوئے خیمہ گاہ حسین میں داخل ہو گئے۔ مومنین اس وقت بریر

کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ دور ہی سے
آواز دی بچوں کو جلدی اور حراؤ اور گونے جو غالی ہیں سبھی ساتھ لے آؤ

خاک مار یہ میں بھر گئے۔ شب عاشور کے واقعات کے متعلق لکھا ہے کہ یہ رات اہلبیت طاہرین کو بعد فضلی ملی تھی کیونکہ ملائین اجازت جلت کی دیتے تھے اہل بیت طاہرین نے محض یہ رات آخری عبادت کے لئے مخصوص کر لی تھی۔ راوی لکھتا ہے۔ کہ تمام رات کیا مرو کیا ہوٹھے۔ کیا جوان اور کیا بچے اس طرح سے عبادت میں مصروف تھے کہ اذان کی شہد کی کھینچوں کی طرح آ رہی تھی۔ ان نفوس میں کوئی سوا نہیں۔ بلکہ عبادت الہی میں ہی رات گزار دی۔ یہ رات ایسی ہولناک تھی کہ چہرہ پر ندر جاس جنگل سنان۔ اہلبیت کی یہ آخری رات دنیا میں تھی۔ راوی کہتا ہے کہ جناب سید الشہداء عبادت میں مصروف ہی تھے۔ کران کی لاشی بیٹی جناب سیکندہ حضرت کی گود میں آ بیٹھی۔ آپ اس کو سینے سے لٹا کر پیار کرنے لگے۔ یوں تو حضرت کو اپنے سب بچوں سے وہی ہی محبت تھی۔ مگر یہ بچی ہمیشہ باپ کے سینے پر سونے کی عادی تھی۔ شب عاشور کی رات۔ حضرت کے سینے سے لٹتی ہوئی۔ یکدم خواب کے چٹوٹ پڑی اور دوتی جاتی تھی۔ حضرت نے پوچھا کہ اے بیٹی تیرے رونے کا کیا باعث ہے فرمایا اس معصوم نے۔ کہ اے بابائیں نے ایک

ہولناک خواب دیکھی ہے۔ کہ جب سے پریشان ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ اے سیکندہ وہ کیا خواب ہے۔ مجھے بھی بیان کرو فرمایا اس معصوم نے کہ اے بابائیں خواب میں دیکھتی ہوں کہ ایک لشکر پکراں نے جن کے ہاتھوں میں برچھیاں اور نیوسے ہیں۔ ہمارے لمبوں کے اندر چلے آئے ہیں۔ اور

یتا ہے کوئی زینب کلثوم کی چاؤ عابد کو جگا کہنے کوئی مائے شکر ہے چھینا کاٹوں سے اے کوئی گھبر آتش سے جلاتا ہے۔ کوئی آپ کا بستر

سرنگے حرم آپ کے چلاتے ہیں بابا

اور کوئی حمایت کو نہیں آتے ہیں بابا

بعد اسکے میں کیا دیکھتی ہوں کہ مضطر یاں آئے ہیں بہ رنج و مل کئی شہر پہنچے ہیں میری اُنہ پڑھتی تھیں سر میں زینب کلثوم بھی بہ رنج و مل

تو چلتی ہے آتش سے ہوا گرم زہں ہے

اور ہاؤں میں تجا کے لعین نہیں ہے

آغوشہ بچوں سر میں کئی بزدل اُدھر کیوں کا کوئی سر پہ ہانڈ کے کئی سر کوئی تو ہے ہمتاب کوئی مہر شہر اک سر پہ گوا شہر زینب کے بلار

نیزے پہ عجب شان سے وہ جلوہ نما ہے اُدت کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا ہے

پس سیکندہ سے یہ خواب سن کر آپ بہت روئے۔ اور فرمایا۔ کہ اے جان پدر اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ توبہ پد ہوگی۔ اور میں بے سر ہوں گا۔ صبر کرو خدا صابروں کے ساتھ ہے۔ اور اے میری پیاری سہ سرخواب میں دیکھ رہی ہیں نیر ونگاؤں اے جان پدر فوج حسینی کے ہیں گھر گناہوں قسم سر کی تھیں اے میری دختر کہ جائینگے یا سونگے گلن میں مگر جس سر کی تیرے چہرہ پر الفت کی نظر ہے اے باپ کی پیاری وہ تیرے باپ کا سر ہے

یہ کلمات اپنے پدر عالی مقدار سے سن کر وہ معصوم اپنی ماں کی گودی میں چلی آئی۔ مگر روتی جاتی تھی۔ اپنی ماں سے مل کر سب حال بیان کیا اور یہ بھی کہا۔ کہ اے اماں جان میرے بابا فرماتے تھے کہ اے سیکندہ کل تم پر کوہ تہمی گر پڑے گا۔ پیاری اماں مجھے بتلائیے کہ کو جو بھی کیا ہوتا ہے۔ یہ سن کر س نادان کی باتوں پر وہ رونے لگی لپچار چھاتی سے لگا کوہ پکاری بدلی نار

مدر کے کئی چل جائے گی جشاہ پتلوار اور آل نبی ہوگی آفت میں گرفتار خفا سا گلجا جب تیرا رشتی میں بند ہے تب حال تیری کامیری جان کھلے گا

حضرت راوی جو واقعہ کا متصر ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ جناب سید الشہداء شب عاشور کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے خیمہ سے برآمد ہوئے تاکہ اپنے عزیز و انصار کی حالت کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ انصاروں کے خیمے دیکھنے کے بعد اپنے عزیزوں کے خیمے کی طرف آئے۔ تو کیا دیکھا کہ سب بی بیوں اپنے اپنے بچوں کو واسطے جنگ کے تیار کر رہی ہیں اور ساتھ نصیحت آمیز کلمات بھی کہتی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے آپ اپنی ماں جاتی ہیں جناب زینب کے خیمے میں آئے۔ اور باہر کھڑے اپنی ہمیشہ کی گفتگو سننے لگے۔ تو دیکھا کہ عروں و محمد ماں کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور جناب زینب بچوں سے کہتی ہیں کہ اے جگر گوشہ کل ماموں جان پر شمار ہونے کا وقت ہے۔ امتحان کارزار میں کہیں زینب کو شرمندہ دکر نام جعفر طیار کے پوتے ہوا مد علی مرقضی کے دواسے ہو۔ ایسی جنگ کر دے کہ دشمن پناہ مانگے پھر اے پیار واپسی جان کو عزیز

نہ کرنا۔ دیکھو غیر تو اس طرح اپنی جانیں قربان کریں اور تم بھلا بھمے ہو کہ اگر اپنے خون میں نہ نہاؤ۔ تو تمہاری زندگی کس کام کی۔ یہ سن کر جناب سید الشہداء دیر تک روتے رہے۔ پھر دوسرے خیمہ میں پونچے۔ تو کیا دیکھا۔ کہ جناب ام لیلیٰ کا چشمہ و چراغ۔ بمشکل چیمبر اٹھا رہا برس کا کرپل جوان سویا ہوا ہے۔ اور ماں علی اکبر کے چہرے پر دکھ کی بانڈھے خاموش دیکھ رہی ہے اور کہتی ہے۔ کہ کل کو یہ تصویر پیغمبر خاک میں مل جائے گی یاں کی کوکھ اُڑ جائے گی۔ یہ سن کر حضرت رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے چل پڑے۔ تو کیا دیکھا کہ ایک خیمہ سے رونے کی آواز آ رہی ہے جب آپ وہاں پونچے۔ تو حضرت نے عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کہ جناب ام کلثوم تورو رہی ہیں۔ اور حضرت عباس ایک گوشے میں بیٹھے اپنی تلوار صقل کر رہے اور جناب ام کلثوم روتی جاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ کل تمام بی بیایں اپنے اپنے بچوں کو جناب سید الشہداء پر قربان کریں گی میں اپنے ماں جائے بھائی پر کیا قربان کروں گی۔ اگر آج یہ موقع نہ ہوتا۔ تو میں لاؤدی کی کبھی شکایت نہ کرتی۔ یہ سن کر جناب عباس طہار فوراً اُٹھے اور ام کلثوم کے قدموں پر سر جھکا دیا کیا

کہا ہے۔ مجھے اپنی طرف سے شہر قربان کرنا۔ اٹھو اپنے ہاتھ سے میری کمر میں تلوار باندھو میں آپ کی طرف سے فدیہ ہوں گا۔ یہ سن کر جناب سید الشہداء کا حال بہت اتر ہوا۔ روتے روتے جھکی بندھ گئی اور آپ اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ اتنے میں جناب نبی کی نظر جاسان پڑ گئی۔ تو کیا دیکھا۔ کہ سفید صُغ نمودار ہے آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ کہ ناگاہ علی اکبر بمشکل پیغمبر نے اذان کہی۔ پیاسوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں نکلیں۔ سب کہتے تھے۔ کہ یہ آخری اذان ہے بالخصوص مادر علی اکبر جناب زینب کو تاب نہ تھی۔ عالم بے ہوشی میں تھیں۔ کہ فدیہ نے کہا۔ بی بی صبر کرو۔ اُٹھو وقت نماز ہے۔ ان کی سلامتی کی دوا مانگو۔ یہ سن کر وہ غم کی ماریاں اُٹھیں وضو کیا۔ نماز گزاری۔ اور جناب سید الشہداء کی اقتدا میں سب غازیوں نے نماز پڑھی۔ ابھی حق و صداقت کے مجسمے نماز خدا ہی میں مصروف تھے۔ کہ فرقہ باز بخار کی طرف سے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ بہت سے اصحاب با وفا شہید راہِ خدا ہوئے۔ باقی جو بچے وہ باری باری بعد حصول اجازت امام عالی مقام سیدان کارزار میں آکر شہید ہونے لگے حضرت سید الشہداء ایک کی لاش پر جاتے تھے۔ اور ان کو نیمیہ تک لاتے تھے۔ تا آنکہ آپ کے عزیزوں کی باری آئی۔ وہ بھی باری باری تھوڑے

ار صوبہ مجلس حالات سب ماسو

ہی عرصہ میں اپنی جان عزیز سید الشہداء پر قربان کر گئے۔ اس کے بعد حضرت نے اپنی موت پر کمر باندھی۔ اور واسطے رخصت کے غیمناہل حرم میں داخل ہوئے۔ اور ہر پیکر و خیمہ پر آواز دی۔ کہ یا زینب و یا ام کلثوم یا سبکینہ و یا رباب علیکن بنی السلام پھر فرمایا السلام علیک یا فاضلہ جادتہ اُحیٰ فاطمہ الزہراء اور سلام ہو میرا فاضلہ میری ماں فاطمہ ہر ایک کنیز پر۔ حضرت کی آواز سننے ہی تمام بی بیایں آپ کے گرد جمع ہو گئیں اور رور و کر پونچھنے لگیں۔ اسے فرزند رسول کس ارادہ سے آپ تشریف لائے ہیں۔ فرمایا۔ اوداع۔ اوداع۔ الفرق۔ الفرق۔ یہ سننے ہی ان بے کسوں کے دل سینوں میں بل گئے۔ اور خیمے کے اندر ایک کھرام بپا ہو گیا۔ چار طرف سے دیکھا سیدائیاں حشیں کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھیں۔ جناب زینب عاشق زار بن۔ چادر سر سے ڈھکی ہوئی۔ بال کھلے ہوئے۔ بھائی کے گلے میں باہیں ڈال کر ہے

زینب نے رونے لگا پوچھا کہ یاد رکھو گئے عباس و قاسم علی اکبر کدھر گئے میرے پیڑھل کے دلبر کدھر گئے مسلم کے لال۔ بے حیثہ کدھر گئے کوئی نہیں رکاب شدہ دیں پناہ میں رو کر کہا کہ سنے ہیں سب قتل گاہ میں

ہمیشہ سب ہمارے دو گار مر گئے بھائی مجھے۔ بھائی نصار مر گئے شائے کما کے بھائی علیار مر گئے اکبر بھی کھاکے نیزہ خونخوار مر گئے رخصت و دہن نہ کر سکتے تھے میں کو جو مرگ اب کوئی نہیں چارہ حسین کو

ابھی آپ یہ کہہ ہی رہے تھے۔ کہ ایک چار سالہ بچی نے آکر ہمارے منگولہ کا من تمام لیا۔ اور پوچھنے لگی۔ کیوں باا جان آپ نے میرے پرکوائی فرمایا اے بیٹی کیونکر موت کو وہ قبول نہ کرے جس کوئی نصیب نہ ناصر ہو۔ یہ سن کر بچی نے حسرت بھری نظر سے باپ کے چہرے کو دیکھا۔ اور کہنے لگی یا اَبَتَ مُرَدًا اِلٰی اَقْبَرٍ جَعَلَا۔ اے باا اگر یہ بات ہے تو پھر ہم کو ہمارے جانی قبر پر پہنچا دیجئے۔ امام مظلوم نے ایک آواز سرد بھر کر فرمایا۔ یا بُنْتٰی لَو تَرَکِ الْقَطْلَ لَنَاہ۔ اے نبوت دیدار اگر میرے مکان میں ہوتا۔ تو تم کو اس مصیبت میں کیوں چھوڑتا۔ آہ یہ سن کر بالی سیکھنے پہلا کر رونے لگی۔ امام علیہ السلام نے بچی کو سینہ سے لگایا اور دیر تک پیار کرتے رہے۔ اور فرمانے لگے کہ اے بیٹی اب میرے سینہ سے سر اٹھاؤ اور صبر کرو۔ میری روح کو زیادہ نہ تڑپاؤ اے بیٹی تجھے رونے سے مجھے

تیرھویں مجلس

در شہادت حضرت عون و محمد فرزند ان حضرت زینب

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِ الْحَجِّ وَالْحَجَّاجِينَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ حکم بانی ہے۔ ایمان والوں سے خطاب ہو رہا ہے۔ کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اول شرط ہے۔ کہ خدا سے ڈرنا یعنی خوفِ خدا میں رکھنا۔ کسی قسیم کو کسی غریب کو تیار یا نہ جانے کسی کا مال غرور نہ کیا جائے۔ حدودِ دینی سے تجاوز نہ کیا جائے۔ پھر بعد میں سچوں کے ساتھ ہونا۔ ساتھ ہونا اور چیز ہے۔ اور ساتھی بننا اور چیز ہے یعنی اس طرح کا ساتھ دو۔ کہ ان سچوں کے ہر ایک حکم کی پوری پوری تعمیل کرو۔ اور اگر ان کو باندھنا لازمیت دیکھو۔ تو اپنی جان تکٹنے میں فرق نہ کرو۔ میلان کرنا میں حق باطل کی میزان نصب تھی۔ کیونکہ جناب امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اب میں اسلام جو میرے نانا جان نے بہرہ ور شدت قائم کیا تھا۔ اب

سخت ازیت ہوتی ہے جس وقت میں دنیا سے گور جاؤں گا۔ تو پھر چٹا ہی چاہے رو لینا میں نہیں منع کرنے نہیں آؤں گا۔ بلکہ تو سب زیادہ حقدار ہے۔ کہ میری لاش پر رشتے اور اے پیاری بیٹی اب صبر کر دو کہ وہ بچی کسی طرح سے سینہ مبارک سے جھکا نہ ہوتی تھی +

نوشہ

شاہ کہتے تھے بڑی یادہ دغم کھا دیکھنے ماں پاس میری گونت میں جا دیکھنے ماں پاس گیس کے بجلا بیٹی جئے ہیں اطفال سے دل کھیل کے پہلا دیکھنے میں کہتا تھا کہ مجھ سے تو الفت زیادہ ایسا نہ ہو اگر روز کو پچھتاؤ دیکھنے نہ دیکھتے تھے ان کو توں کھوتی ہے بیٹی بابا کو دم مرگ نہ رولاؤ دیکھنے خورشید بھگادوں کالے میری پیاری خود بالیاں تم کاؤں سے بڑھو دیکھنے شہزادی مری ننھے سے ہاتھوں کو اٹھا کر ڈاکر کو قیامت میں بھی بٹھاؤ دیکھنے



تیرھویں مجلس

یہودی خونخوار بیٹھے۔ اس کو نیست و نابود کر رہے ہیں۔ تو ایک ٹپ آپ کے دل میں پیدا ہوئی اور دین اسلام کو باقی رکھنے کے لئے مستقبل تہیہ کیے اپنی کل بھارت کے ملک کے میان میں لا کر رکھ دی۔ اور کہا کہ خدائے تعالیٰ کے گھر کا بچہ کہے بن اسلام پر قربان ہو جائے۔ مگر اسلام کو نہ وہ کر کے چھوڑ دے کہ حضرات ہی میدان حق و باطل تھی۔ کیا بڑھ رہے کیا جانیں۔ کیا پتہ چاہی جان کر بڑی خوشی سے مخالفت اسلام کے لئے وقف کئے ہوئے تھے چنانچہ راکھ و خواتین کا جھڑپ۔ کہ جب آپ کے انصار حضرت پر سے اپنی جانیں قربان کر چکے۔ اور حضرت مسلم کے زوال بھی شہید ہو چکے۔ تو جناب زینب علیہا السلام نے دیکھ کر جناب شہر بڑی بے قرار تھیں۔ اور کتنی تھیں کہ حضرت ابوبکر غریب تو اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اور زینب کے پیٹے جتنے جاگتے پھر بدیم اٹھیں۔ بیٹوں کو سامنے لایا۔ عون و محمد حاضر ہوئے۔ ماں کو ادب و سلام بجالائے۔ ماں نے بیٹوں کو غیظ و غضب کی نظر سے دیکھا اور کچھ عرصہ خاموش رہیں۔ بیٹوں نے کہا۔ کہ اے اماں جان آپ غلاموں سے کیوں ناراض ہیں۔ ماں نے غصے سے کہا۔ کیا مجھ سے بڑھتے تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے ماں جان پر غیر تو اپنی جانیں خدا کریں اور تم بھانجے ہو کہ

مٹ چکے تھے۔ عرض کی شہزادوں نے۔ کہ اے اماں جان آپ کو کیا معلوم کہ ہم نے دل میں کیا ٹھان رکھی ہے۔ مگر کیا کریں۔ مجبور ہیں۔ ماںوں بنا ہیں اجازت نہیں دیتے۔ آپ حضرت جاسم چھوٹے ماںوں جان سے پوچھ لیں۔ ہم نے ان کی خدمت میں بھی رخصت کے لئے عرض کیا ہے۔ یہ سن کر جناب زینب کو تسکین ہوئی۔ بھیں کہ میرے پیٹے مجھے سزاؤ کریں گے۔ کہنے لگیں مجھے تو کچھ پتہ نہیں کیا ہو گا۔ مگر اے نور چشموں نہیں خود تو تمہارے ماںوں جان اجازت دینے نہیں آئیں گے۔ جاؤ جس طرح سے بن پڑے منت سے سماجت سے اجازت مانگیں کہو۔ فرمایا عون و محمد نے کہ اے اماں جان آپ ہی چل کو میل جاؤ دلوادیکھئے۔ یہ سن کر حضرت زینب نے اپنے بھول سے ہنسن ساری عمر کی کمائی کو ساتھ لیا۔ اپنے بھائی کے غصے کے گرد پکڑ گئے لگیں۔ حین کی نظر پڑ گئی۔ دیکھا کہ ماں جانی زینب چھوٹے سے دو بھول ساتھ لئے کھڑے کھڑی ہیں۔ پوچھا کہ اے بہن خیر تو ہے۔ آج ان دونوں گنہگاروں کو کیوں ساتھ لائیں۔ کہا کہ اے ماں جاٹے میں کوئی مرد نہیں ہوں۔ کہ تمہارے دشمنوں کو تم سے دفع کروں۔ کوئی فوج نہیں رکھتی۔ صرف

ہوئے، ہر کسی پر مقررین کے لئے ایک خاص جگہ تیار کی گئی تھی۔
 یہ کہہ کر فقہ کو اپنے ماں جلتے جھانٹے کے واسطے بھجوا کر
 حضرت نے کہا کہ اے فقہ میں جہاننا ہوں جس واسطے زینب مجھے
 بٹھاتی ہے۔ میں غیمہ میں نہیں آؤں گا۔ یہ سن کر فقہ واپس آ گئیں۔ او
 کہا۔ کراسی بی بی حضرت تشریف نہیں لاتے، میں نے ہر چند کہا مگر
 وہ نہیں مانتے۔ یہ سن کر جناب زینب یاس سے دو گھنٹہ پہلے کا منہ
 دیکھ گئیں اور حالت پریشانی میں سے

یہ کہہ کر آپ دئے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ دل میں خیال آیا کہ اگر خیر میں ہونگا تو زینب بہ خیر ہو کر کچھوں کو امانت کار قرار دلائے گی۔

اب تک ٹھکانے لگی زینب کی کماٹی

الغرض حضرت عباسؓ بیان دو دیو نہال گلستانِ جعفری کو ساتھ لے

انفوس دونوں شیر گدڑوں پر سوار ہو کر میدان کی طرف دوڑ پڑے

jabir.abbas@yahoo.com

اور رجز پڑھنے کے بعد فوج مخالف پر ایسا شدید حملہ کیا کہ دشمنوں کے غول کے غول بھاگتے چلے جاتے تھے۔ وہ شہزادے لڑتے لڑتے غیرہ عمر سعد تک پہنچ گئے وہ ملعون خوف زدہ ہو کر شیش خیمہ سے نکل بھاگا اگر وہ کچھ دیر خیمہ میں رہتا تو اس کا کام تمام ہو چکا تھا پس اس ملعون نکل کر اپنی فوج کو ڈانٹا کہ کچھ تم بزدل ہو۔ دو بھوں کو نہیں گھیر سکتے ابو خالد یزدی پہلو میں تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر سعد! میں تجھ دیکھتا۔ یہ جعفر کے پوتے اور علی کے نواسے ہیں۔ ان سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے ذرا آگے بڑھ کر دیکھ۔ کہ کس طرح دونوں نے خون سے زمین رنگیں کر دی ہے۔ اور میدان کر بلا کو گشتیں سے بھر دیا ہے۔

راوی کہتا ہے۔ کہ وہ جعفر کے دونوں شیر دشمنوں کو خاک پر گراتے اور زور حیدری دکھاتے نہر کے کنارے پر جا پونچے۔ آہ جب بیابانوں نے نہر کے ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کو میں مارتے دیکھا۔ تو بدن میں سنسنی پڑ گئی۔ چاہتے تو نہر میں داخل ہو کر پیاس بجھا سکتے تھے۔ لیکن سبحان اللہ کیسے وفادار و حق شناس تھے۔ کہنے لگے۔ کہ ہم سے پھوٹے پھوٹے پتے تو خیموں میں

پایے ہوں۔ اور ہم ہانپی لیں۔ پس ہانپی کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھا۔ کتب مقابل میں ہے۔ کہ جب یہ دونوں شیرازات کی طرف سے واپس آ رہے تھے۔ تو طامین نے چار طرف سے گھیر کر وار پر وار کرنے شروع کر دیے۔ زخمی تو تھے ہی۔ کہاں تک لڑی دل فوج کا مقابلہ کرتے آخر جب زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑوں سے گرنے لگے۔ تو لازدی یا ابن رسول اللہ اذہر کئی۔ حضرت یہ خدا سنتے ہی مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ آہ آہ جب وہاں پہنچے تو وہاں کو خاک پر لڑیاں لگنے پائے۔ غم کی چھری بکھر پر چل گئی۔ دل سینہ میں ترپ گیا حضرت علی اکبر و عباس حضرت کے ساتھ تھے۔ دونوں نے لاشے گود میں اٹھائے اور امام مظلوم نے قلم کے پھر سے سنان پر سایہ کر لیا۔ غرض کہ اس طرح سے خیمہ گاہ کی طرف چلے۔ آہ جب سیدانیوں کو معلوم ہوا۔ کہ عون دہم آ رہے ہیں۔ تو سب خیمہ جناب زینب میں جمع ہو گئیں۔ اُس وقت کا حال کیا بیان کروں۔ کہ جب پتے یعنی زینب کے جگر گشتے خون میں نہائے۔ زخموں سے چور چور جان کنی کے عالم میں خیمے کے اندر لائے گئے۔ ہر ایک بی بی ان کی حالت دیکھ کر ماہی

بے آب کی طرح تر پتی تھی۔ پس جب مادر کی نظر پتوں پر پڑی۔ تو نیلی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پتوں نے ہاتھ اٹھا کر ماں کو سلام کیا اور ہلکی آواز میں کہا۔ کہ اماں جان اب تو آپ خوش ہیں۔ خدا گناہ ہے ہم نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پانی منہ کے پاس تھا اگر قطرہ پیا ہو تو گنگھ گار۔ اور اے اماں جان ظالم ہر چند پوچھتے رہے کم رخصت ماں کے کو نہال ہو۔ مگر ہم نے نہیں بتایا۔ یہ باتیں سن کر جناب زینب بے تاب ہو گئیں۔ دونوں کے منہ جھوم کر فرمانے لگیں۔ کہ اے پتو یہ تمہاری ماں تم پر سو جان سے فدا۔ تم نے میری لاج رکھ لی تو میں نے دودھ بھی بخشا۔ مجھ پر تمہارا بڑا احسان ہے۔ ابھی آپ یہ کہہ رہی تھیں۔

ناگاہ انہیں موت کی ہچکی ہوئی آغاز اور سینہ سے بھی آنے لگی ہونکی آواز زینب کی طرف زنگی اکھڑ گئی کہ باز کی عرض اٹھا لیجئے اب آخری اک ناز رکھ دیجئے ملتے قدم شاہ اُمم ہر

عزت ہے قدم نکلے تو ماموں کے قدم پر

پس کر جناب زینب کے دل میں مہر مادی کا ایک جوش پیدا ہوا

چاہا۔ کہ اپنے جگر گوشوں سے پلٹ جائے مگر جہانے سیدانی کے ہاتھوں میں زخمیر ڈال دی۔ بالوں نے امام نے جناب سید الشہداء سے فرمایا۔ کہ اے والی میرے۔ اس وقت ان پتوں کا وقت اخیر ہے۔ آپ ذرا باہر تشریف لے جاویں۔ کیونکہ کوکہ اُجڑی ماں اپنے بیٹوں سے آخری نگاہ کرے۔ پس کر جناب سید الشہداء و خیمہ سے باہر چلے گئے۔ جناب زینب نے جب دیکھا پتوں کی حالت نازک ہے۔ ماس کی آخری گھڑیاں ہیں۔ تو دونوں بیٹوں کے درمیان لیٹ گئیں۔ وارنا ہاتھ بٹھے کے سینہ پر اور اٹاٹا ہاتھ چھوٹے کے سینہ پر رکھ کر فرمانے لگیں۔ کہ اے میرے کو نہالو۔ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ اس وقت تمہاری کنیز عتوں۔ یہ اللہ نے تمہیں شرف دیا۔ اے میرے لاڈلو! ماں کو مسخرہ کرنے والو۔ جنت میں ابھی تشنہ لبی کی شکایت دکرنا۔ اے عون بیٹا۔ اپنے چھوٹے برادر کا خیال رکھنا۔ اندھیری رات میں کہیں ڈر نہ چلے۔ ابھی کہہ رہی تھیں۔ کہ ان پتوں کو ایک ہچکی آئی۔ اور وہ دونوں رُوحیں جنت کو پہرہ داز کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا رَہِیْہُ

چودھویں مجلس

شہادت حضرت قاسم علیہ السلام

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الْوَسْلَامُ حُسَيْنٌ مِثِّيَ قُلَامًا مِنْ الْجَحْشِ يَنْ - فرمایا جناب رسالت مآب علی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ مومنین۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جانا امام حسین رسول اللہ کی پیاری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اور اے مہربان میں اپنا مانا کے خطاب سے ابن رسول اللہ ہیں۔ مگر آپ کا یہ فرمانا۔ کہ میں بھی حسین علیہ السلام سے ہوں۔ اس میں جو لوگ کوتاہ ہیں ہیں غلطی کھا جاتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ حسین سے کہتے ہیں۔ ذرا عقل کی روشنی میں دماغ سے کام لیں۔ اور یاد کریں اچھے حضرت ابراہیم کا۔ کہ جب جناب ظیل اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند اسماعیل کو ماہ غدا میں ذبح کر چکے اور آنکھوں سے پٹی اتاری تو کیا دیکھا۔ کہ جناب اسماعیل تو صبح و سالم باپ کے پاس کھڑے ہیں۔ مگر ذبیحہ جنت ذبح کیا پڑا ہے۔ بہت گھبرائے۔ دست ہٹا

میدان میں لاکر قال دی۔ اور روز عاشورہ اپنے اور اپنے صاحب کے گلے سے حق و باطل کے راستوں کے درمیان ایک ایسا نمایاں خطہ کھینچ دیا۔ کہ قیامت تک دنیا کی کوئی طاقت اس کو مٹا نہیں سکتی حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیا کو جو بدی و بدات سے بچانے کے لئے جس حوصلہ مندی اور غیر معمولی شہادت کے کرب و اللہ نے کام لیا۔ اور اپنے کمال ایمان اور توکل علی اللہ کا بہترین مظاہرہ کرنا دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملتی نہ مرد۔ جوان و پیر۔ بچہ اور بوڑھا۔ صبح کے صبح ایک رنگ میں لگے ہوئے تھے۔ موت کا وہ تلخ جام جس کے تصور سے لوگوں کے بدن میں عرشہ پر لپٹا ہے۔ وہ نصرت دین کے جوش میں اس ذوق و شوق سے پی رہے تھے۔ گویا دودھ حاد و شہد کے پیالے۔ ان کے منہ سے لگا دیے گئے ہیں۔ چنانچہ منقول ہے۔ کہ جب امام مظلوم کے تمام انصار میدان جنگ میں کام آچکے۔ اور عزیز بھی درجہ بدرجہ شہادت پہنچنے لگے۔ تو جناب قاسم ابن جن جن حاضر خدمت ہوئے۔ اور بعد سلام اذن کار زار اپنے چچا سے طلب کیا۔ تو جناب بیٹا اللہ اپنے قیمتی چچے کو چپاتی سے لگا کر ہت روٹھے اور فرمایا۔ اے عزیز قاسم میں تجھے کیونکر اجازت دوں۔ تو میرے بچے بھائی

میں عرشہ بڑھا۔ دُعا مانگی۔ ہا یا اللہ۔ کیا میری قربانی قبول ہوئی۔ عاقبتی۔ کیا ابراہیم یہاں قیامت کا امتحان تھا۔ قیامت کو دیکھ کر جیم بچا لیا گیا۔ اسی جیم ایک سو دو بیوی قربانی لی جائے گی۔ اس لئے جناب رسالت آج ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اگر خدا کو حسین کی قربانی میدان کربلا میں چاہی ہو تو ہوتی۔ تو جناب اسماعیل میرے جہ ذبح ہو جاتے۔ اور میرا دھوکہ دنیا میں نہ آتا۔ چونکہ جناب اسماعیل عطا فرمائی جناب میں روزہ رہے اس لئے میں بھی حسین سے ہوں۔ تو میرے چچا کو شہر اسلام کو جو بعد جناب رسالت مآب خشک و پژمرہ ہو گیا تھا حسین نے اپنے خون سے آبیاری کی۔ لہذا رسول بھی حسین سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہم اہلبیت اولنا محمد و اولنا عیسیٰ و اولنا عیسیٰ و اولنا عیسیٰ و اولنا عیسیٰ ہمارا اول بھی محمد اور وسط بھی محمد اور آخر بھی محمد اور ہم کل کے کل محمد ہیں تو جو جیسی۔ کہ جب جناب بیٹا اللہ نے دیکھا۔ کہ میرے نانا کتبہ کو باوجود مخالف کے جو نیکے بر باد کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کو صبح و غلط رستہ کا امتیاز نہ ہو گیا ہے۔ تو آپ کے دل میں ناقابل برداشت غلطی پیدا ہوئی۔ اور آپ پوچھے جوش کے ساتھ اٹھے اور اپنی کل بغاوت کو ملک کے

کی نشانی ہے۔ مجھے دیکھ کر مجھ اپنی بھائی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اسے فرزند تو ابھی کم سن ہے۔ میرا دل اس پر آمادہ نہیں ہوتا۔ کہ مجھے جینا دوں کہ ہالے۔ خوش روز و روز کو ان خوشگوار و مندوں میں تیرے دوبرکھانے کے لئے بوجھوں۔ بیٹا تیری بھائی سے تیری دیکھا ماں کا کھو شوق ہو جائے آمان کے دل میں ابھی بہت سے ارمان ہیں۔ ابھی تو ان بے چارے نے تیری جوانی کی بہار بھی نہیں دیکھی۔ یہ سن کر جناب قاسم آہ دیو ہوئے اور خدمت امام میں عرض کی کہ اے چچا جان میں آپ کو اپنے چچا کو کوا کی طرح کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ مجھ کو شرف شہادت سے محروم نہ رکھئے یہ ضرور ہے کہ میں ابھی کم سن ہوں۔ لیکن مجھ کو کھو شوق ہو جائے کہ علی جیسے شجاع کا لہو نا اور جاس جیسے غازی کا ہتھیار ہوں۔ میدان میں جا کر ہاشمی شجاعت کے وہ جوہر دکھاؤں گا۔ کہ یہ نابکار رستہ میں نہیں ابھی چچا اور بھتیجے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔

کہ ناگاہ ہوئی ایک سونے کی آذان ہو گیا تب دھڑکے خیمے میں لٹے تیرے دادا پوچھا، کہ بھائی تو یہ زینب نے بتایا ہے مادر قاسم نے مجھ حال بنایا خدشہ کے لئے کچھ کرتی ہیں بھائی کیوں جہنگ کے قابل نہیں کیا میری کٹائی

چودھویں مجلس

شہادت حضرت قاسم علیہ السلام

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبَشِّرْ بِمَنْ بَنَى وَبَنَانَا
مِنَ الْخَيْرِ سَيِّدٍ - فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
کو حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ مومنین۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جناب
امام حسین رسول اللہ کی پیاری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اور کیا مبالغہ میں ابنا مانا
کے خطاب سے ابن رسول اللہ ہیں۔ مگر آپ کا یہ فرمانا۔ کہ میں بھی حسین
علیہ السلام سے ہوں۔ اس میں جو لوگ کوتاہ بین ہیں غلطی کھا جاتے ہیں۔
کہ جناب رسول اللہ حسین سے کہتے ہیں۔ ذرا عقل کی روشنی میں دماغ
سے کام لیں۔ اور یاد کریں ابراہیم علیہ السلام کا۔ کہ جب جناب خلیل اپنے
ہاتھ سے اپنے فرزند اسماعیل کو راہ خدا میں ذبح کر چکے اور آنکھوں سے
پتی اُناری تو کیا دیکھا۔ کہ جناب اسماعیل توضیح۔ سالم آپ کے پاس
کھڑے ہیں۔ مگر نذیر جنت ذبح کیا پڑا ہے۔ بہت گھبرائے۔ دست پٹا

میں ریشہ نہا۔ دُعا مانگی۔ بارِ اِلاہ۔ کیا میری قربانی قبول ہوئی۔ عطا آئی۔ کہ
ابراہیم یہاں نیت کا امتحان تھا۔ نیت کو دیکھ کر جبریم بھالیا گیا۔ اسی جسم
ایک روز بڑی قربانی لی جائے گی۔ اس لئے جناب رسالت مآب
ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اگر خدا کو حسین کی قربانی میدانِ کربلا میں مقصود
دہوتی۔ تو جناب اسماعیل میرے جود ذبح ہو جاتے۔ اور میرا وجود
موتیا میں نہ آتا۔ چونکہ جناب اسماعیل خاطر قربانی جناب حسین کو دے رہے
اس لئے میں بھی حسین سے ہوں۔ دُسرے جود ذبح نہ ہوا کہ شجر اسلام کو جو بعد جناب
رسالت مآب خشک و پژمرده ہو گیا تھا حسین نے اپنے خون سے
آبیاری کی۔ لہذا۔ رسول بھی حسین سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہم
اہلبیت اولنا محمد وادرسنا محمد واکثرنا محمد وکلنا محمد یعنی
ہمارا اول بھی محمد اور واسطہ بھی محمد اور آخر بھی محمد اور ہم کل کے کل محمد ہیں
یہی توجہ تھی۔ کہ جب جناب سید الشہداء نے دیکھا۔ کہ میرے نانا کے بن کو
باپ مخالف کے جود نہ برباد کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کو صحیح و غلط رستہ کا
استیوار شکل ہو گیا ہے۔ تو آپ کے دل میں ناقابل برداشت تڑپ پیدا
ہوئی اور آپ پورے جوش کے ساتھ اُٹھے اور اپنی کل بضاعت کر مالکے

میدان میں لاکر کمال دی۔ اور روزِ عاشورہ اپنے اور اپنے اصحاب کے خون
سے حق و باطل کے راستوں کے درمیان ایک ایسا نمایاں خط کش دیا۔ کہ
قیامت تک دنیا کی کوئی طاقت اس کو مٹا نہیں سکتی حقیقت یہ ہے۔ کہ دینِ خدا
کو جو بدی و برات سے بچانے کے لئے جس جو صدمہ مندی اور غیر معمولی شہادت
کربلا والوں نے کام لیا۔ اور اپنے کمال میدان اور توکل علی اللہ کا بسترِ شہاد
کرا با دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملتی نہ مرد
ہوئے دبیر۔ چچہ اور بڑ بڑھا۔ سب کے سب ایک رنگ ہیں گئے ہیں
تھے عزت کا وہ تلخ جام جس کے تصور سے لوگوں کے بدن میں ریشہ
پڑھا ہے۔ وہ نصرتِ دین کے جوش میں اس ذوقِ دشوق سے پی رہے
تھے گویا دُردِ حادثہ شہد کے پہلے۔ ان کے منہ سے لگا دیئے گئے ہیں۔
چنانچہ معقول ہے۔ کہ جب امام مظلوم کے تمام انصار میدانِ جنگ میں
کام آپکے۔ اور عزیز بھی دودھ و درجہ شہادت ہانے لگے۔ تو جناب قاسم
ابن جن حافیہ خدمت ہوئے۔ اور بعد سلام اذن کار زار اپنے چچا سے
طلب کیا۔ تو جناب سید الشہداء اپنے قیمتی جیسے کو چچائی سے نکال کر ہاتھ دے
اور فرمایا۔ اسے زبرد قاسم میں بھیجے کیونکہ امانت دے۔ تو میرے بڑے بھائی

کی نشان ہے۔ مجھے دیکھ کر مجھے اپنی بھائی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اسے فرزند
تو ابھی کم سن تھے۔ میرا دل اس پر آمادہ نہیں ہوتا۔ کہ مجھے جینا دے
کہا لے۔ خوش رُوزِ زندگانِ خوار و دندوں میں تیغ و تبر کھانے
کے لئے بچہ دوں۔ بیٹائی میری بھائی سے تیری دیکھا مال کا کلہر شوق ہو جائے گا
آہان کے دل میں ابھی بہت سے ارمان ہیں۔ ابھی تو ان بے چارے نے
تیری جوانی کی بہار بھی نہیں دیکھی۔ یہ سن کر جناب قاسم آہردہ ہوئے
اور خدمتِ امام میں عرض کی کہ لے چچا جان میں آپ کو اپنے ہمدردوں کا
کی طرح کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ مجھ کو شرفِ شہادت سے محروم نہ رکھئے
یہ فرور ہے کہ میں ابھی کم سن ہوں۔ لیکن مجھ کی جھڑپ سے فرما جیل ہے کہ
علی جیسے شجاع کا لڑنا اور جاس جیسے غازی کا ہتھیار ہوں۔ میدان میں
جا کر ہاشمی شجاعت کے وہ جوہر دکھائوں گا۔ کہ یہ ناجائز رستہ میں جاؤں
ابھی چچا اور بھتیجے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔

کہ ناگاہ ہوئی اک بونے کی آواز ہوئی تب دڑ کے غصے میں گئے سید والا
پوچھا کہ بھائی کیا تو یہ زینب نے بتایا ہے مادرِ قابم نے جب حال بنایا
نہت کے ملنے کا کڑی ہے بھائی کیوں جنگ کے قابل نہیں کیا میری کائی

یہ منہ ہی شیر کے آئینہ ہوئے جاری تصور جن آنکھوں میں بچنے لگی پیار
کے لکھے بھائی جو مرضی ہو تھا کیا کتا ہوں کہ میرے خانی باری
چپے بھی ہوں قرآن یہ کیا وقت بڑا ہے
رد و نوا میں بھی دعو حق کی رضا ہے

یہ من کہ جناب ام فردہ مادر قاسم حکم خدا بجالا میں ماحول نے پیش
قاسم کو بچانی سے لگا رکھت پیار کیا اور فرمایا کہ لے و شام میدان کارزار
میں ایسی جنگ کرو کہ تمہاری ماں مٹ کر ہو جائے۔ یہ من کہ جناب
قاسم نے ایک انگریزی ملی اور کہا کہ اے مادر گرامی! انشا اللہ ان ملازمین
کو ایسی سزا دوں گا کہ تا حشر یاد رہے۔ یہ کہہ کر اپنے عم نامہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے پس حضرت نے اپنے بھتیجے کو بچانی سے لگا کر زوار عنایت
فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے تبرکات امام حسن علیہ السلام خیمہ سے منگو کر
جناب قاسم کو اپنے ہاتھ سے پہنڈے اور آراستہ کیا۔ عمامہ میں بھٹی مسرور
باندھا۔ زہرہ بدن میں پہنائی۔ چٹکے سے کر کسی چھوٹی سی تلوار حامل کی۔
اور عمامہ باندھنے کے وقت بچانے کو دیکھ کر اس طرح سے چہرے پر
ٹھکے۔ کہ جناب قاسم بالکل دھو لھا معلوم ہوتے تھے۔ آپ کا مطلب

تھا کہ جناب قاسم کی ماں اپنے تخت بکر کو دھو لھا بنے ہوئے دیکھ لے۔
اور دیکھے بھی شہزادہ کو اصطلاح میں دھو لھا کہتے ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر
دھو لھا کے ساتھ ہونے لگا۔ غرض کہ جب جناب قاسم کو حضرت سلاح
محب سے آراستہ کر چکے۔ تو بھتیجے کی ضرورت دیکھ کر زار نار روئے گئے۔
تصور جن آنکھوں میں پھر گئی۔ دوسرا ہ چھاتی سے پٹا لیا۔ اور گھوڑا
طلب فرما کر خود ہی جناب قاسم کو اس پر سوار کیا۔ اور نہایت غم ناک
بہر میں فرمایا۔ اچھا بیٹا سدا رہا۔ خدا حافظ، لکھا ہے کہ جناب قاسم
مُرضعت ہو کر تھوڑی ہی دور گئے تھے۔ کہ سہ

ناگام ہوئی ان بچے سے آواز یہ پیدا گھوٹے کی حناں دیکھنے لگے افسوس ہی جاہ
یہ منہ ہی قاسم نے وہیں اس کو کوا کچھ دیر میں آپہنچے وہیں تیرہ والا
گھوڑے سے اُتر آئے جو شاہ زمین پر
بوسے دینے شاہ نے اُسے لٹکائے کہیں پر

پس خدمت عم نامہ میں حضرت قاسم عرض پر داز ہوئے۔ کہ لے
چچا جان یہ فروی آپ سے مُرضعت ہو کر آیا تھا۔ بغیر اذن حضور میں نے
عم نہیں اٹھایا۔ یا حضرت جو ہر صبر دکھائیے جس را یا حضرت نے کہ

پہرہ سون

اس بچہ کے پیالے شہزادے پر ٹوٹ پڑے اور ہر طرف سے تیرو
شمیر اور خیمہ و سنان کے وار کرنے شروع کر دیئے یہاں تک
کہ جناب قاسم زخمیوں سے جوڑ جوڑ ہو گئے۔ روایت کے الفاظ یہ
ہیں۔ فقط وارثا اذیثا۔ ایک ایک عضو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔
جب گھوڑے پر دُرک سکے۔ تو آواز دی یا عہد ادرکائی لے
چچا جان آئیے۔ کہ میں نے اپنی جان حضرت پر سے تھار کی۔ یہ صدا
سننے ہی امام مظلوم کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ حضرت عباس
اور شہزادہ علی اکبر کو ساتھ لے کر آپ مقل کی جانب روانہ ہوئے
اے آہ حضرت کے بچنے سے پہلے ہی وہ جفا کار لاشہ جناب قاسم کو
پا پاں کر چکے تھے۔ جب حضرت وہاں پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ لاش
جناب قاسم کی چور چور ہو چکی ہے۔ آہ یہ حالت دیکھ کر حضرت کے
دل کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ بھتیجا بھی رُہ بھتیجا جو مسموم بھائی
کی نشانی اور اس طرح گھوڑے کے منوں سے کھلا ہوا۔ راوی
کہتا ہے۔ کہ حضرت کی حالت جیسی جناب قاسم کی لاش دیکھ کر
تباہ ہوئی۔ کسی لاش پر ایسی نہیں ہوئی۔ بے دم خاک پر پڑے

سہادت حضرت قاسم

۱۲۶

پہرہ سون

اے بیٹا قاسم میرے بھائی کی نشانی جس وقت اپنے پدر عالی مقدار کی
خدمت میں جانا میرا سلام عرض کرنا۔ اس کے بعد حضرت نے پوچھا۔ کہ لے
بیٹا موت کو کس پاتے میرے عرض کی یا عم اعلیٰ بن العسل۔ یعنی اے
چچا شہد سے زیادہ شیریں پاتا ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت نے فرمایا
بیٹا شاہنشاہ خدا مجھ کو ہمارے فیروے۔ اس کے بعد حضرت تو خیمہ کی
طرف چلے گئے۔ اور جناب قاسم میدان میں آئے۔ اور بعد حمد و ثنائی
کے وہ دیرانہ جنگ کی۔ دشمن کسے ہوش آڑ گئے۔ کو فو و شام کے
کئی نامور نہرو آڑ ماؤں کو آپ نے تہ تیغ کیا جناب عباس اور حضرت
علی اکبر ہر ہر وار ہر نعرہ تحمیں و آفرین بلند کر رہے تھے۔ اور امام
مظلوم تبسم فرماتے تھے۔ کتب مقاتل میں کشمگان جناب قاسم کی
تعداد بیالیس تک لکھی ہے +

پس بعد نے جب یہ دیکھا۔ کہ کوئی جنگ جو جناب قاسم پر
غالب نہیں آتا۔ اور اس رزق جیسے نامی پہلوان تک ان کی بلے پناہ
تلوار سے بچ نہ سکے۔ تو اس شقی نے حکم دیا۔ کہ اس جوان کو چاروں
طرف گھیر کر تلواروں میں رکھ لو۔ یہ سنتے ہی ہزاروں نابکار یکایک

عجیب کھرام پیا تھا۔ ہر طرف سے ماہ قاسما
ماہ قاسما کی صدا میں آ رہی تھیں جناب ام فردہ مادر قاسم لاش کا
شانہ ہلا کر کتنی تھیں

نوحہ

بولی یار لنگار ہائے میرے گلبدن دل کو نہیں ہے قرار۔ ہائے میرے گلبدن
لے میرے دل کی کالی کس کی نظر کھا گئی قاسم عالی وقار ہائے میرے گلبدن
جھٹے تھی بل بلوغ باغ لے میرے گھر کے چراغ
دل ہوا اب تار تار۔ ہائے میرے گلبدن
مادر پرہ کے لال، لاش ہوئی ہاٹمال رعد کی لیل نہار ہائے میرے گلبدن
خوب لٹے اہ واد، مرنے خروماں کو کیا جائیں ہیں تھے نثار ہائے میرے گلبدن
حیدر خستہ جگر، ہو گیا اس جاحشر
کتنی تھی ماں بار بار۔ ہائے میرے گلبدن

=====

ہوئے تھے۔ جب ذرا ہوش آئی۔ تو بے اختیار چھاتی سے پٹا لیا۔
اور زار زار روتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ لے قاسم کاش مجھے پہلے
موت آجاتی اور تمہاری یہ حالت نہ دیکھتا۔ بیٹا اس عالم غربت میں
میں تم بھی مظلوم بچا کو چھوڑ کر چل بسے۔ اے یادگار برادر لے
میرے گود کے پالے مظلوم حسین کس منہ سے تیری دکھیا ماں کے
پاس جائے۔ اور کس زبان سے تیرے مرنے کی خبر اس غم کی
ماری کو سنائے۔ آہ آہ مومنین جب حضرت نے چاہا۔ کہ جناب
قاسم کی لاش کو خیمے میں لے جائیں تو وہ جد اطہر کی طرح اس قافلہ
تھا۔ کہ خاک سے اٹھ سکے۔ ایک ایک عضو جدا ہو رہا تھا آخر
جس طرح بنا۔ امام مظلوم و جناب عباس اور حضرت علی اکبر نے
اس پاش پاش جسم کو خاک سے اٹھایا۔ اور بحال تباہ خیمہ گاہ
تک پہنچایا۔ آہ۔ آہ کس زبان سے عرض کروں۔ کہ جناب قاسم کی لاش
خیمہ میں آئی۔ تو سیدانوں کا غم سے کیا حال ہوا۔ کھاکسی ماں کو دنیا
میں حمان بیٹے کی لاش اس حالت میں نہ دکھلائے۔ جس حالت میں
مادر جناب قاسم نے اپنے فرزند کی لاش کو دیکھا۔ اس وقت

پندرھویں مجلس

شہادت حضرت عباس علیہ السلام

مخبر صادق جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس
مجلس میں فضائل و مناقب جناب امیر شاہ قلعہ گیر و اہلبیت طاہرین بیان
ہوں۔ وہاں فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ اور اہل مجلس سے
مصافحہ کرتے ہیں۔ پس جب وہ مجلس اختتام کو پہنچتی ہے۔ تو وہ فرشتے
آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ پس اور فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ ہمیں
تم سے ایسی خوشبو آتی ہے کہ ہم دوسرے فرشتوں میں نہیں پاتے
اس کی کیا وجہ ہے پس وہ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ اس وقت ہم ان لوگوں کے
پاس سے آئے ہیں۔ کہ جو ذکر محمد و اہل بیت محمد میں مشغول تھے پس
یہ خوشبو ان کی خوشبو ہے۔ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں بھی وہاں
لے چلو جہاں ذکر اہلبیت ہوتا ہے۔ یہ سن کر وہ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ
اس وقت وہ لوگ اپنے اپنے گھر دلیں چلے گئے ہیں پس یہ سن کر

فرشتے کہتے ہیں۔ کہ میں اس مکان ہی میں لے چلو جہاں ذکر محمد و اہلبیت
محمد ہوتا ہے +

نوحان اللہ مومنین کس قدر مراتب ہیں اس مجلس کے۔ کہ جس کی ثنا
فرشتوں کو اس قدر ہے۔ خوشحال تھا۔ کہ تم اس غریب و بے کس
بے آشنا کی مجلس میں شامل ہو جس کو ہر سادینے والا کوئی نہ تھا +
منقول ہے۔ کہ ایک روز جناب حیدر کزار مسجد کوؤذیں و عطا فرما
رہے تھے۔ اور لوگ ہمہ تن و عطا کے سننے میں مصروف تھے۔ جناب
امام حسین پرہیاس نے غلبہ کیا۔ آپ نے قبر سے پانی طلب کیا۔ چونکہ
قبر بھی و عطا سننے میں ایسے محو تھے کہ شہزادے کے فرمان کو نہ سنا کر
حضرت جناس جو بہت ہی غور و سال تھے۔ فوراً دوڑے گئے
اور پانی کا جام لئے ہوئے۔ جو کہ ننھے ننھے ہاتھوں سے چھلکتا
ہوا آ رہا تھا۔ اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئے۔ جو بھی جناب امیر کی
نظر حضرت جہان پر پڑی۔ تو کیا دیکھا۔ کہ حضرت عباس باوجود
صفیر سنی کے حسین کو پانی پلا رہے ہیں۔ اور تمام کپڑے تر ہو رہے
ہیں۔ پس جناب امیر کی آنکھوں میں واقعہ کی ہلاکی تصویر پھر گئی۔

لگے ابو الفضل عباسؓ۔ میں ایک آپ کو واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں
جب شہزادہ عالم جناب ظہر زہرا کا انتقال ہوا۔ توجہ آپ میر علیہ السلام
کی طرح دوسری شادی کر لے رہے تیار نہ تھے۔ جب لوگوں نے زیاد
زور دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اچھا کسی بہادر شریف اور غریب دار قیلہ کی
عورت تلاش کرو۔ تاکہ اس سے جو لڑکا پیدا ہو۔ مرنے والا شہزادہ میر
حسین پر اپنی جان قربان کرے۔ مومنین یہ سننا تھا۔ کہ جناب عباسؓ نے
جوش شجاعت میں ایک ایسی انگلی لٹی۔ کہ رکابوں کے تسمے ٹوٹ گئے۔
اور فرمانے لگے۔ کھانہ اللہ سے نہ ہیر کیوں کہ ممکن ہے۔ کہ تم غیر تو
فرزند رسول کے ساتھ اتنی ہمدردی اور محبت رکھو اور میں بھائی ہو کر ان کا
ساتھ چھوڑ دوں۔ اے زہیر لعنت ہے۔ ایسی زندگی پر جو حسینؓ سے جدا
ہو کر دنیا میں بسر کی جائے۔ جناب زہیر یہ سن کر کٹش ہو گئے۔ اور مانے
لگے ابو الفضل عباسؓ میری اس گستاخی کو معاف فرمائیے۔ میں نے
جو کچھ کہا ہے۔ ازراہ ہمدردی و محبت حسینؓ میں کہہ دیا ہے۔ مرجا آپ کی
وفاداری و جان فداکاری پر مومنین جناب عباسؓ سے وفادار بھائی دنیا
میں لوگوں کو کہاں ملتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ میں طرح جناب عباسؓ

اور آپ برسرِ منہ آبدیدہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر لوگ حیران ہوئے۔ اور باعث
گریہ دریافت فرمایا۔ تو آپ نے کہا۔ کہ اس وقت مجھے واقعہ کرنا یاد
آگیا۔ ایک دن ایسا آئے گا۔ کہ تلاش آب میں اس بچے کے دونوں
بازو رفاقت حسینؓ میں قطع ہو جائیں گے۔ فوراً عباسؓ کو گود میں اٹھا
لیا۔ اور دونوں بازوؤں کے برسرے لینے لگے۔ آپ بھی مدد دے تھے۔
اور مجمعِ مختار بھی رورہا تھا۔ چنانچہ شہبِ عاشورہ کا واقعہ ہے۔ کہ
جب شمر ملعون خیمہ جناب امام حسینؓ پر حضرت عباسؓ کے لئے امان لے کر
حاضر ہوا۔ توجہ آپ زہیر بن العقیق اصحاب امام حسینؓ علیہ السلام
کو خیال پیدا ہوا۔ کہ بدارا شمر ملعون اپنی حکمرانی کا کوئی جال بھیلے اور
حضرت عباسؓ کو درغلانے میں کامیاب ہو۔ فوراً بوقتِ نصف شب
جناب زہیر اپنے خیمہ سے نکلے اور گھوڑے پر سوار ہو کر جناب عباسؓ کے
خیمہ کے سامنے آ کر آواز دی۔ کہ اے ابو الفضل عباسؓ ذرا خیمہ سے باہر
تشریف لائیے۔ مجھے آپ سے کچھ ضروری گفتگو کرنی ہے۔ چنانچہ جناب
عباسؓ باہر تشریف لائے۔ اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جناب زہیر کے
ساتھ چلے گئے۔ جب خیمہ گاہ سے کچھ دُور نکل گئے۔ توجہ جناب زہیر نے

چنانچہ راوی کہتا ہے۔ کہ جب تمام احوال و انصار حضرت زید الشہدا
کے سامنے علی اکبرؓ و علی اصغرؓ شہید ہو گئے۔ اور حضرت قاسمؓ کا بھی چاند سا
بدن گھوڑوں کی ٹاپوں سے ہمال ہو چکا۔ توجہ حضرت عباسؓ سے ہر گاہ کیا
دل میں کہلا کہ اے عباسؓ اب کیا لطفِ زندگی ہے۔ جبکہ تیرے
سامنے چھوٹے پھوٹے بچے پیاس سے جان بلب ہوں۔ اور قاسمؓ سا
بھتیجا پامالِ ستم اپنا ہو جائے۔ پس علمِ ساداتِ شہم کو دوش پر
رکھ کر ہوئے اور آنکھیں سرخ کئے ہوئے۔ خود میں اپنے آقا امام حسینؓ
علیہ السلام کے حاضر ہوئے۔ اور بعدِ آدابِ سلام کے عرضِ بہداز ہوئے کہ
اے میرے آقا مجھے اجازت کارزارِ غایت ہو۔ کیا عباسؓ بچوں کو اس طرح
پیاس سے جان بلب دیکھے۔ اور جیتا پھرے۔ اسی وقت علم کو حضرت
کے سامنے رکھ دیا۔ اور کہنے لگے۔

مروا تھا جن شیر و نمکین دیکھ کے بیمار آج ان کو تڑپتے ہوئے یاں دیکھا کئی بار
بے فوج کے کس کلام کا ہوتا ہے علمدار اب سے یہاں تک کا دھبہ پڑے بار
دنیا سے نجات اب ہمیں یا شاہِ اُمم دو
عباسؓ کو فردوس دو۔ اکبرؓ کو مسلم دو

نے اپنے بھائی حسینؓ سے وفاداری کی اس طرح سے غلام اپنے آقا سے
نہیں کر سکتا۔ یہ ان ہی کا حصہ تھا۔ واقعہ کرنا میں ان کا سن بتیں ہر گاہ
تھا۔ خوبصورت اور وجہ اس قدر تھے۔ کہ تمام رشک کرتے تھے اور
تھاپ کا اتنا تھا۔ کہ اگر اسپر و رکاب پر سوار ہوتے تھے۔ تو ہاؤں زمین
تک پہنچتے تھے۔ بلکہ زمین اپنی خوش طالعی جان کر پائے اقدس کے
بوسے لیتی تھی۔ اسی وجہ سے ان کو باہنہ بی ہاشم کہتے تھے۔ اور ذنون
پہ گری اور نیزہ بازی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے حسینؓ مظلوم لے
اپنا علمدار رشک کرنا پڑا ہوا تھا۔ آپ کی غیر معمولی شجاعت اور خدا داد زور و
طاقت پر اہل حرم کو اتنا بھروسہ تھا۔ کہ جناب زینبؓ فرماتی تھیں۔
کہ جب گھروں میں قتلِ حسینؓ کا ذکر مسمیٰ تھی۔ تو دل میں کہا کرتی تھی کہ
جس حسینؓ کا بھائی عباسؓ جیسا شیر ہو۔ کسی کی طاقت ہے۔ کہ اُسے
قتل کر ڈالے۔ جس زینبؓ کو عباسؓ جیسے بہادر بھائی کی بہن بننے کا فخر
حاصل ہو۔ کسی کی ہمت ہوگی۔ کہ اس کے سر سے چادر چھین سکے
لیکن آہ آہ روزِ عاشورہ جب میرا شیر سا بھائی نہرِ فرات کے کنارے
شہید ہو گیا۔ تو مجھ اس وقت سب باتوں کا یقین ہو گیا۔

خُشک ہو گیا ہے۔ اگر موسیٰ کے پاس کے لئے پانی کی سبیل کی جائے۔ اور دوسرے سیکند بھی پیاس سے نیم جاں ہو رہی ہے۔ یہ سن کر آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ اور جناب عباسؓ کو اپنی حضورؐ میں طلب فرمایا۔ اور کہا اے عباسؓ میں چاہتا تھا کہ تمہیں کسی طرح اجازت نہ دوں۔ کیونکہ تم میرے لشکر کی زینت تھے۔ اور تمہارے باقی رہنے سے کسی کی جرات بھی نہ تھی کہ ان خیموں کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ مگر کیا کروں فلیک کجی کر کو منظور یہ ہے۔ کہ ان کا کوئی حافی نام نہ ہے۔ اصغر شیر خوار کی پیاس سے غیر حالت ہے۔ اور سیکند بھی پیاس کے سببے نجان ہو رہی ہے اس لئے بچوں کے لئے پانی کی تلاش کرو، یہ سننا تھا

سنتے ہی بچے مسخ خوشی سے گل رُشا جھک جھکے کیسا شاہ کو کھڑ بھی کٹی بار اور جہٹے ہاتھوں کو بیٹھے پچھلے عمار

جس بھائی کو اس درجہ ادب شاہ اُم تم ہو

کیوں پشت حسین اس کی شہادت سے زخم ہو

پس حضرت عباسؓ علمدار اپنے بھائی سے اجازت حاصل کر کے برائے رخصت خیمہ اہل حرم میں داخل ہوئے۔ اور بنی یوں اور بچوں

اللہ! جس وقت جناب امام مظلومؑ کرملانے یہ کلمات برادر حق شناس سے منے۔ تو پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ عباسؓ کو دوڑ کر چھاتی سے لگایا اور

مُنہ چوم کے شہنے کہا میں کبر چکے بھائی اب نہ مٹو میرا بھی میرے خدائی خالی تو نہیں ہٹوئی دریا کی ترائی بھائی کی مگر مٹ ہے بھائی کی جدائی لاشے ہر میرے لاشے جب بین کریں گے بابا کو تیرے قبر میں بے چین کریں گے

ابھی آپ جناب عباسؓ سے یہ کلمات فرما ہی رہے تھے۔ کہ ناگاہیہ مبارک سے ایک بڑا درد آواز آئی۔ کہ اے بھائی جان اے ماں جائے جلدی سے خیمہ میں آئیے۔ یہ آواز سن کر آپ فوراً خیمہ میں آئے۔ تو کیا دیکھا۔ کہ مادر علیؑ اصغرؑ علیؑ اصغر کو لئے ہوئے رو رہی ہے۔ بچے کی حالت مایہ پیاس کے غیر معنی جاتی ہے۔ تمام بی بیاں گرد جمع ہیں۔ جناب زینبؑ نے رو کر فرمایا کہ اے بھئی اعلیٰ اصغرؑ کی زندگی خطرہ میں ہے کیونکہ پیاس سے اس کی حالت دگرگوں ہے۔ پانی تو ہم کو کہاں میسر آفس تو اس بات کا ہے۔ کہ دودھ بھی مادر علیؑ اصغر کا بسبب نایاب ہے آب طعام

پندرہویں باب

نے جب سنا کہ حضرت عباسؓ میدان میں جا رہے ہیں۔ سب کے سب گرد عہدار کے جمع ہو گئے۔ جناب زینبؑ و کلثومؑ بے تابانہ بچھاڑیں کھا رہی تھیں اور کہتی تھیں۔ کہ اے عباسؓ تمہاری ہمیں بہت ڈھارس تھی ہم کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو بچے علیحدہ بے قرار ہو کر گریہ و زاری کر رہے تھے۔ ہاتھوں جناب سیکند کا بہت غیر حال تھا۔ اپنے چچا کے دامن کو نہ چھوڑتی تھی۔ حضرت عباسؓ نے ہواؤں شکل سمجھا بچھا کر سیکند کو تسکین دی اور کہا۔ کہ اے سیکند میں تمہارا سقہ بن کر جا رہا ہوں۔ تم اپنے ہاتھ سے میرے دوش پر مشکیزہ لٹکا دو۔ راوی لکھتا ہے۔ کہ حضرت عباسؓ کی رخصت سے خیمہ میں عجب کھرام پاتا تھا۔ ان فرض حضرت عباسؓ سب کو رو تابیٹنا چھوڑ کر میدانِ دعا میں تشریف لائے کو تیار ہوئے اور آخری مرتبہ اپنے آقا مظلومؑ کرملانے سے رخصت ہو کر میدانِ جنگ کو روانہ ہوئے کہ ناگاہ بچھے سے کسی کی آواز نے وک لیا۔ کیا دیکھا کہ امام حسینؑ علیہ السلام خود ہر نفس نفیس چلے آ رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ حق شناس کھڑے سے بچھے اتر پڑے۔ سید الشہداءؑ نے فرمایا کہ اے بھائی سے

بچھے ہوئے تشریف میرے دل میں آئی تو ہر سے زندہ بچھے یا پھرے بھائی

بچھے دیئے شہنے مجھے تیری بھائی سُن لیجئے رو دادی سہری حق کے خدائی دودھ دلوں سے اس کھ میں مجھے شلو کر دو تم وہ بولا سادات میری ارشاد کر دو تم شہر بولے مبارک ہو تمہیں مشک ٹھانا پانی میرے شیعہ کو بھی مشر میں پلانا بیچارے نے وارن کو کٹنے سے بچانا عباسؓ پس از مرگ یہ اعجاز دکھانا میں شاکر و ممنون تیرا جنت میں رہونگا وہ بولا میں شیعہ کی ہی خدمتیں ہونگا

لکھا ہے۔ کہ جب میدانِ جنگ میں جناب عباسؓ کی آمد آمد ہوئی تو فرج بزم میں ایک گھڑاٹ پیا ہو گئی۔ عمر سعد گھڑاٹ پیا ہوا ہر طرف پھرا تھا اور اپنی فرج سے بتا کیدا کہتا تھا۔ دیکھو ہوشیار رہنا۔ عباسؓ جاس ڈاہا ہا ہا ہے۔ اگر تم نے اُس پر قابو نہ لیا۔ تو بھوک حسینؑ پر فتح حاصل کر لی۔ ان فرض جناب عباسؓ شیرازہ ہمہ کے ساتھ میدان میں تشریف لائے۔ اور ایک شجاعانہ رجو بڑھ کر اس قوم جاشاعرہ حلاوت ہوئے دشمن ہر طرف بھاگتے پھرتے تھے۔ لکھا ہے کہ پہلے ہی حملہ میں آپ نے ایک سو بیس ناریوں کو واصل جہنم کیا۔ یہاں تک کہ آپ

تیار لے کر لاوا شروع کیا۔ آہ ایک ظالم نے موصیہا کو آپ کا ہاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا۔ آہ آہ کس زبان سے کہوں کہ اس ہاتھ کے قلم ہونے سے عظم فوج حلیئی خاک پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ مومنین جناب تجاش کو اس حالت میں بھی یہی مکر و استیگر تھی۔ کہ کسی طرح یہ شک پیاسوں تک پہنچ جائے۔ مچنا چھ آپ شک کا تہہ دانتوں سے دباٹے اپنے گھوڑے کی بلحاٹے چلے جاتے تھے۔ کہ ظالم حملہ نے ایک ایسا تیر شک پر مارا کہ سارا پانی بہ گیا۔ پانی کے بہنے ہی جناب عباس نے ایک آہ سر دیکھی اور غیہ گاہک نہ بچنے کا ہوش جان مارا۔ آہ ایک ظالم نے بچے سے آکر ایک ایسا گڑا ہوا کہ آپ کے سر پر مارا کہ مارا کہ پھر آپ گھوڑے پر دبھل سکے اور آواز دی یا بے رسول اللہ! ادا نہ گئی۔ یہ آواز جب مظلوم حسین کے کانوں تک پہنچی تو آپ کے بیتاب ہو کر جانب دریا نظر اٹھائی۔

پھر دیکھ کے دریا کو یہ آواز مٹائی آواز نہیں دیتے میرا کیا ترے بھائی آواز کے ساتھ آئے بھی آواز یہ آئی آقا میرے جلد آؤ گے میری دیر لگتی

مٹھل سے بلند اتنی بھی آواز نہ ہوتی ہے

اب موت کی بجلی نہیں آقا رہتی ہے

جس حضرت یہ آواز سن کر اقبال و خیراں علی اکبر کو ساتھ لے

مشتوں کے پٹے اور لاشوں کے انبار لگائے ہوئے۔ ہر فرات میں داخل ہو گئے۔ پیاس سے آپ کا غیر حال تھا۔ ایک چٹو میں پانی لے کر چاہا کہ کہ اپنی پیاس بجھائیں۔ دفعتاً حسین کے ہیا سے ہتھوں کا خیال آ گیا۔ دل میں کہا کہ اسے عباس یہ مروت سے بعید ہے۔ کہ تو تو آپ سرد سے سیراب ہو۔ اور چھوٹے چھوٹے پٹے ٹھلی علی اصغر و سکینہ پیاس سے جاں بلب ہوں۔ یہ سوچ کر پانی کو چھینک دیا۔ اور نہ کھی ہوئی شک سکینہ بھر کر اسی طرح پیاس کے ہیا سے نہرے نکل آئے۔ جب پسر سعد نے یہ دیکھا۔ کہ فازی شک بھر کر خندا حسین کی طرف لے جانے والا ہے۔ تو ایک بار شکر کو ٹھانٹ کر کہنے لگا۔ خبردار حسین تک پانی نہ جانے پلٹے۔ چاروں طرف سے اس شیر کو گھیر لو۔ یہ کہتے ہی تمام منتشر فوج ایک جگہ جمع ہو گئی۔ اور ہر طرف سے دابر پر وار کرنے لگے۔ جناب عباس شیر غضبناک کی طرح اُن پر حملہ آور تھے۔ آخر تین تنہا کہاں ہزاروں کا مقابلہ کرتے زخموں سے بدن پور ہو رہا تھا۔ خون سے کپڑے تر ہو تھے۔ اسی حالت میں کسی ظالم نے دہانہا تھا آپ کا قلم کر دیا۔ آپ نے بائیں ہاتھ میں

پندہیں جس

قل گاہ کو روانہ ہوئے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ سید الشہداء نے زمین پر جھک کر کوئی چیز اٹھائی پھر روانہ ہو پڑے۔ چلتے چلتے ایک مقام پر آپ پھر جھک گئے۔ اور زمین سے پھر کچھ اٹھایا اور اپنے سینے سے لگائے ہوئے چلے جاتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ دونوں کٹے ہوئے ہار و علم دار کے تھے۔ جو نہیں آپ لاش برادر پسر بچے تو دیکھا کہ عباس علم دار بے ہوش پڑے ہیں۔ اور بدن سب اس جڑی کا زخموں سے پور پور ہونے لگے۔ سر ہانے جا کر ہے

بھائی کہا فرزند کہا۔ اور مددگار ان میں سے کسی نام پر لوے و ظلمار بھی دیکھنے میں کہ لب ملتے ہیں ہر بار جھک کر جو سنا آہ لگاتے تھے یہ گفتار غلین اُتار دے تو رقم دوس میں ہو لوں!

اور کہے کے غلام اپنا کچا روتیں ہو لوں یہ سن کر آپ رونے لگے اور کہا کہ اسے عباس آج تک تو میں نے میرے غلین اٹھانے میں کون سی کسر چھوڑی ہے۔ وقت اخیر بھی ہی خیال ہے اے بھائی تیرے بعد جو چند رامت زندگی ہے۔ وہ مصیبت کی گھڑیاں ہیں۔ اے میرے شہدائی مجھ سے نہ رو ٹھو اب بھائی نہ کہوں گا۔ اے عباس اگر بول میں کوئی حسرت رکھتے ہو تو بیان کرو۔ شاید میں غریب اُسے پورا کرے۔ جناب عباس نے عرض کی۔ کہ اے آقا جب میں پہلے

دنیامیں آیا۔ تو آپ کے چہرہ منور کی زیارت میں نے کی تھی اب وقت آخر بھی یہی حسرت ہے۔ کہ آپ کے چہرہ پر دُور کو دیکھ کر دُنیا سے رخصت ہوئی۔ مگر مجبور۔ کہ ایک آنکھ میں خاک و غول پڑا ہوا ہے۔ اور دوسری آنکھ میں سات تیرہ سوست ہیں۔ اور اسے آقا کیا کر لیں میرے ہاتھ تو دونوں قطع ہو گئے جس سے آنکھیں صاف کروں۔ اگر بے ادبی نہ ہو۔ تو اپنے دامن سے میری آنکھیں صاف کر دیوں۔ تاکہ آپ کا چہرہ دیکھ لوں۔ یہ سن کر حضرت نے اپنی عباس سے آنکھوں کو صاف کیا۔ عباس نے اپنے چہرہ کو حضرت کی طرف موڑ دیا اور حسرت سے دیکھنے لگے۔ فرمایا آپ نے کہ اے عباس کوئی اور وصیت ہو تو بیان کر۔ یہ سن کر علم دار بولے

آقا ہے ضروری ہیں اک عرض نہا ہنا

خیمے میں میری لاش کو ہرگز نہ لے جانا

کیونکہ مجھے بانی سکینہ سے شرم آتی ہے۔ کہ میں اس معصوم تک دعوہ کر کے پانی نہ پونچا سکا اور وہ میری اس لگائے بیٹھی رہی۔ یہ سن کر حضرت دم بڑے مار کر کہا۔ کہ اسے عباس بکرو و اسی طرح عمل کروں گا۔ ماسوائے اس کے اگر کچھ اور کہنا ہو تو کہہ ڈالو۔ کیونکہ تمہارا اب وقت رحلت غفر ہے۔ یہ سن کر علم دار نے کہا

پانی نہ پیرا سوچ کے پیاسی ہے جستجی قربان وفا کے تیری ہو جائے سیکھنے
اب کپٹے کو یہ جگا کہ تم ڈیوڑھی سے آؤ اور دوسرے لینے کے لئے جائے سیکھنے
کہ میرا زنجیریں ہوا کا توں گئے لہو سے
کیس چاہنے والے سے یہ دھلائے سیکھنے
کیوں پانی کو بھیجا میری تقدیر بُری تھی کس طرح چچی جاں سے رشتہ لائے سیکھنے
غیر چچا بھی نہیں کیوں آپ دآئے یہ صدقے بھیجی تیری ہو جائے سیکھنے
کیوں سب سوال آگے یہ پھیلائے کسی کے
ذاکر تیرے جد کا ہے کہاں جائے سیکھنے

آقا میری اک عرض یہ عابد کو سنانا: گر گور غریباں میں سیکھنے کا ہو آنا
تو لاش میری کھینٹے ہاتھوں سے ٹھکانا چوگر دیکھنے کے میری لاش بھرانہ
ہوں تو زائل ہی سے میں شیدائے سیکھنے
اور قہر پہ لکھ دیکھو سقائے سیکھنے
آہ یہ سننا تھا کہ جناب یہ شہداء ہوش ہو کر گرے پڑے۔ جب
آپ کو ہوش آیا۔ تو کیا دیکھا۔ کہ عباسؓ راہی جنت ہو چکے ہیں۔ یہ
صدیہ دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ کہ اسے عباس اب جہنم کی مکر ڈٹ گئی۔
اور راہ چارہ سداود ہو گئی۔ پھر آپ نے روتے ہوئے علم کو اٹھا لیا۔
اور خیمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ قدم قدم پہ پاؤں میں لغزش ہوتی تھی
لکھا ہے۔ کہ سب بی بیباں اور بچے درخیمہ پر منتظر تھے۔ کہ اب علدار خیمہ
میں آئیں گے۔ مگر جو نہیں علم خالی آتے دیکھا تو رب کے جگر پھٹنے لگے
اور جناب سیکھنے خائون لے کما بابا جان میرے چچا کیوں نہیں آئے۔
فرمایا آپ نے کہ اسے بیٹی سیکھنے قہار سے چچا جان لے کما تھا کہ میں سیکھنے کو
کیا منہ دکھاؤں گا۔ اس لئے وہ گھاٹ پر ہی دم توڑ کر رہی ہوئے۔
یہ سن کر جناب سیکھنے سر کو پیٹ کر فرمائے لگیں سے
نوحہ
جورائے سیکھنے، شیدائے سیکھنے عباس بچا صدقہ ہو جائے سیکھنے

پاس نہیں ہے۔ تب جناب امام حسینؓ مسجد کے ہر ایک کونہ میں تلاش
کرتے پھرتے تھے۔ کہ شاید میرے حصہ کا بچہ آہونا نا جان لے کیں کھانا
ہوگا۔ جب کوئی بچہ آہونا نظر نہ آیا۔ تو انکھوں میں اشک بھر کر اپنے نا جان
کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ آداب و سلام بجالائے۔ حضرت خنی
مرقت نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور چاہا کہ شاہزادے کو گود میں
اٹھائیں۔ مگر امام حسینؓ علیہ السلام نے کلمہ کہ آپ نے جس کو بچہ آہونا
ہے۔ اسی کلمہ ہی گود میں ٹھکلائیں۔ آپ نے شہزادے کو تسکین دی۔
مگر وہ کہتے تھے۔ کہ واہ نا جان آپ نے بھائی حسنؓ کو بچہ آہودیا۔ اور
مجھے دیا۔ یہ سن کر جناب ساکتا بٹ نہایت پریشان ہوئے۔ کہ اب کیا کیا
جائے راہی کہتا ہے۔ کہ ابھی آپ متروک ہی تھے۔ کہ ناگاہ مسجد میں
ایک غوغا بلند ہوا۔ لوگ دیکھنے لگے۔ کہ ایک ہرنی اپنا بچہ لے کر دروازہ
مسجد سے برآمد ہوئی۔ اور ایک بیٹرا اس کے عقب میں تھا۔ جو اسے
ہٹکائے لاتا تھا۔ پس وہ ہرنی خدمت رسولؐ مقبول میں حاضر ہوئی
اور اپنے سر کو حضرت کے قدموں پر رکھنے لگی۔ اور بیان فصیح عرض
کونے لگی۔ کہ یا رسول اللہؐ میرے دل بچے تھے۔ ایک تو شکاری پکڑ کر لے گیا
اور اس دوسرے بچے سے میں شاد تھی۔ کہ ناگاہ ہاتھ غیبی کی آواز کان
میں پونہ لگی۔ کہ اسے ہرنی جلد اپنے اس بچے کو لے کر خدمت رسولؐ

سولہویں مجلس

شہادت حضرت علی اکبرؓ علیہ السلام

منقول ہے۔ کہ ایک روز جناب رسالتؐ آتب مسجد میں تشریف رکھتے
تھے۔ کہ ایک اعرابی بچہ آہو بطور ہدیہ لے کر خدمت رسولؐ مقبول میں
حاضر ہوا اور بعد آداب و تسلیمات کے عرض کرنے لگا۔ کہ حضرت یہ بچہ آہو
شہزادوں کی خدمت میں لایا ہوں۔ اسے قبول فرمائیے۔ اس وقت
جناب امام حسنؓ علیہ السلام اپنے نا نا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آپ نے
وہ بچہ آہو شہزادہ حسنؓ کو دے دیا۔ پس وہ اس کو لے کر خوشی خوشی
اپنی مادر محترمہ فخر مریمؓ جناب سیدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ناگاہ
امام حسینؓ علیہ السلام نے جو بچہ آہو حسنؓ کے پاس دیکھا تو بڑبڑایا۔ کہ
اے بھائی جان یہ بچہ آہو تمہیں کس نے دیا ہے۔ فرمایا جناب امام حسنؓ نے
کہ ہمیں ہمارے نا نا نے دیا ہے۔ تم بھی اس سے کھیلو۔ مگر جناب
حسینؓ نے فرمایا۔ کہ اے بھائی تمہیں یہ مبارک سوہم بھی اپنے حصہ کا
نا نا جان سے لے آئے ہیں۔ یہ کہہ کر دھڑ سے دوڑے مسجد میں تشریف
لائے۔ دیکھا کہ جناب رسالتؐ آتب مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ گریہ و زاری کے

نانا کے پاس کھڑا ہے اگر وہ چل کر روئے گئے گا۔ تو اس کے ہونے سے سب ملائک گریاں ہونگے۔ اور اسے ہرنی اگر تو حسین کے آسروں میں ہونے سے پہلے نہ پہنچے گی۔ تو اس بھڑے کو ہم نے جھجھیر سلط کیا ہے۔ کھٹے معنیچے کے کھا جائے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں پونجی اور حسین رونے نہ پائے۔ مگر اسٹل انڈیہ شہزادہ کو کو نہایت عورت ہے۔ کہ میرے لئے یہ زمین جا بجا سیٹی اور میں ایک آن واحد میں پہنچی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ میری مژدہ برساتی۔ یہ سن کر حضرت نے شکر خدا کیا اور ہرنی کو دھلتے غیر دی ہیں وہ پیچھے آہو آپ نے اپنے نواسے حسین کو درادہ سے لے کر خوشی خوشی اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ کے پاس آئے اور امام حسنؑ کو دکھا کر کہا کہ اسے بھائی میرا بچہ آہو آپ کے بچہ آہو اچھا ہے۔ کیونکہ آپ کو نا جاننے دیا۔ اور میں غولنے آیا ہے۔ ماننے کہا۔ کہ اسے فوراً چشموں ان کو دانہ اور پانی دے کر چھوڑ دو۔ کیونکہ ان کی ماں ان کے لئے بیتاب ہوگی۔ جو جب حکم مادر عالی مقام دروڈی شہزادوں نے ہتھوں کو چھوڑ دیا۔ کیوں حضرت کسی قدر منزلت تھی تمہارے مولا حسینؑ کی۔ کہ ذرا سے رونے سے فرشتوں میں تلاطم برپا ہو گیا مگر افسوس صد افسوس کہ بروز عاشورہ وہی حسینؑ لاڈلہ رسول خدا کا

سید بن رہا۔ میں نے سنا ہے کہ اسے لگوں تھوڑا سا مجھے ہاتی دو۔ کہ میرا جگر شدت پیاس سے کباب ہو رہا ہے۔ مگر وہ ملائین اس کا جواب تیرا تھوڑا سے دیتے تھے۔ کنا کاہ شہزادہ علی اکبرؑ واسطے رخصت کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت سید الشہداء اس وقت گلگاہی مقامہ میرا قدس پر باز رہے ہوئے تھے۔ اور فکر خدا کر رہے تھے۔ جو میں علی اکبرؑ کو مادم میدان کارزار دیکھا۔ تو ایک تیر غمگینہ پر لگا۔ اور کہا کہ علی اکبرؑ اسے فوراً نظر تیرا داغ مفاقت کسی سے دھٹکے گئے کہ وہ دیکھ کر آپ اپنی مرگ پر آمادہ ہوئے۔ اور سامانِ حجاب اپنے جسم پر ڈال کر اپنے گئے۔ دوڑ کر علی اکبرؑ قدموں پر گر پڑے۔ اور کہا۔ کہ لے بابا جان مجھے لوگ کیا کہیں گے کہ ضعیف باپ تو شہید ہوا اور جوان بیٹا دیکھا گیا۔ کیا آپ کو منگود ہے۔ کہ اکبر اپنے ہم چشموں میں شرمندہ ہو۔ یہ سن کر فرمایا آپ نے کہ اسے بیٹا علی اکبرؑ پہلے اپنی ماں اطمینان سے رخصت ہو لو۔ جنہوں نے تمہاری پرورش میں نہ دن کو دن درات کو رات سمجھا۔ یہ کلمہ سن کر جناب علی اکبرؑ اپنی مادر گرامی جناب اُمّ لیلے کے پاس تشریف لائے۔ اور بعد اواب و سلام کے عرض کی۔ کہ اے اماں جان آپ دیکھتی ہیں۔ کہ بابا جان تمہارے گئے ہیں۔ اور

سید بن رہا۔ میں نے سنا ہے کہ اسے لگوں تھوڑا سا مجھے ہاتی دو۔ کہ میرا جگر شدت پیاس سے کباب ہو رہا ہے۔ مگر وہ ملائین اس کا جواب تیرا تھوڑا سے دیتے تھے۔ کنا کاہ شہزادہ علی اکبرؑ واسطے رخصت کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت سید الشہداء اس وقت گلگاہی مقامہ میرا قدس پر باز رہے ہوئے تھے۔ اور فکر خدا کر رہے تھے۔ جو میں علی اکبرؑ کو مادم میدان کارزار دیکھا۔ تو ایک تیر غمگینہ پر لگا۔ اور کہا کہ علی اکبرؑ اسے فوراً نظر تیرا داغ مفاقت کسی سے دھٹکے گئے کہ وہ دیکھ کر آپ اپنی مرگ پر آمادہ ہوئے۔ اور سامانِ حجاب اپنے جسم پر ڈال کر اپنے گئے۔ دوڑ کر علی اکبرؑ قدموں پر گر پڑے۔ اور کہا۔ کہ لے بابا جان مجھے لوگ کیا کہیں گے کہ ضعیف باپ تو شہید ہوا اور جوان بیٹا دیکھا گیا۔ کیا آپ کو منگود ہے۔ کہ اکبر اپنے ہم چشموں میں شرمندہ ہو۔ یہ سن کر فرمایا آپ نے کہ اسے بیٹا علی اکبرؑ پہلے اپنی ماں اطمینان سے رخصت ہو لو۔ جنہوں نے تمہاری پرورش میں نہ دن کو دن درات کو رات سمجھا۔ یہ کلمہ سن کر جناب علی اکبرؑ اپنی مادر گرامی جناب اُمّ لیلے کے پاس تشریف لائے۔ اور بعد اواب و سلام کے عرض کی۔ کہ اے اماں جان آپ دیکھتی ہیں۔ کہ بابا جان تمہارے گئے ہیں۔ اور

سہائے بیرسان کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے۔ اس لئے ازراہ کرم مجھے اذنِ حرب عنایت کیجئے۔ یہ سن کر ماں کے دل پر ایک پھری سی چل گئی۔ منہ ڈھانپ کر رونے لگیں اور کہا۔ کہ اسے بیٹا اگر تم صاحب اولاد ہوئے۔ تو میری بے قراری معلوم ہوتی۔ جناب علی اکبرؑ نے عرض کی۔ کہ اے اماں جان بروزِ حشر جب جناب فاطمہؑ زہرا میری دادی آپ سے ہو چھیں گی۔ کہ اے اُمّ لیلے۔ کیا تمہیں اپنا فرزند میرے فرزند سے زیادہ عزیز تھا۔ تو آپ ان کو کیا جواب دیں گی۔ یہ سن کر حضرت اُمّ لیلے کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش ہو گئیں۔ حضرت علی اکبرؑ نے سمجھ لیا۔ کہ اب والدہ گرامی کو بجز میری رخصت کے چارہ نہیں۔ ان کو وہیں چھوڑ کر جناب زینبؑ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دل میں سمجھے کہ چھوٹی جان ہرگز اجازت کا زرارہ دیں گی۔ پس اپنا لب و لہجہ اور اختیار کیا۔ آپ نہایت شیریں زبان تھے پس پھوپھی جان کے پاس پہنچ کر علی اکبرؑ نے جھک کر سلام کیا۔ انہوں نے دعائیں دیں۔ پوچھا کہ بیٹا کیسے آئے۔ عرض کی علی اکبرؑ نے کہ لے پھوپھی اماں میں آپ سے ایک سوال کرنے آیا ہوں۔ واپس کہنے بیٹا وہ کیا سوال ہے۔ عرض کی علی اکبرؑ نے۔ کہ اے پھوپھی مجھے یہ تو بتائیں۔ کہ آپ کا مرتبہ بڑا ہے یا دادی جناب فاطمہؑ زہرا کا۔

شہادت حضرت علی اکبرؑ

۱۶۱

سو سو برس ہیں

کہا جناب زینبؑ نے کہ اے بیٹا آج تم کسی باتیں کر رہے ہو۔ کہاں میں اور جناب فاطمہؑ زہرا۔ میں تو ان کی ادنیٰ کنیز ہوں۔ یہ سن کر علی اکبرؑ نے لہجہ آپ کنیز ہیں۔ تو آپ کو اپنا بیٹا عزیز ہے۔ یا دادی جناب فاطمہؑ زہرا کا۔ انشاء اللہ۔ یہ سننا تھا کہ جناب زینبؑ نے ایک آہ سرور پھونچی اور کہا کہ علی اکبرؑ میں تمہارے اشارے کو بھی یہ سب رخصت لینے کے بہانے ہیں۔ جب تمہیں تمہاری ماں نے جس کی کہ کو لکھ اُجڑتی ہے رخصت دیدی۔ تو میں تو تمہاری ایک دایہ ہوں۔ اگر میرا تم پر کچھ حق ہوتا۔ تو تمہاری ماں مجھ سے پوچھ کر اجازت دیتیں یہ سن کر علی اکبرؑ پھوپھی کے بچے میں باپیں ڈال کر رونے لگے کہ اتنے میں جناب سید الشہداء خیمہ میں داخل ہوئے۔ سب باتیں علی اکبرؑ کی پس پردہ سن چکے تھے۔ کہا اے بن زینبؑ اب زیادہ علی اکبرؑ کے دل کو رنجیدہ نہ کرو۔ وہ انہوں نے موت پر کمر بستہ بانڈھی ہے۔ پس یہ سن کر پھوپھی کو بجز رخصت کچھ بن نہ آیا۔ انہوں نے آپ سے رخصت ہو کر جب میدان کو جانے گئے تو ماں نے دوڑ کر دامنِ تمام لیا۔ اور کہا کہ اے فرزند میری ایک حسرت ہے۔ ذرا تھوڑا جاؤ۔ تو پوری کر لوں پس علی اکبرؑ اپنی والدہ سے یہ سن کر ٹھہر گئے۔ جناب اُمّ لیلے نے اندر سے ایک صندوق منگوا یا جس میں علی اکبرؑ کی شادی کے واسطے کپڑے رکھے ہوئے تھے

میدان کھڑا رہا۔ تو بعد رحمت خدائی کے ایسی شجاعت کا مادہ جنگ کی کہ
دشمن کے چنگھٹ چوٹ گئے جس طرف آپ رخ کرتے تھے دشمنوں کو
بھاگنے کے سوا کچھ نہ پڑتی تھی۔ جب آپ فوج یزید کو دور تک
بھاگ چکے تو پلٹ کر پھر نہایت امام میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے
لگے (یَا أَبَتُ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِي وَقَتَلَ الْحَمْدُ يَدَايَ قَدْ
جَعَلَتْنِي) بابا پیاس نے مجھے ہلاک کر ڈالا ہے۔ اور ہتھیلیوں کی
گرانی نے سخت زانیہ رکھی ہے فہل ہی ابھی شہر بیت
مِنَ الْمَاءِ سَبِيلُ) کیا میرے لئے ایک گھونٹ پانی کی کوئی
سبیل ہو سکتی ہے۔ حضرت یمن کر آباد رہے اور فرمایا۔ واللہ
اے فرزند زینب کیا کہے۔ مجھ جیسا فرزند سوال آب کرے۔ اور
یمن پورا نہ کر سکوں۔ بہت بھڑک رہا تھا۔ مگر اے علی اکبر اپنی
زبان میرے منہ میں سے دو۔ کہ تمہیں کچھ تسکین ہو۔ یمن کر
علی اکبر نے اپنی زبان حضرت کے منہ میں سے دی لیکن فوراً ہی
بازرنگال کر عرض کی۔ کہ بابا جان آپ کی زبان تو میری زبان سے
بھی زیادہ خشک ہے۔ اس کے بعد حضرت نے ایک انگوٹھی
دے کر فرمایا۔ تو بیٹا اس کو منہ میں رکھ لو۔ اور راہ خدا میں جہاد
کرو۔ چنانچہ علی اکبر انگوٹھی منہ میں ڈال کر دوبارہ میدان میں تشریف لائے

وہ سب ایک ایک نکال کر حسرت سے اپنے فؤاد پر لٹکا کر چہرہ دکھتی جاتی
تھیں جناب علی اکبر نے ان میں سے ایک پیرا بن اٹھالیا۔ اور کہا کہ
میرے کفن کے لئے یہی کافی ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ اس کلمہ نے غیہ
میں کھرام بپا ہو گیا۔ پس علی اکبر سب کو روٹا پھینکا چھوڑ کر آخری بار
اپنے پدر پر گرا رہے واسطے رخصت کے حاضر ہوئے جناب
تید الشہداء نے اپنے ہاتھ سے علی اکبر کے بدن پر ہتھیار لگائے اور
سر کو جانب آسمان اٹھا کر بارگاہ الہی میں عرض کی۔ کہ اے
بارالہا! تو جانتا ہے۔ کہ میں ایسے بیٹے سے جدا ہوتا ہوں کہ جو شکل و صورت
رفار و گفتار سے تیرے رسول سے مشابہ تر ہے۔ پھر بعد میں آپ نے
عمر سعد ملعون سے کہا۔ کہ اے عمر سعد خدا تیری نسل کو اسی طرح منقطع
کرے جس طرح تو نے میرے ساتھ کیا ہے اس کے بعد آپ علی اکبر سے
پلٹ گئے۔ اور رخصت کیا ہے

یعقوب جانتے ہیں جہاں میں پسر کی چاہ
ہوتی ہے پھر درخت کو اپنے شمر کی چاہ
علم کا پھاڑ کر تاپے ہے کس حسین پر
اس صبر کا بھی خاتمہ ہے جس حسین پر
پس حضرات جس وقت وہ شہزادہ اپنے پدر نامدار سے رخصت کرے

بیعت مجھے یاد آئے آنکھوں کے آسے سب کتبہ کے تھپان مری تمہاری
جب سے بے سنا غلغلہ اس جبری صدا کا
پتہ حشر بیانہ میں نہر یادو بکا کا
آہ آہ امام مظلوم راہ میں جلا جلا ٹھوکریں کھاتے باطل پریشان چلے
جاتے تھے۔ مگر لاش کا پتہ نہ ملتا تھا۔ کیونکہ جس وقت شان ملعون نے آپ کے
سینہ پر نیوہ مارا تھا۔ تو اس وقت گھوڑا علی اکبر کو لے کر زور قہار
سے دوڑ نکلیا تھا۔ پس آپ ایک ٹیلہ پر جو کہ اس جگہ تھا۔ کھڑے
ہو گئے اور ان ملائین سے مخاطب ہو کر فرماتے لگے

نوحہ

لاشے کا پتہ دو، یا آپ ہی لا دو
تم میں سے اگر صاحبِ دل ہے کوئی
جو آگ کے سینے میں جھونکتی ہے جھادو
جب کوئی مخاطب ہوا شہ سے تو پھر آپ
کنے لگے اکبر نہیں آواز سنا دو
اتھان برس باپنے نادر کے جوبالا
ناگہ جواک طرف سے آواز آئی
جسٹہ بھی ندا ایسی تو فوٹنے لگے شاہ

حمید بن مسلم ناقل ہے۔ کہ علی اکبر کے حملہ ثانی نے فوج یزید میں ایک
تملکہ برپا کر دیا تھا۔ سوار اور پیادے سپاہی اور سپہ سالار سب بدروس
تھے۔ یہ حال دیکھ کر عمر سعد بہت گھبرا یا۔ اور سرطران فوج کو جمع کر کے
کہنے لگا۔ نہایت شرم کا مقام ہے۔ کہ ایک جھوکا پیاسہ جوان اتنی بڑی
فوج کو بھگائے بھگائے پھر رہا ہے۔ اے نامردو اگر تم ایک ایک مقابلہ
نہیں کر سکتے تو سب مل کر اس شیر دل کو گھیر لو۔ اور قتل کر کے اس کے
عوض میں انعام حاصل کرو۔ یہ سنا تھا کہ سب ملائین یعنی ٹڈیوں کی
شکر اس شہزادے پر ٹوٹ پڑا۔ پس سنان بن انس صفی
دہاں سے چلا اور موقع پا کر اس شفی نے ایک ایسا نہر حضرت
علی اکبر کے سینہ پر مارا۔ کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے آواز دی۔
یَا أَبَتُ ادسرا کنی۔ اے بابا میری جھڑپ ہے۔ کہیں نے اپنی جان
آپ پر سے فشار کی ہے

میتے ہی خدا آنکھیں نہیں اندھیر تھی دنیا
گر بیتا ہوں ہلکام پہانے کفری جا
آواز پہ آواز مجھے دیتے ہی جانا
جائے گا پہنچ پاس تمہارے تیرا بابا
اس زندگی پر خاک ہو بعد تمہارے
مل کر مجھے اس دنیا سے جانے دیا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

سترھویں مجلس

شہادت علی اصغر علیہ السلام

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكَ تَارَكُوا
فِيكُمْ التَّغْلِيلَيْنِ كِتَابُ اللَّهِ وَعِدَّتِي أَهْلِيَّتِي أَنْ تَمْسُكَكُمْ
بِحَبَاثَةِ تِلْكَ لَوْ بَعْدِي وَمَنْ يَنْفَرْتَ قَاحَتًا يَزِيدَا عَلَيَّ الْخَوْضَ
فَمَا يَجَابِ رِسَالَتِ مَا بَلَغَ لِي - کہ اے لوگو! تم میں وہ چیزیں چھوڑنے
ہاں ہوں۔ ایک کتاب اللہ یعنی قرآن شریف۔ اور دوسرے اپنی عہد
ال بیت۔ اگر ان کو پکڑے رکھو گے۔ تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔
یہاں تک کہ تم میرے پاس حوض کوثر پہنچ جاؤ گے (حضرات)
یہ ایک پیغام ہے رسول کا۔ اُن لوگوں کے لئے۔ جو کتاب اللہ اور
رسول کی قدر و منزلت سمجھتے ہیں۔ یعنی قرآن اور اہلبیت کے ساتھ
اتحاد باطنی رکھتے ہیں وہ گمراہ نہیں ہوں گے۔ اور میرے پاس حوض کوثر
پہنچ جائیں گے۔ یہ حدیث مستند۔ اور مسلمہ فریقین ہے۔ اور قدرت
اپنی کتاب پاک میں اس طرح ارشاد فرماتی ہے۔ قُلْ أَشْكُمُ عَلَيْهِنَّ
إِنَّمَا الْمُوَدَّةُ فِي الْقُرْبَىٰ - اے رسول کہہ دے ان لوگوں سے۔ کہ میں تم سے

آیا میرا اکبر تسلیم چھکا دو
ہم چھو کر کھاتے تھے چھتے ہیں ہر اک
گھوڑا کو ہے کوئل کہہ رہے ہو بتا دو
کیا کہتے تھے سینے میں جو ہاتھ رکھے ہو
اے پشاورا ہاتھ تو سینے سے ہٹا دو
اے نولامیرے جوانی اکبر کا تصدق
ذکر کو پس اب روضہ پر نور دکھا دو



سہارن سہری

زینب بیاضیہ کے پیچھے دوڑیں۔ اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگیں۔ کہ اے فرزند
کہاں کا قصہ ہے۔ فرمایا۔ کہ اے پھوپھی ماں مجھے چھوڑ دو۔ کہ میرا باپ جان
نہاں ہیں۔ اور اپنی روکے لئے بلارہے ہیں۔ اب آپ غبط نہیں
میں چاہتا ہوں۔ کہ میدان میں جا کر اپنی جان قدموں پر نثار
کردوں۔ یہ کہہ کر خیمے کا پردہ اٹھایا۔ اور باہر تشریف لے آئے۔
ناگاہ امام مظلوم کی نظر اپنے بیمار فرزند پر جا پڑی۔ بے چین ہو گئے۔
وہیں سے پکار کر کہے

زینب کو کہتے رہے تھے صدا شاہ کر بلا بیمار کو نہ آنے والے بنت مرتضیٰ
ہے بعد میرے ایک ہی بچہ خدا
ایسا نہ ہو کہ تیرا گادے، کوئی اشتیاق

حضرت کی یہ صا اُس کر اہل حرم نے مشکل تمام بیمار کر بلا کو بستر پر لٹایا
اور دوسرا اثر حضرت کے استغاثہ کا اس چھ جینے کی جان پر ہوا۔ جو ٹھہرے
نڈھال پڑا ہوا تھا۔ اور جس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا۔
راہی کہتا ہے کہ جب جناب سید الشہداء استغاثہ فرما رہے تھے۔ تو کیا ایک
خیمہ جین سے گریہ بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت یہ آواز سن کر میتا بانہ
داخل خیمہ ہوئے۔ اور فرمایا جناب زینب سے کہ اے بہن۔ یہ شور مٹان
کیسے ہے۔ کیا کوئی بچہ صدمہ پیاس سے ہلاک ہو گیا۔ عرض کی جناب

سہارن سہری

کچھ اجر رسالت نہیں مانگتا۔ مگر یہ کہ میرے اقربائے موت رکھیں کہیں حضرات
خاورِ رسول تو اہلبیت اور اقرارِ رسول کے لئے یہ تمام طبع فرمائیں۔ مگر وہ بے
انتظار نہ کہ مسلمانوں نے دونوں کے ساتھ وہ بڑا ڈکھا۔ جو ان کے التزام کے
قطعا خلاف تھا۔ ایک طرف قرآن کو پارہ پارہ کیا۔ اور دوسری طرف اہلبیت
کے گلے پر چھری بھرائی۔ ایک طرف قرآن کو بھلایا۔ دوسری طرف
عقربت کا گھر بھینکا۔ ایک طرف قرآن کو صیغین میں نيزوں پر بلند کیا۔
دوسری طرف عہد کے سر کاٹ کر نيزوں پر چڑھا دئے۔ آہ آہ رسول کی
رسالت کا تیسرا گواہ کر بلا میں یکے دوسرے کھڑا ہوا آواز استغاثہ بلند کرنا
تھا۔ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ اَيْنَ صُرْنَا - وَهَلْ مِنْ مُّغِيثٍ يَغِيثُنَا -
ہے کوئی جو اس حالت میں ہماری نصرت کرے۔ ہے کوئی جو ہماری
مدد کرے۔ مگر لاکھوں مسلمانوں کے مجمع میں کوئی ایسا نہ تھا۔ کہ
جس کے دل پر اس آواز کا اثر ہوتا۔ اور جن دلوں پر یہ آواز اثر کرنے والی
تھی وہ سب سرکھٹے خون میں نہلنے لگا دی جتنی بھلسلی ریت پر پڑے
ہوئے تھے۔ پھر خیمہ جین میں دو دروازے تھے۔ کہ حضرت کی یہ
آواز سن کر ٹپ اٹھے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جب بیمار کر بلا نے آواز
استغاثہ سنی تو غش سے آنکھیں کھول دیں۔ اور بستر سے اٹھا اور ایک
دُعا پڑھا ہوا نیر اٹھا کر میلان کی طرف چلنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر جناب

حضرت کا یہ کلام سن کر، فوجِ میوندی کے بہت سے سپاہی ہنسنے لگے۔ پھر پھر کر رونے لگے۔ بعض نے سرِ سعد سے جا کر کہا۔ اوشقی تیری

زینہ جگے کر اسے بھیا کوئی بچہ تو ہلاک نہیں ہوا۔ لیکن آپ کے استغاثہ کی آواز سن کر معصوم علی اصغر ایسا بے تاب ہوا۔ کہ اپنے آپ کو جھوٹے سے گرا دیا ہے۔ یہ سن کر آپ اس معصوم کے جھوٹے کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ بچہ بندھال پڑا ہوا ہے۔ ہونٹ نیلے پڑ گئے ہیں چہرہ کا رنگ اڑ گیا ہے۔ آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے مادر علی اصغر سے فرمایا۔ کہ اسے رہا کر اس معصوم کو لاؤ۔ کہیں اسے فروغ ہتھم شعار کے سامنے لے جاؤں شاید کوئی صاحب اولاد رحم کھا کر چند کاپی کے خطرے اس کے حلق میں پڑکا دے اور اس کی زندگی ہو جائے پس گور علی اصغر نے بوقت ذلوع کرنے اپنے سچے کہ اس طرح آراستہ فرمایا یہ سبھائے انگلیوں پر اسے جھڑو مال آیا گلے پہ تنغ کے کرکھنے کا جو خیال منت کا ملق آنا لگے وہی دہ خستہ حال بولی حلاوت دودھ بھی میں نے کیا حلال حق سے لگ نہ پاتی کے ملنے کا یہ کچھو میں ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے بخش دیکھو پس جناب سید الشہداء نے اپنے جگر پارہ کو ہاتھوں پر اٹھالیا اور دھڑپ سے بچاؤ کے لئے دامن عبادت رکھائے ہوئے چلے جاتے تھے۔ کہتے تھے ہوم ہوم کے بے شیر کا گلا تو گھٹیبوں چلا نہیں اور مرے کی چلا

مجلس خاقان

اسٹریٹجی

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغر تھا بے غم جوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

پیر دی میں اسی طرح عمل کرے ہیں +
 راوی کہتا ہے کہ مادہ پیلہ مفرہ بھی بڑی بے تابی سے اپنے کور نظر
 مختصہ جگہ کا انتظار درخیز رہ کر رہی تھیں جو نہیں حضرت کو اس حال میں

مستزیدین مجلس

شکلی کی انتہا ہو گئی۔ اسے ظالم اس شیر خوار بچے کا کیا تصور ہے۔ کہ تو نے
 اس پر ہائی بند کر رکھا ہے۔ کسی کو حکم ہے۔ کہ جلد اس بچے کو پانی پلائے
 ورنہ یاد رہے کہ اب تیرے دادہ ہائے درمیان بیکار چلے گی۔ فوج کی یہ
 حالت دیکھ کر پھر سعد گھبرا یا۔ اس کے پہلو میں کونڈ کا شہور تیرا نماز و رطلہ
 بین کاہل اسدی گھراؤ ہوا تھا۔ اس سے کہنے لگا۔ کیا کھڑا دیکھتا ہے۔
 اقطع کلاد الحسین۔ کلام حسین کو قطع کر دے۔ یہ مستنہی اس ظالم نے
 ایک سنہ شعبہ تیرا آگے شہر ہمارا تو اس میں دس آٹا۔ چلہ کمان میں جوڑ کر
 اس زور سے حلق علی اصغر پر تاک کر مارا کہ وہ بچے کا کلا اور حسین کا زور
 توڑا ہوا زمین میں دس آٹا۔ بچہ تیر کھاتے ہی حسین کے ہاتھوں پر مقطب
 ہو گیا۔ اور ایک ہلکی سی سیسکی لے کر جان دیدی۔ اُس وقت امام علیہ السلام
 نے آسمان کی طرف دیکھا اور دعا گوا باری میں عرض کی۔ پروردگار
 گواہ رہنا۔ کہ ان ظالموں نے میرے ایسے بچے کو شہید کیا جو یگیندہی میں
 کسی طرح ناقہ صلیح سے کم نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت نے اپنا چٹو
 زخم علی اصغر کے نیچے لگا دیا۔ جب وہ چٹو خون سے بھر گیا۔ تو آپ نے
 چاہا۔ کہ اس کو زمین پر پھینک دیں۔ تو زمین سے آواز آئی۔ کہ
 اے حسین اگر اس خونِ نافع کا ایک قطرہ بھی مجھ پر گرا تو قیامت
 ہم کوئی روئیدگی مجھ سے نہیں ہوگی۔ پھر آپ نے چاہا۔ کہ اس خونِ کو

دیکھا۔ دنیا آنکھوں میں اندھیر ہو گئی۔ کیا دیکھتی ہیں۔

نوحہ

آئے ہیں غری، خون میں نہائے ہوئے موت کی پہلی لگی۔ خون میں نہائے ہوئے
آنکھیں کھلی کچھ مندی۔ یسٹیاں موزوں بیٹے کے پر دھری، خون میں نہائے ہوئے
تیر گئے پر لگا، منکا تھا ڈھلکا ہوا
مردنی پھانی ہوئی، خون میں نہائے ہوئے
جان کے زندہ پسر، بانہ جلی دوڑ کر دیکھتے ہی رگٹی۔ خون میں نہائے ہوئے
لجے شہنشاہ بلیجے بانو یہ لال شکل ہے کسی بنی، خون میں نہائے ہوئے
حیدر خستہ جگر، لے لیا ماں نے پسر
دیکھتے ہی گر پڑی، خون میں نہائے ہوئے

اٹھارہویں مجلس

جناب رسول اللہ کا امام حسن کا منہ چومنا اور گلے حسین پر بوسہ
دینا۔ امام حسین کا رنجیدہ ہونا۔ آنا زار خوف کا کربلا میں

منقول ہے۔ کہ ایک روز جناب حسین علیہ السلام خدمت میں درجست
جناب رسول مقبل میں حاضر ہوئے۔ اور آداب و تسلیات بجالائے حضرت
نعتی حریت نے اپنے دونوں فرشتوں کو بہت پیار کیا۔ حسن کے منہ کو چوما
اور حسین کے گلے کو بوسہ دیا۔ مگر حسین علیہ السلام اس بات سے کانہجان
نے میرے منہ کو دھچ مار بغیر خاطر ہو کر اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ
سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روتے جاتے تھے اور
خاموش رہتے تھے۔ جناب سید نے مکمل حجت بیٹے سے لپٹا کر
پوچھا۔ کہ میرے حسین کو کس نے رنجیدہ کیا ہے۔ اسے حسین کیوں
رہتے ہیں۔ فرمایا کہ لے آتاں جان ذرا میرا منہ تو سونگھو کیا میرے منہ
سے لٹے ناگوار آتی ہے۔ جو میرا نا جان نے سونگھنا نہ چوٹا اور بھائی حسن کا
منہ چوما کہنے سے کہ جناب سید کمال مضطرب ہو میں اور شہید کر دیا

جب تک میرے دوست دار حاجی حسین بدشت میں داخل نہ ہوں گے
میں بدشت میں قدم نہ رکھوں گی۔ کیوں حضرت منا آپ نے کہ جناب سید
قیامت میں تمہاری شفیق ہوں گی۔ خوشحال ہمارا۔ کہ ہم سید الشہدا
کے عزا دار ہیں۔ چنانچہ راوی کہتا ہے کہ جب جناب علیؑ معمر
معصوم بھی نشاۃ تیر ہو چکے۔ تو آپ اہل حرم سے رخصت ہو کر میدان کارزار
میں تشریف لائے۔ اور ان طلوعین سے باتام محبت آپ نے سوال
آپ کیا۔ مگر وہ طلوعین آپ کو ترالتے تھے۔ انہیں آیام نافر جام میں ایک
مومن دین وار بقصود زیارت جناب امیر شاہ قلعہ گیر نجف اشرف میں
جا رہا تھا۔ کہ ناگاہ اس کا گذر کر بلا کے میدان فی ووق میں ہوا۔
تو اس نے کیا دیکھا۔ کہ ایک مظلوم دیے کس شخص کو تمام بانٹے اشرار
گھیرے ہوئے ہیں اور جب وہ ان سے پانی مانگتا ہے۔ تو وہ تیروں
سے جواب دیتے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ نہایت متفکر ہوا۔ اور کہنے لگا۔

کہ

اللہ کے کس قدر ہے پڑا شوب یہ مقام

بیکن ہا ستر رہے غم و بیخ اور آلام

یہاں سے جلدی کوچ کر جانا چاہئے۔ یہ تو ٹھہرنے کا مقام نہیں۔

یہ کہہ کر جب ہی قدم چلا تھا کہ دل میں خیال آیا۔ کہ یہ شخص نہایت

کی انگلی پکڑے ہوئے۔ خدمت میں جناب رسول خدا کی تشریف لائیں اور
بہ سلام کہا۔ کہ لے با جان آپ ہی ان کو ناز کرتے ہیں اور آپ ہی لڑتے
ہیں۔ کیا باعث ہے۔ کہ آپ نے حسن کے منہ کو چوما اور میرے حسن کے
منہ کو نہ چوما۔ آہ یہ سن کر جناب رسول خدا بے تاب ہو گئے۔ اور اس قدر
روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر جناب سید نے
کہہ کر لے با جان یہ کیا راند ہے۔ کہ آپ اس قدر بے قراری سے روتے
ہیں۔ فرمایا آپ نے کہ لے بیٹھی حسن کے منہ کو اس واسطے چومتا ہوں۔ کہ
ظالم ایک روز زہر ملا دیں گے۔ اور اس کے جگر کے ٹکڑے اسی منہ سے
نکلیں گے جس کے میں بوسے لیتا ہوں۔ اور اسے فاطمہ لے بارہ جگر
حسین کے گلے کو اس واسطے چومتا ہوں۔ کہ اسی گلے کو کھر لیں خجربے داد
سے قطع کر دے گا۔ نہ اس دقت تو ہوگی اور نہ میں نہیں گا اور نہ
علی ہوں گے۔ یہ سن کر جناب سید زار زار رونے لگیں اور کہا کہ
لے با با تو پھر ایسی حالت میں میرے فرزند کو کون روئے گا۔ اور
کون اس کی جف ماتہ پھائے گا یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ لے
بیٹھی اس کا غم نہ کھا۔ کہ خداوند کریم ایک قوم کو پیدا کرے گا۔ کہ وہ
ہر برس تیرے حسین کی مجلس غم پکایا کریں گے۔ یہ سن کر جناب سید نے
فرمایا کہ لے با جان بروذ قیامت ان کی شفاعت خواہ ہوں گی اور

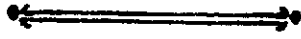
زیارت جناب امیر علی ابن ابی طالب اپنے گھر سے نکلا ہوں۔ برائے امر
عہدہ جاتا ہوں۔ دُعا کریں۔ کہ خداوند کریم مجھے جلدی منزل مقصود
پونچھائے کئی دنوں سے گھر سے نکلا ہوں۔ راستے میں بہت دُشوار
گھٹائیاں ملے گی ہیں۔ خدا مجھے اپنے ارادہ میں کامیاب کرے۔ اللہ
اللہ جس وقت وہ مسافر یہ کلمات کہہ چکا۔ تو
یہ سن کے آپ نے مسافر کے متقبل پھیلانے دیا تھا کہ آگے تو ریل
اے بھائی سچ ہے حضرت سچے جاگنل اسدم پہل گیا تھمتلے سے میرا دل
نبی نہیں جب آتی ہے قیمت بگاڑ پر
مگر ہے ہو کر پڑے یہ مصیبت نہ ہا پڑ پر
وہی یہ عنایت سلطان محمد در رونے لگا وہ مرد مسافر تھکا کے سر
دل میں کہا خدا کا مقرب ہے یہ ہشر اس حال میں غریب فانی ہے اس قدر
کیا جانتا ہوں ہے یہ ہا رسول ہے
کس بخش بہار شرافت کا مقبل ہے
یہ سوچ کر وہ مرد مسافر کہنے لگا۔ کہ اے بندہ خدا تم کس خانہ میں
ہو۔ فرمایا آپ نے، کہ اے مرد مسافر جس شاہ عالی مقام کی زیارت کو
جائے ہر اس ناچو کو بھی ان کی جناب میں خصوصیت حاصل ہے
جس وقت تم وہاں پہنچنا۔ ایک میرا پیغام بھی اس درگاہ عالیجاہ میں

اتحادیہ مجلس ۱۸۸ حالات امام حسین کا شہید ہونا
ستم ریڈ ہے اگر یہ دُعا کرے۔ تو عجب نہیں۔ کہ میں اپنی منزل مقصود پر
جلدی پہنچ جاؤں۔ ایسے شخص کی دُعا میں بڑا اثر ہوتا ہے
دل میں یہ سوچ سوچ کے بندہ خدا آیا قلوب و لب و جوب کسبیا
جھک کر اسلام و علیکا و دیکھا کیا آپ خطا ہوئی بتلائیے ذرا
آگاہ کیجئے مجھ کو بہت انتظار ہے
جب سے دیکھا آپ کو دل بفراموش ہے
میں کرکنا یہ آپ نے اے مرد باخدا کس کس ظلم کا تم سے کروں میں تان آہ
تجہ ظلم سے ہو گیا گلشن ہر اتباہ ان ظالموں نے ظلم کئے میرے سوا تو
جنگل میں موت آئی ہے نبی سے دُور ہوں
عالم ہے اس کی ذات کریں بے قصور ہوں
لے شخص اس فردا اشارنے کیسے کیسے جان رعنا میرے شکر کے
بے جرم و خطا شہید کر دیئے۔ حتیٰ کہ چھ ماہ کے بچے کو بھی نہ چھوڑا۔ مگر
میں نے سوائے صبر کے کوئی بات نہیں کی اور اسے بھائی ہے
کنے میں بات آتی ہے اس کا کلام نہیں
دن تیسرا ہے آج کہانی طے نہیں
گمے بندہ خدا تو کہاں سے آیا ہے اور کس جگہ کا ارادہ ہے۔ فرمایا
اُس مرد مسافر نے کہ اسے شخص میں مدینہ معظمہ کا رہنے والا ہوں اور بشوق

اتحادیہ مجلس ۱۸۹ حالات امام حسین کا شہید ہونا
جس وقت یہ کلمات زبان مبارک سید الشہداء سے اس مرد مومن نے
سنے تو حیرت ہو گیا۔ کہ لڑکی سے رخصت ہونے کا واقعہ سولہ مہینے
پانچواں دن تھا کہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ شاید ان کو علم غیب میں دستک
ہے ہاں زائد رسالت مآب میں جبرائیم کا کوئی سوال کرتا تھا جواب
باصواب ہوتا تھا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ آپ اس کا مانی الضمیر
مجھ کہ جواب پہلے ہی دے دیتے تھے ہاں بعد ان کے میرے مولا و
آقا جناب علی ابن ابی طالب کو ان سب باتوں پر موت قدرت تھا
اور جب سے وہ رحلت کر گئے۔ تو جناب امام حسن ان کے بڑے شہوادی
لوگوں کے سوالوں کا جواب تلی بخش دیتے تھے۔ اور عیب کی باتیں بھی
سنادیتے تھے۔ اب خدا سلامت رکھے میرے مولا دلا امام حسین علیہ السلام
کو وہ جناب ہر طرح سے لوگوں کے سوالوں کا جواب باوواب دیتے
ہیں۔ اور وہی بوجہ پاک میں سے باقی ہیں۔ خدا ان کی عفو فرمے
یہ دل میں کہہ کر
ہاتھ کو جوڑ کر کہا اے مرد نیک نام بتلائیے برائے خدا مجھ کو کیا نانا
میں کہ کلام اس سے یہ کہنے لگا مام عاجز ہاں سیدہ رستم دودہ مستہام
رنج و غم دالم میرے جتنے میں آئے ہیں
یہ مطلب میں نے یہاں آکے ہائے ہیں

پانچواں دن اور کنا کہ آپ کے مشکک شایں۔ یہ خادم بھی آپ کا دم بھرنے والا
ہے۔ جب میں قتل ہو جاؤں تو میرے اہل حرم کے پردے کا خاص
خیال رکھنا۔ یہ کلمات سن کر وہ مرد مومن دل میں کہنے لگا کہ اب
اس کا وقت شہادت مقرب ہے۔ بیکس کے کام آنا چاہئے اور
اور بانی جان ان کے قدموں پر شاکر کرنی چاہئے۔ بعد مرگ انشاء اللہ
زیارت شاہ قلو کہ جناب امیر سے مشرف ہوں گا۔ یہ سوچ کر کہا۔ کہ
اے بندہ خدا مجھے اذن کارزار عنایت فرمائیے۔ تاکہ ان ملعونوں سے
آپ کا انتقام لوں مجھے قسم اسی شخص کی جس کی میں زیارت کو جاتا ہوں
اب میری میری گردن پر ہاں ہے۔ منکم و بھجے ہے
یہ سن کے آپ بولے کہ ہاں قسم کھا اے بھائی تو مجھے صاحب فخر تھے رضا
نہتے ہیں کرات بس پاک کجف کو جا بچنے کا میں نہیں ہوں مگر جان ہی تو کیا
دامن سلاخوں سے بھگوتی ہے رات دن
بھی تیری تیرے لئے روتی ہے رات دن
میرے وقت جو جگہ تھی وہ دمدم و مکر تھا تھکنے کو میں گئے جلد ہم
مرتی ہے انتظار میں صاحب الم آکر وہ اس الم میں ہوں میں ہی اسیر غم
ہمراں کشیدہ رنج دلاؤ میں میں ہے
پیارا ایک میری بھی بیٹی دلم میں ہے

یہ سن کے کما شاہ نے زوارِ حنف سے
کچھ فکر نہ کر سہ پہے غفار حسینا
محض شہادت کے نہیں نام ہے تیرا
خصت ہوا زوارِ ہوا وہ شاہِ امام سے
جید کی دعا ہے کہ خدا دین وہ دکھائے
جو آنکھوں کے ہو سامنے دربار حسینا



جب اس مرد مومن نے یہ سنا تو روپ اٹھا اور کہتا تھا
اے شخص تیرا حال بہت ہے بُرا ناگ
بلائیے کلمہ سچو ہے چاک چاک
نکلا نہ مرنے سے یہ کہ شہِ مشرقین ہوں
مولانے سوچا کھانے کہا جس حسین ہوں
آہ آہ یہ سنا تھا کہ زوارِ حنف غفلت کما کر زمین پر گر پڑا اور بعد
جب ہوش آیا۔ تو حضرت کے قدمِ مینت لودم پر جھک کر اپنا منہ
نلتے لگا۔ اور کہنے لگا۔

نوحہ

اشاہِ زمان عاشقِ غفار حسینا
آقا میرے ہوا ذوقِ عرب جگر عنایت
جاؤنگا بس از مرگ زیارت کو جنت میں
کیجئے نہ بچے جہنم سے شہرِ سار حسینا
تم ساقی کو شکر ہو فرزندِ شاہ
تسا نہیں کس طرح ہے پھڑپھڑیے کا
یہ عقد گشتی کا ہے دربار حسینا
د فوج دشکر نہ عیلا ر حسینا

ابرار کے شہید ہو گئے سخی کہ علیؑ غفر شہرِ خوار بھی نشانِ تیر ہوئے۔ تو حضرت خود
بہ نفس نفیس اپنی مرگ پر آمادہ ہوئے۔ اور واسطے رخصت کے غم
اہلِ حرم میں تشریف لائے۔ اور فرمایا اے زینب و کلثوم ولے سکیں
وہ بابائے فتنہ تم سب حسینؑ کا آخری سلام پہنچو کہ میں اب تم
سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کے بعد تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔
یہ کلمہ حسرتِ ناگِ من کر تمام بی بیوں حضرت کے گرد کھڑی ہوئیں اور
حضرت کو حلقہ میں لے لیا۔ اور جنابِ زینب و اُمّ کلثوم ہمیشہ جانِ سید
الشہداء کی حالت بہت غریبی تھی۔ اور سچے زمین پہ پوچھا تیں کھاتے تھے۔
آپ نے سب کو صبر کی تلقین کی۔ اور فرمایا جنابِ زینب سے کہ لے
ہیں تم سب بڑی ہو اس لئے میری آپ سے وصیت ہے کہ ہر طرح
سے صبر کرنا۔ اور میرے بچوں کی حفاظت کرنا۔ جنابِ زینب نے فرمایا
کہ اے بھیا اے ماں جائے۔ بچوں کو تو میرے سپرد کر چلے ہو مگر مجھے
کس کے سپرد کر رہے ہو۔ سوائے تمہارے یہاں کون ہے۔ جو میری
حفاظت کرے گا۔ میری ماں فاطمہ زہراؑ کی ایک تم ہی نشانی ہو۔
آپ بھی مجھ سے کہنا را کر رہے ہو۔ فرمایا آپ نے کہ بھینا چشتی الہی
انسان کا کیا دخل ہے اس میں۔ اچانک جو حضرت نے نظر کی
تو جنابِ فاطمہؑ ماں نظر نہ آئیں۔ آپ نے بوجہ حجاب جنابِ زینبؑ

آئینوں مجلس

شہادتِ جنابِ امام حسینؑ علیہ السلام

مؤمنین بالکلین روایتِ محمد سے یہ شہادت ہو چکا ہے۔ کہ جب مجلس
عزائے جنابِ سید الشہداء برپا کی جاتی ہے۔ تو اس مجلس میں جناب
فاطمہ زہراؑ بھی تشریف لاتی ہیں۔ اور ساتھ جناب کے آئینہ زنِ فرعون
حضرت مریمؑ بھی ہوتی ہیں۔ اور ہاتھ میں جناب سیدہ کے ایک ڈومال
ہوتا ہے کہ اس سے سونے والوں کے آئینہ پھر کمالِ شفقت فرماتی ہیں۔
کہ خوشحال میرے عزیز۔ کہ تم میرے ایسے غریب و بیکس فرزند پر ہوتے
ہو کہ جس کا رونے والا کوئی نہ تھا۔ انشاء اللہ پر وہ حشریں تم سب کی
شفاعت خواہ ہوگی، سبحان اللہ مؤمنین کیا درجات ہیں اس مجلس کے
اور کسی جہت تھی کہ جس کو یاد کر کے جناب فاطمہؑ اب تک انکسار ہیں
تو شحال ہمارا کہ ہم ایسے شہید کی مجلس میں شامل ہیں۔ کہ جس کی خواہش
لا کہ مقررین بھی رکھتے ہیں۔
مؤمنین۔ کیوں نہ رہے وہ ماں جس کا بھرا گھر ایک ڈومال پر ہے عرصہ
میں تباہ و برباد ہو گیا۔ راوی لکھتا ہے کہ جب سب عزیز و انصار سید

پس جس وقت اس حال سے بانو نے محویں قریب مسلمانین میں پہنچا۔
تو ملاحظہ فرمایا۔ کہ سب محذرات۔ حرم گرو شاہ امام کھڑی ہیں۔ آپ نے
آواز دی۔ کہ اے والی میرے کیا کام ہے۔ جو اس ناچیز کو باد فرمایا۔ اس وقت
امام مظلوم نے ارشاد فرمایا۔ کہ منعت موتا ہوں۔ اور یہ منعت میری آخری
جہل پہنچیم میں نہیں دیکھا۔ تمہارے اکبر و اصغر کے پاس جاؤں گا۔ تم شاہزادی
عجم ہو۔ اگر اس وقت میں مجھ کو قبر بخشد تو بعد از کم نہیں اُمت کا کام ہو۔ تمہارا
نام ہو۔ یہ سن کر حضرت بانو نے سروٹ لیا اور عرض کی والی میرے مجھے کیا
انکار ہے۔ جب اُمت پر اکبر و اصغر خدا کر دیئے۔ تو قبر کیا چیز ہے۔
یہ ذکر تھا پکارے جو شیر الوداع کبرا۔ سکینہ، بانو کے دیگر الوداع
قیضہ، رقیہ، زینب ہمیشہ الوداع اب ٹوٹنے کو آئیں گے بے پر الوداع
انیداب نہیں ہے جو پھر کر کے آئیں ہم
عابد سے کہہ دو ہوش میں آئیں تو جاؤں ہم
تجاو کے سر ہائے گیش بی بیاں تمام دیکھا پڑا ہے غل میں ہو تو باؤ امام
بانو نے سر کو پیٹ کے کرنے لگی کلام بیٹا اشوہیں گئی ہوں سن کو چھٹام
مشر و کھائی و تباہ ہے نو دیکھ شہدے
بابا تمہارے جلتے ہیں مل کو حضور سے
جس وقت یہ کار و خواہش مند تجاؤ کے کانوں میں پڑی غل سے

سے تو نہ پوچھا اگر جناب سکینہ سے فرمانے لگے۔ کہ
بی بی کو کیا کرتی ہیں اماں قہساری
اصغری کے دم تک تھی محبتا نہیں ساری
یہ کلام سن کر جناب زینب نے فیضہ کو کہا۔ کہ جا فیضہ بھائی جان کو
بلاؤ۔ فیضہ فوراً شہزادی مجھ جناب شہر بانو کی خدمت میں پونچیں
یہ دیکھ کر فیضہ نے سروٹ لیا۔ کیونکہ جناب شہر بانو علی صغر کے بگڑے
کو پکڑے ہوئے بے ہوش پڑی ہوئی ہیں
فیضہ قدم قدم کے پکاری ہوئی ہے بانو اٹھو و وار شہد کہ بگڑی ہے
اب گھر کی ایلینک دم میں مغانی ہے بی بی کی میری سوج بھی ملنے کو آئی ہے
واٹیں بچھا میں کھاتی ہیں ماتم کا جوش ہے
باقر کہنے نہ ہوش نہ عابد کو ہوش ہے
جس وقت یہ ملے فیضہ گوش جناب شہر بانو میں پونچی فوراً اٹھ
کھڑی ہوئیں۔ افسوس کیا۔ کہ میرے ہوش بجاتے تھے چوہا بھی حاضر ہوتی ہوں
تھی کس چشم سے آمد بانو شہد جاں کبر و فیضہ شہد کو پکڑے بعد فناں
پہلوں میں تھی ہوس کے دھڑکا لہ وائ اور اس طرف کو میرم تھا تھیں نہ خواں
غل تھا چاہا نہیں فلک نیلی خام کو
جاتی ہے عمر غشے بانو امام کو

اپنا پیٹ لیا۔ اور کہا کہ اس جاؤں یہ صدر میرے دل سے مرنے کے
بعد بھی نہ بھولے گا۔ کہ اماں جان تو تمہیں روز عید لباس جنت سے
آراستہ کریں۔ اور میں لباس کمنہ و دریدہ پہنتے ہوئے دیکھوں یہ
کہہ کر روتے روتے ہوش ہو گئیں۔ جب ہوش میں آئیں۔ تو صبر کی
تلقین فرمائی۔ اور کہا کہ اسے بیسنا اب ہماری رخصت ہے
زینب گئی نیمہ میں شہ جانب جگہ و چارہ دم راک بڑے ہو گئے شہ
فیضہ پہکارا در نیمہ سے یہ ناگاہ گھڑے کی غل سے کھیلے یہ زینب
رد کے سے نہیں رکتی ہے غل کھائی ہے زینب
ہاس آپ کے پھر روتی ہوئی آتی ہے زینب
یہ سنتے ہی شہ نے فرس تیر کو روکا زینب بھی قوب آگئی کتی ہوئی نوحہ
شہو نے کہ کیا حال ہے اے دو ختم زینب پہلے آپ کی مرضی تو نہیں زن کو چلا تھا
مراہاد و حرمت کو اس رنج و دمن میں
فرق کہنے نہ مرک بھی بڑوگوں کے چلن میں
یہ سن کر جناب زینب نے فرمایا کہ اے بیٹا مجھ ایک اماں جان کی
وہیت باد آگئی۔ اگر آپ پھر کر نہ آتے تو میں مشر میں اماں جان کے
سامنے شرمندہ ہوتی یہ سن کر
خونچے کیا ہے وہ اماں کی وہیت کی عرض کا ارشاد کیا تصادم و ملت

چونک پڑے اور عام سر سے پھینک کر دیے کہ وائے ہم پر کہ ہم جوان ہو کر
سر دکھائیں۔ اور بابا جان مرنے کو جائیں۔ پس اپنے پدر بزرگوار کی خدمت
میں چل پڑے۔ مگر خشف سے قدم نہ کھڑاتے تھے
آئے قوب شہ کے جو خاندانیک امام فرمایا السلام علیک ایہا الامام!
شہ نے راجل سلام اور یہ پیام اسرار علی غیب مبارک نہیں تمام
تم ہوا امام وقت قیوموں کو مالنا
ہم ہر گز نہ جاتے ہیں تم گھر نہ بھالنا
پھر جناب زینب ہمیشہ و گیسے فرمایا۔ کہ اسے سن اب مجھے پوشاک
آخری لادو۔ یہ سن کر جناب زینب نے کپڑوں کا صندوق اپنے بھائی شہ کی
خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ان کپڑوں میں سے حسب سے کہنے دید
لباس تھا چن لیا۔ بلکہ اس کو اپنے ہاتھ سے کٹی جگہ سے چاک کیا۔ پہلے
اس کو زینب تن کیا اس کے اوپر ایک اور لباس جو اچھا تھا پہنل
جناب زینب نے پوچھا۔ کہ اسے یا دگار پدر و مادر ایسا لباس
کیوں پہنتے ہو فرمایا آپ نے کہ اے بیٹیا۔ کیا بتاؤں۔ کہ بعد میری
شہادت کے ملائین میل لباس ہی اتار کر لے جائیں گے۔ اس لباس کو
اس واسطے پہنتا ہوں۔ کہ وہ بے حیا۔ اس کو کہنہ و دریدہ دیکھ کر چھوڑ دیں۔
اور میری لاش برہنہ نہ ہو وہ آہ یہ سن کر جناب زینب نے کمنہ

بھائی جو طلب تم سے کرے ن کی بابت اُس وقت مری تو یہ بھلائیات بھائی کا گلا چومو مادر کی طرف سے اور ہو جو رخصت پسر شاہ بخت سے جھکنا و گریبان قبا کھول دواری ہمساختہ خم ہو گیا وہ عاشق باری زینب نے حلق کے بوسے کئی باری پھر کئے سوئے غضبہ یو و شکے پکارا یارو آیا تہرے سے نکل آئی میں فتنہ کتنا تیری بی بی کا بجالائی میں فتنہ پس حضرت نے فرمایا کہ اے میں میری بھی ایک آخری حاجت ہے۔ اس کو بھی پورا کرو۔ کہا میرے کسے مانجائے آپ کی کیا حاجت ہے فرمایا کہ اے میں اپنا بازو ذرا کھول دو۔ جب جناب زینب نے بازو کھولے تو حضرت نے بازوؤں کے روبرو کر بوسے لئے۔ اور کہنے لگے۔

و من بازوؤں بعد یتیموں بوسے میں میرے

بندہ جا بیٹھے بازو بھی اک روز رس سے

الغرض جناب سید الشہداء رخصت ہو کر میدان میں تشریف لائے۔ اور بغرض اتمام حجت فرمایا۔ کہ اے قوم میں تمہارے نبی کا نواسا ہوں۔ تم کیوں میرے پرے قتل ہو کیوں کوئی نیا دین نیا جاد کیا ہے۔ یا میں نے

کسی شریعت کو بدل دیا ہے۔ کیا میں نے کسی بے گناہ کو قتل کیا ہے کیا میں نے کسی کا مال چھینا ہے کہ تم میرے خون کے پیاسے بن رہے ہو۔ اے قوم کیا میرے سر پر یہ عمامہ تمہارے رسول کا نہیں۔ کیا میرے بدن پر یہ لباس تمہارے رسول کا نہیں۔ کیا میں وہی حسین نہیں ہوں جس کو تمہارے رسول نے اپنا فرزند کہا جس کے لئے روزِ عید آنحضرت ناقہ بنے جس کے لب و دہن کے بوسے لیتے تھے۔ کیا میں وہی حسین نہیں ہوں جس کی شان میں تمہارے رسول نے فرمایا ہے حسین معنی ذی انامین الحسنین۔ اے اہل کوفہ و شام تمہیں کیا ہو گیا۔ کہ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو۔ اُسی کے نواسے کے قتل پر کمر بستہ ہو۔ اے بے خبر قوم نے مجھے مہمان بلایا کہ چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آب و دانہ مجھ پر بند کیا میرے نچے نچے پتے جھوک اور پیاس سے ہلک ہے میں اور تم تین سے اپنی زندگی بسر کر رہے ہو۔ آہ تم نے میرے بھرے غادران کی صفائی کر دی۔ میرے تمام انصار و احباب کو سفندانِ قرطانی کی طرح میری آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیئے اس پر بھی تمہاری آنکھیں عذاب نہ بھیجی اور اب مجھ پر بے گناہ کے قتل پر آمادہ ہوئے ہو۔ اے غلامو! عذابِ آخرت سے ڈرو۔ کہ وہ بہت سخت عذاب ہو گا۔ وہ وقت قریب ہے۔ کہ عذابِ الہی کے شعلے تمہیں چاروں طرف سے

گھیر لیں۔ یہ سن کر اس بے جیا قوم نے جواب دیا۔ کہ اے حسین وقت فضائل بیان کرنے اور نصیحت کرنے کا نہیں بلکہ ہم سے جنگ کرنے کا ہے۔ اگر لڑنے کی تاب نہیں۔ تو مزید بر معاد یہ کی بیعت منظور کر لو۔ ورنہ اپنے قتل کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ یہ سن کر امام علیہ السلام۔ لاجول ولاقوۃ لایا شد کہتے ہوئے۔ وہاں سے پلٹے۔ اور فرمایا اے بے حیاءو میں جنگ کرنے سے عاجز نہیں۔ جو کچھ کہہ رہا تھا۔ بغرض اتمام حجت کہہ رہا تھا۔ اچھا اب علیؑ کے پیشے کی ذرا شمشیر زنی کا تماشا دیکھو۔ اس کے بعد آپ نے ذوالفقار حیدر گزار کو نیام سے نکالا۔ اور خیراں رجز پڑھتے ہوئے اس قوم نے کون کر دار پر حملہ آور ہوئے۔ ایک انگریز مورخ لکھتا ہے۔ میں نے نہ آنکھوں سے دیکھا اور نہ کانوں سے سنا۔ کہ کوئی ایسا شخص جس کے عزیمت ہو رہے جو ان دن پچھے اس کی آنکھوں کے سامنے مارے گئے ہوں تین دن کا مجھو کا پیاسا ہو۔ بدن اس کا زخموں سے چھوڑ چھوڑ ہوا اور پھر سین کی طرح اس بہادری سے لڑا ہو۔ ایک تن تنہا کے حملہ نے دشمن کی فوج میں وہ ہل چل ڈال دی تھی۔ کہ گھبراہٹ میں سپاہی کے اُمیر سپاہی گر رہا تھا جس طرف حضرت رخ کرتے تھے۔ دشمن اسی طرح بھاگتے تھے۔ گویا ہوا کے زور سے ڈنڈیاں بھاگ رہی ہیں۔ صاحبِ بحر البکر

لکھتے ہیں۔ کہ امام حسین علیہ السلام کا قیصر احمد اس زور کا تھا۔ کہ فوج پیچھے ہٹتے ہٹتے کوفہ کے دروازے کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ اور بے شمار سپاہی گھوڑوں کی ٹاپوں سے چلے گئے۔ ہر طرف سے الامان۔ الامان کی آوازیں آرہی تھیں۔ صاحبِ روضۃ الشہداء نے مقتولین کی تعداد بارہ ہزار تک لکھی ہے لیکن کم از کم دو ہزار دشمنوں کا قتل کرنا ایک تشبیہ کام ضعیف و نالایان پسرِ مردہ شخص کے لئے عظیم المِثال ہے۔ اس کے قبل ظہور میں آیا تھا۔ بعد میں کوئی ایسا شجاع گورا۔ مگر کہاں تک لڑتے۔ خون بھی جسم سے بکثرت بہہ چکا تھا۔ دن ڈھل رہا تھا۔ کہ ہر طرف سے غور شہیدِ امامت پر زغہ ہوا۔ عمر سعد نے آواز دی، وائے ہو تم پر یہ شخص انزع البطین کا یادگار ہے۔ قتالِ عرب کا فرزند ہے۔ اس طرح کبھی تم سر بر نہ ہو گے۔ ہر طرف سے گھیر لو۔ یہ سننا تھا۔ کہ بے کس پر فوج کا ہجوم ہوا۔ حضرت پر حملہ بر حملہ اور وار پر وار کرنے لگے۔ آہ ایک مظلوم بچہ کے پیاسے کو ہزاروں خون کے پیاسے گھیرے ہوئے تھے۔ آپ کا تمام بدن زخمیں سے چھوڑ چھوڑ تھا۔ کپڑے خون سے جو جڑ تھے۔ کمزوری سے غش پر غش آرہے تھے۔ پیاس کی لذت سے زبان سُرخ ہو رہی تھی اسی حالت میں ایک بار پھر حضرت نے آوازِ استغاثہ بلند کی ہل من ناحہ انصہنا

گلا گھونٹنے کے لئے تیار ہوئے۔ آپ نے اپنا عامہ دو کنگیز نکالتے گھوڑے کی زین سے بانو سے اور فرمایا ذوالجناح سے کماے اسپر و فادار جب میں زین سے روئے زمین آجاؤں تو یہ سب چیزیں بکفالت تمام اہل حرم تک پہنچاؤں۔ آہ آہ کس زبان سے عرض کروں۔ کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ اس قوم جھاکارنے کا ایک چاروں طرف سے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اور قریب آکر نچے پر نیزہ مارے گئے یہاں تک کہ ہمارے مظلوم امام سے گھوڑے پر نہ ٹھہر گیا۔ آپ رضا بقضاء و قیلا لامرہ کہتے ہوئے گھوڑے سے گرے اور آپ کے جسم اقدس پر لہتے تیرے دیوتے تھے۔ جسے سامی کے بدن پر کانٹے ہوتے ہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کا جسم اقدس تیروں پر ٹھک رہا۔ راوی بکھتا ہے۔ کہ جب گھوڑے سے حضرت زین پر گھر پڑے تو پسر سعد نے سرداران شکر سے کہا۔ کہ اب جلد حسین کا سر کاٹ لو۔ لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی۔ کہ اس سخت کام کو سر انجام دے۔ آخر شمر بن اسد بات پر آمادہ ہوا۔ کہ تشنہ و گرسنہ تندرست کو قتل کرے اور زمین و آسمان کو ہلاک کرے پس وہ ملعون خنجر بکف اس لشیب کی طرف چلا جہاں امام مظلوم گرے ہوئے تھے۔ یہ وقت عصر کا تھا۔ اور اس حال میں نماز عصر ادا فرما رہے تھے کہ شمر ملعون وہاں پہنچا۔ اور اس سید

ہل من مغیث یغیثنا۔ اس آواز کے بلند ہوتے ہی ملائکہ اعلیٰ میں قیامت برپا ہو گئی۔ جبرائیل امین نے درگاہ الہی میں عرض کی۔ کہ ہالے والے مجھے حسین کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ یہ ذہبی عین تو ہے۔ جس کے لئے تین جنت کے میوے لے کر جاتا تھا جس کے گھوڑے کو ہلاتا تھا۔ ہالے والے مجھے اجازت دے کر میں اس درخت بیکسی میں اپنے حسین کی مدد کروں۔ حجاب قدرت سے آواز آئی۔ کہ اے جبرائیل اگر میرا حسین تمہاری مدد منظور کرے۔ تو ضرور اس کی مدد کرو۔ یہ سنتے ہی جبرائیل امین نے نہایت ترقاری سے اپنے مقام سے پرواز کی۔ اور پوچھ کر بلا میں امام غریب کے سر پہ اپنے پرول کا سایہ کر لیا۔ تاکہ پیارے نبی زادے کو حدیث آفتاب میں کچھ سکون حاصل ہو۔ لکھا ہے۔ کہ جب امام علیہ السلام کو یکایک سائیکل وچر سے کچھ ٹھکی محسوس ہوئی۔ تو آپ نے آسمان کی طرف نظر کی لہ۔ کہا کہ اے سایہ کرنے والی مخلوق تو کون ہے؟ تو ندا آئی۔ کہ اے میرے شاہزادے میں تمہارا خادم دیرینہ جبرائیل ہوں مجھے اجازت دو۔ کہ میں ان کا خاتمہ کر دوں۔ فرمایا آپ نے کہ اے جبرائیل میرے صبر کا امتحان خالق کو منظور ہے۔ اس لئے پرول کا سایہ اٹھا لو۔ جبرائیل مایوس ہو کر واپس آگئے۔ اس کے بعد ہمارے مولا اپنا سر کھٹا

دیکھیں۔ ایک چیز اوپر سے نیچے کو آئی۔ ایک چیز نیچے سے اوپر کو گئی اور ایک چیز چاروں طرف گھونٹنے لگی۔ جو چیز اوپر سے نیچے کو آئی وہ جبرائیل فرشتہ تھا۔ جو نیچے سے اوپر کو گئی۔ وہ امام حسین علیہ السلام کا سر تھا جو خولیٰ عین نے اپنے نیزہ پر چڑھایا۔ اور چاروں طرف گھومی وہ حسین کی دکھیا بن گئی۔ جہاں بھائی کی لاش کے گرو انتہائی بے حسنی سے گھوم رہی تھی۔ اور یکے بایک ہاتھوں سے پرے کر رہی تھیں۔ ماہ محمد اداہ علیا، ہائے میں کر بلا کے بن میں ٹٹ گئی۔ ہائے میری ماں کا پتلا پتلا بول بولیں میں آج ہو گیا۔ اے میرے مظلوم برادر کا شہید یہ تم رسیدہ بن اس سے پہلے اندھی ہو جاتی اور آپ کو اس حالت میں نہ دیکھتی۔ خدا کسی بہن کو اپنے بھائی کی یہ حالت نہ دکھائے جو ہماری شہزادی جناب زینب نے دیکھی۔ بار بار غش کھا کر گرتی تھیں۔ یہاں تک کہ جناب فقیہ لے آکر سنبھالا۔ اور خیمے میں واپس لے گئیں۔

راوی کہتا ہے کہ بعد شہادت امام مظلوم ذوالجناح کی حالت دیوانوں کی سی ہو گئی۔ وہ بے رہاں اس طرح چلا چلا کہ صدا نکالتا تھا جس طرح نن پسر مردہ بھلا کر روتی ہے اور آہ دناہ کرتی ہے پہلے وہ خاک پر گر کر تڑپا پھر خون حسین سے اپنی پیشانی رنگین کی۔

بے کینہ پر سوا ہو گیا راوی کہتا ہے۔ کہ جب آپ گھوڑے سے گرے تھے۔ تو جناب زینب فرے مارتی ہوئی اس بلبلہ پسینہ لگی تھیں۔ جو قل زینب کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہاں سے فریاد کر رہی تھیں۔ کہ اے ظالمو میرے مظلوم بھائی پر رحم کرو۔ جب آپ نے شمر کو خنجر بکف دیکھا تو بلبل گئیں اور کہنے لگیں۔

یا ظالمہ مزار سے نکلو بہت دیر ہو چکی ہے اس وقت کہ مر جائیے تمہیں نہیں بھائی کی کچھ خبر یا محض گھبراہٹ ہے آپ کا پسر بے جرم قتل کرتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ

نانا بچاؤ تینوں سے اپنے فراسے کو

پس جب شمر ملعون نے پیاسے گھگھر کر دیا۔ تو جناب زینب فرماتے گئیں۔ اے ابن سعد خدا تیری نسل کو قطع کرے۔ میرے بھائی ابو عبد اللہ قتل ہو رہے اور تو دیکھ رہا ہے۔ آہ آہ مومنین جناب زینب فریاد ہی کرتی رہیں اور وہاں ظمیر ملعون نے دیرگاہ نبوی پر خنجر پھیر دیا۔ جس سے زمین کر بلا میں زلزلہ آگیا۔ مسجد کو گھین لگ گیا۔ سیاہ آندھیاں چلتے گئیں۔ ہر طرف سے القتل الحسین بکبا بد۔ الذینہ الحسین بکبا بد۔ کی صدا میں گونجنے لگیں۔ غوشی کے ہاے بجنے لگے رکھا ہے کہ جب علی امام مظلوم پر خنجر چل رہا تھا۔ تو زمین خاص چیزوں لوگوں نے

کیا یہ چڑھا مٹے محرم کا مہینہ پر دیں میں سب کٹ گیا گھرا حسینا
 ماں جائے مرے آکے قتل تو ذرا دو
 دل ہو گیا بے تاب یہ ناچار حسینا
 پیغام دیا اسپ وفادار نے بیٹیا غموں کو یہ لڑیں گے جفا کا حسینا
 کئی آنکھیں بیکھل گئی ظلم اہل جفا کا پتھر کا جگر رکھتے ہیں کفار حسینا
 دیکھا نہیں جا تا ہے سکینہ کا پلٹنا
 دے صبر اُسے خالق غفار حسینا
 باا کو یہ پیغام پوچھا دینا اے بجائی بے پردہ نہ ہو عزت اہلار حسینا
 ہے جیڑی یہ غلام دیر نہ شہزادے ہو نظر کرم اس پر بھی اکبار حسینا

ختم شد حصہ اول

اور جانبِ غیب اس حالت سے جا رہا تھا کہ باگیں ٹوٹی ہوئیں۔ زمین چٹک
 ہوا۔ تیروں سے غر مال پونچکر دیرِ نیمہ پر اس لے آواز دی
 کہ
 پیارے گل کا کلبہ ہے شہ شریفین کا زینب کو بیٹھا یا ہوں پر امام حسین کا
 اعدا کوئی گھڑی میں یہ نیچے جلا میں گے
 اہل حرم کو بلوے میں دے در ہر ایش گے
 آہ، یہ صدا زوالِ جناح کی سن کر تمام فی بیاں اور نیچے در نیمہ پر جمع
 ہو گئے سارے واہ حسینا۔ واہ مظلوما کے نعرے سے زمین و آسمان ہلادیا
 اور زوالِ جناح کو جگہ میں لے کر اس قدر سینہ زنی شروع ہوئی کہ
 دل پھٹا جانے لگا راوی کتا ہے کہ واہ شہدِ جناب زینب کا تڑپنا مجھے
 نہیں بھولتا اپنے ماں جائے کی طرف ہنہ کر کے کتنی تھیں سے

نوحۃ

غم خواہ حسینا، بے یار حسینا صد تری تری دل سا تھا حسینا
 جب شمر نے خبر سے حلقوم پر رکھا تب سے ہیں یہ آنکھیں میری حسینا
 سوکھا تھا گلہ آپ کا اور خجیر ہے آب
 رگڑے دیئے عالم لے کئی بار حسینا

ہلکے جن معینتِ یغینا۔ اس آواز کے بلند ہوتے ہی ملائکہ علی میں
 قیامت برپا ہو گئے۔ جبرائیل امین لے دو گاوا الہی میں عرض کی۔
 کرانے والے مجھے سے حسین کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ یہ مدی
 حسین تو ہے جس کے لئے تین جنت کی عیسے لے کر جاتا تھا جس کے
 گھوڑے کو ہلاتا تھا۔ پالنے والے مجھے اجازت دے کر تیں اس در
 یکسی میں اپنے حسین کی مدد کر دیں۔ حجابِ قدرت سے آواز آئی۔
 کو اسے جبرائیل امین اس میں تمہاری مدد منظور کیے۔ تو ضرور
 اس کی مدد کر دو۔ یہ سنتی جبرائیل امین نے نہایت ہمتی سے
 اپنے مقام سے پرواز کی۔ اور پونچکر کربلا میں امام غریب کے سر پر
 اپنے بدن کا سایہ کر لیا۔ تاکہ پیارے نبی زادے کو عزت آقا میں
 کچھ سکون حاصل ہو۔ لکھا ہے کہ جب امام علیہ السلام کو یکایک سابی
 دوجے کے کچھ کھنکھوس ہوئی۔ تو آپ نے آسمان کی طرف نظر کی بلکہ
 کہا کہ سایہ کر لے یا لی مخلوق تو کون ہے؟ تو ندا آئی۔ کہ اسے
 میرے شاہزادے میں تمہارا خادم ویرینہ جبرائیل ہوں مجھے
 اجازت دو۔ کہ تیں ان کا خاتمہ کر دوں۔ فرمایا آپ کو اسے جبرائیل
 میرے جبر کا امتحان خان کو منظور ہے۔ اس لئے کربلا کا سایہ اٹھا لو۔
 جبرائیل بالوس ہو کر واپس آگئے۔ اس کے بعد تمہارے ملا اپنا سوسکا

گلکھنے کے لئے تیار
 زمین سے باوجود اور با
 اول محرم تک پونچا وہ
 بعد کیا ہوا۔ اس خبر
 بارش شروع کر دی۔ اور
 کہ ہمارے مظلوم ام
 دیکھا لاہرہ کئے ہوئے
 راتے تیرے دیوتے تھے
 اور یہی دیر تھی تو آپ کا
 ہے۔ کہ جب گھوڑے
 سرداروں شکر سے کہ
 جنت دیوتے تھے کہ اس
 اس بات پر آمادہ ہوئے
 آسمان کو غلام سے ہیں
 جہاں امام مظلوم کر
 نماز عشاء فرما رہے تھے

ایسوی گیس

۲۰۴

دیکھیں۔ ایک چور اور پرے سے نیچے کو آئی۔ ایک اور ایک چیز چاروں طرف گھومنے لگی۔ وہ جو ایٹل زینہ تھلا جو نیچے سے اُپر کو گم سر تھا جو تھلا ایس نے اپنے نیزہ پر جھڑ گھسی جھٹکن کی ٹوکھیا ہن تھی۔ جہا پہنچے جہا بے چوٹی سے گھوم رہی تھی۔ اور پچھو مانتھو تھیں۔ ماہ مہر ماہ علیا، ہائے میں کر بلا۔ میری ماں کا پھلا پھولا بلبل بر دین میں اُراد کر کا شیتہ سیریدہ بن اس سے پہلے اس حالت میں نہ دیکھتی۔ ٹھوڑکی کھن کو اپا ہو ہمارے شہزادی جناب زینب نے گرتی تھیں۔ یہاں تک کہ جناب فقہ نے واپس لے گئیں۔

راوی کو تھکے کہ بعد شہادت ادا ہو دیوانوں کی سی ہو گئی۔ دھبے دیوان لڑتھیں طرح زن پس مر مر دہ دہلا کر روئی پہلے وہ خاک پر گر کر تڑپا پھر خون جین

شہادت جناب امام حسین

۲۰۵

ایسوی گیس

لے کیکنہ پر سوار ہو گیا راوی کہتا ہے۔ کہیں آپ گھوڑے سے گریے تھے تو جناب زینب قوت مار رہی تھیں اس بلبل پر پہنچ گئی تھیں۔ جہا پہنچیں۔ جہا بے چوٹی سے گھوم رہے۔ اور وہاں سے فرار کر رہی تھیں۔ کراے غلام میرے مظلوم بھائی پر رحم کر دو۔ جب آپ نے شکر کو خیر کف دیکھا تو بلبل گئیں اور کہنے لگیں ۵

یانا لڑ مار سے نکلو نہ نہ کر پھلے پھر بھاتی پراسوت ہو کر ہر پچھے تھیں نہیں بھاتی کی کھ خیر یا پھلے لڑ مار سے آپ کا پھر بے نرم قتل کرتے ہیں اس شکر کیسے کو نا اچھا ہو تینوں سے اپنے واسے کو پس جب شہر طعون نے پیاسے لگے پر خیر کر دیا۔ تو جناب زینب فرما لے گئیں۔ اسے ابن سعد خدایتی شل کو قلع کرے۔ میرے بھاتی ابو عبد اللہ قتل ہو چکے اور خود کھڑا ہے۔ آہ مومنین جناب زینب قرادی کتنی رہیں اور ماں شہر طعون نے درگاہ نبوی پر خیر بھیج دیا۔ جس سے زمین کے پلا میں زلزلہ آگیا۔ شمع کو گھن لگ گیا۔ سیاہ آہ ہو چلا چلے گئیں۔ ہر طرف سے القتل الحسین بکرا بدت۔ اللہ جنہ الحسین بکرا بکرا۔ کی صدا میں گرجنے لگیں۔ غرض کہ باجے بچنے لگے کہہا ہے کہ جب ملتا ہوا مظلوم بھائی رما تھا۔ تو تین خاص جہیزوں لوگوں نے

عام قاعدہ ہے۔ کہ شروع میں لڑکوں کو پڑھانے کے لئے معمولی لیاقت کا معلم مقرر ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں میں ترقی ہوتی جاتی ہے اُستاد بھی اسی قابلیت کا مقرر ہوتا چلا آتا ہے۔ اس کے بعد جب سلسلہ تعلیم ختم ہو جاتا ہے تو عمل ہمیشہ کے لئے باقی رہتا ہے۔ پس یہی حال انبیاء کا ہے پہلے لوگ اس طرح معرفت الہی و تمدن و معاشرت میں درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے۔ پس یہی معلم برائے ہدایت و قدرت بھیجتی رہی۔ جب تعلیم کا درجہ آخری آیا۔ تو خداوندِ عالم نے اس کا لحاظ کر کے ایسا ہی بھیجا۔ جو ہر لحاظ سے اکمل و نیک تھا اور کسی قسم کا نقصان اس میں نہ تھا۔ بلکہ تمام انبیائے سابقین کی خصوصیات کا حامل تھا۔ جب وہ اپنی تعلیم کو مکمل کر چکا۔ تو آیہ شریفہ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ قَامَتْ عَلَيْكُمْ فُرُوعِي وَرَضِيَْتُ لَكُمْ دِينًا دُخِنَا نائل ہوئی پس اگر کسی نبی کی ضرورت باقی ہے۔ تو پھر کمال دین بے معنی چیر رہے۔ اگر اس دین کی یہ صفت ہے لِيُطَاعَ مَا وَعَدَ اللّٰهُ فَعَلَهُ تو کسی اور نبی کا ہونا بالکل عبث پس کسی نئے نبی کی ضرورت کو تسلیم کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ دین اسلام ناقص ہے۔ قرآن مکمل قانون نہیں اور اگر قرآن مکمل نہیں۔ تو پھر دنیا کا لیکن شیعہ اور دلاطیب د لایا پس اِنَّ هٰذَا لَلْعَالَمِیْنَ جیسی آیات بے معنی ہیں۔ اگر کوئی نیا نبی

حضرت کے بعد و ر آیا آنے والا ہے تو اس کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ وہ کیا کام کرے گا۔ اگر اسی مشرعت کا معلم ہوگا اور اسی دین کے چلانے والا ہوگا۔ تو دین کو اس کی ضرورت کیا۔ کتاب مکمل۔ دین مکمل۔ نبی کی تعلیم ختم۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ جس طرح اور مسلمان کے بعد انبیاء آئے۔ اور اسی مشرعت کی تعلیم دینے رہے۔ اسی طرح نبی اسی دین کو تعلیم دے گا۔ تو یہ بھی صحیح نہیں۔ انبیاء کی ضرورت دوسروں کے درمیان ہوتی ہے۔ انبیاء و حقیقت اوصیائے مسلمان ہوتے ہیں۔ جب کوئی نیا قانون اور نیا رسول آنے والا ہی نہیں اور اب زمانہ فطرت نہیں۔ تو پھر انبیاء کی حاجت نہیں۔ صرف اوصیاء کی ضرورت ہے۔ اور وہ بنا بر احادیث رسول معین ہو چکے ہیں۔ دنیا کا فرض ہے۔ کائنات کی معرفت حاصل کرے۔ اور مصلحتی آیہ اٰطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ مِنْكُمْ رَسُوْلٌ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اِلٰهَكُمْ فَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اور علم دین سے جو حاصل کرنا ہو۔ انہی سے حاصل کرے۔ ان میں سے کسی ایک کا وجود ہر زمانہ میں ضروری ہے۔ کیونکہ زمانہ کبھی جنت خدا سے خالی نہیں رہتا یہی وجہ تھی۔ کہ امام مظلوم کہلانے اپنے بیٹے سید ستار کو مرنے کی اجازت نہیں دی۔ حالانکہ ہمارا کہلانے بلکہ حق ہو ہو کر کئی مرتبہ نیچے سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ لیکن سید الشہداء اس فیصل سے باہر

میں نے اس کا جواب دیا

نہ کہنے دیا۔ کہ مبادا کوئی تیر بہار کر گئے۔
 حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بہار امام نے بحالتِ بیماری۔ وہ وہ کمالیف
 کہ بلایں اٹھائیں کہ ان کے تصور سے کلیدِ منہ کو آتا ہے اور جلا لرزتا
 ہے۔ یہ جو شہادتِ امامِ مظلوم تو مصائب کی انتہا ہی دوسری چٹا پنچہ
 ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ کہ یا حضرت مصیبتیں تو آپ کی ایک دوسرے
 سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ پر سب سے زیادہ مصیبتیں کس مقام پر واقعہ
 ہوئیں تو آپ نے ارشاد فرمایا ہے
 حضرت نے تین بار کہا شام شام شام
 بلوے میں دیکھ عروشا دہوتے تھے

ہاں اس کو بھی روتا تھا اور ہم بھی رونے لگے۔
 آہ۔ آہ اشتباہِ حقیقت نے اہلِ حرم کو ایذا پہنچانے میں اور بے شکِ حرمت
 کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ اور اسلام کی ہر تعلیم کو ان کے مقابل
 فراموش کر دیا۔ اسلام نے حقیقت کا اتنا احترام رکھا ہے کہ بدن سے لوبا
 جس کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یعنی اگر کسی حقیقت کا لباس تنگ ہے
 اور شکل کے وقت آسانی سے نہ اتر سکے تو حکیمِ شمع یہ ہے کہ
 اس کو چاک کر کے اُتار دے چاقو یا قبضی سے دکائے۔ آہ عام مسلمانوں
 کی حقیقت کے لئے تو یہ حکم ہوتا اور آلِ ریشم و اوندھول کے واسطے

پیش رو مجلس

۲۱۵

جمہوریہ انجمنیت کا جلالہ

اشقیلئے اُمت پر مسلک کریں۔ گو گھوڑوں کی نقل ہندی کروا کر لاشوں کو
ایس طرح پامال کریں۔ کہ کوئی عضو صحیح و سالم نہ رہ جائے کیا قیامت ہے۔
کہ رسولِ مقبولؐ کا ہر اہل باغ کاٹ کر سارا خاندان تباہ کر کے بڑھے
اور جوان اور بچے تہ تیغ کر کے۔ لاشوں کو بھی پامال کر دیا جائے۔ اور
پھر ان بے حیائوں کا اس پر بھی دل نہ بھرا۔ بلکہ ان کی دکھیا اور بیکس
لا وارث بنی ہوں کو ڈھٹے میں مشغول ہوئے۔ ان غریبوں کے پاس
لامواسعے چند اشیا جو بورگاہانِ دین کے تبرکات تھے۔ اور رکھا ہی
کیا تھا جس کو کڑا جاتا۔ ظانِ ظالموں کو چونکہ ناموسِ نبیؐ کی جنگ کرنا۔
اور مظلوموں کو ہر طرح سے سائناتِ مقصود تھا۔ اس لئے جو کچھ ان کے ہاتھ
لگے بھگے۔ یہاں تک کہ کسی بی بی کی سر پر ظالموں نے چادر
تک نہ چھوڑی۔ پیروں سے نعلین تک نکال کر لے گئے۔ لانتہا یہ
ہے کہ ان ظالمین نے وہ کمال بھی بیمار کے نیچے سے نکال لی جس پر
بیمار کے ملائش کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ کاش کہ وہ ظالم اسی
بیمار کے لئے۔ انہوں نے تو یہ غضب ڈھایا۔ کہ اہل حرم کو ڈھٹے سے
خجوں میں لگا دی ہے

جبران ہرگز کے گھر میں پہنچے جلا ہوئے
جاس، قاسم، علی اکبر کیا ہوئے

یا فاطمہ مزار سے نکل کر برہنہ سر
کنبہ حضور کا ہوا جگہ میں زید

خدا کی دشمن پر ایسا وقت نہ لائے۔ جیسا ان غریب المومنین میں
آپلا تھا۔ لکھا ہے۔ کہ جب ایک خیمے میں آگ لگتی تھی۔ تو سیدانیاں
بہل تباہ اس سے نکل کر دوسرے خیمے میں جاتی تھیں۔ اور جب دوسرا
خیموں میں آگ لگتی تھی۔ تو غیسے میں پونجی تھیں۔ آہ جب صرف ایک
خیمہ بیمار کمرہ لاکا باقی رہ گیا۔ تو نہ پ زینب بے تاب حضرت سید
سجاد کے پاس پہنچیں۔ اور فرمایا بیٹا سجاد اب تم امام وقت اور محبت
خدا ہو۔ تباہ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ صرف یہی ایک خیمہ باقی رہ گیا ہے
اس صورت میں سر برہنہ باہر نکل پڑیں یا کل کر مر جائیں۔ حضرت نے
فرمایا۔ کہا اے چھوٹی جان جس حالت میں ہو باہر نکل جاؤ اور اپنے
ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ راوی کہتا ہے کہ جب خیام حسین
میں آگ لگ رہی تھی۔ تو دیکھا میں نے ایک بی بی ایک ایسے خیمہ کے
اندھ جس کے قریب آگ پونجی تھی۔ بار بار بے تاب نہ آتی جاتی
تھیں۔ راوی کہتا ہے

پوچھا یہ بیٹے روکے کہ یہ ماجرہ ہے کیا
کیوں مول خطرہ لیتی ہو تم واہ بیتا
کنے لگیں یہ زینب پکس کہ آہ آہ

زیور کی ہے ہیں دو کوئی مال کی ہے چاہ

بیمار ایک میرا بھیجا ہے یاں پڑا

اس کو بچانے کے لئے بار بار خیمے میں جاتی ہوں۔ اس شخص ہم ناموس
ہی نہیں۔ اگر ہو سکے۔ تو اتنا احسان کر کہ اس بیمار کو اس کے اندر سے
نکال لے۔ راوی کہتا ہے۔ یہ منٹے ہی میرا دل بے چین ہو گیا۔ اور میں
اوس خیمہ کے اندر چلا گیا۔ دیکھا کہ ایک نجف و زوار بخان خاک پر
غش میں پڑا ہوا ہے۔ مجھے یہ حال دیکھ کر بڑا ہی ترس آیا۔ اور جس
طرح بنا اس کو نکال لایا۔

حمید بن مسلم یزید کا پرچہ نویس روایت کرتا ہے۔ کہ جب خیام
حسین میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں نے ایک کسین بچہ کو قتل کی طرف
بھاگتے میسے دیکھا۔ اس کے کرتے میں پیچھے سے آگ لگی ہوئی تھی۔
مجھے اس کی حالت پر رحم آ گیا۔ دوڑا ہوا اس کے پیچھے اس خیال سے
گیا۔ کہ اس کے کرتے کی آگ بجھا دوں۔ جوں ہی اس نے میرے
قوم کی چاپ مٹی گھبرا کر کہنے لگا اے شیخ تو کس املاہ سے آ رہا ہے۔
میں نے کہا صاحبزادے، تمہارے کرتے کو آگ لگی ہوئی ہے۔ چاہتا ہوں
کہ اس کو بجھا دوں۔ یہ سن کر اس نے کہا۔ اے شیخ ہم ناموس رسول
ہیں۔ ہم کو بھل جانا گوارہ ہے۔ مگر نامحرم ہاتھ اپنے بدن کو لگنا منظور

اکیسویں مجلس

فضائل اہلیت بیان شام غریباں ذکر بلائے معلّے
قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِ الْمُحْجِدِ وَفِيهِ قَانَ
الْحَبِيد - اَنَا اَنْشَلُكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَكَذِّبًا وَ
كَاعْبًا اِلَى اللَّهِ بِاَذْنِ رَسُوْلٍ اَحْمَدٍ - (سورہ الاحزاب)
اے نبی ہم نے تم کو شاہد و مبشر و مذکر بنا کر بھیجا اور اللہ کے
لاذن سے اس کی طرف بلانے والا بنایا اور تم کو چمکتا ہوا چراغ بنایا۔
حضرت اس آیتیں آخر حضرت کو سراج المنیر کا خطاب دیا گیا
ہے۔ اور اسی سراج منیر میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں

چراغے را کہ ایزد بر فروزد

ہر آنکس پ زندریش بسوزد

حضرات ایسا چراغ کہ آگ کی طرح پانی سے بجھنے والا نہ ہو،
بلکہ اس کی شان یہ ہو کہ یُوْنُسُ لَطْفُوْهُ نُوْرًا لِّلّٰہِ بِاَفْوَہِمْ
وَاللّٰہُ مُبْتِمُّ نُوْرُہٗ وَلَوْ کَرِهَ الْغَیْبُ کُوْنٌ - یعنی لوگ چاہتے
ہیں کہ اللہ کے نور کو نہ دیکھ سکیں۔ اور اللہ اس نور کو تمام

نہیں۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اُس نے کہا میں سیکندہ نسبت الحسن
ہوں۔ اے شیخ اگرچہ کوئیر سے حال راہ ہر دم آ رہا ہے۔ تو اتنا سلوک میرے
ساتھ کر کہ مجھے نجف اشرف کا راستہ بتا دے۔ میں نے کہا اے صاحبزادی ہاں
جا کر کیا کر دگی، نہی نے رو کر کہا میں اس ظلم و ستم کی اپنے جوش سے فریاد
کروں گی۔ ابھی میں تیم کس سے ہی گفتگو کر رہا تھا۔ کہ
اتنے ہوا غولی ملعون خود دار خنجر کو ہلاتا ہوا وہ بلنے اشرار
ناگاہ سیکندہ کے قریں پونجا بد اطوار جھٹکا دیا کا دل کو جو ظالم نے کیا
دور تھیں لئے خون ہوا کا دل سے جاری

زینب نے کہا گودی میں آؤ میری پیاری

ملعون سے کہنے لگیں پھر زینب مغموم کیا تیرا بگاڑا تھا یہ سچی قہرے معصوم

مخبر میں تجھے دیکھنا ہو یا ایک معلوم ظالم کو مراد تیرا ہے کیا نا لہ مظلوم

ہو تا ہے بڑا پاس تیموں کا خدا کو

قبول وہ کر لیتا ہے بچوں کی دعا کو

ہر کرنے لگیں لاشہ شیر سے رو کر ماں جائے مرے دیکھتے ہو ظلم یہ ہم پر

رکھنے لئے کا دل سے معصوم کے کبر اور خون سے کرتا ہوا گین سراسر

ہر روز نئے ظلم کی روداد ہے بھائی

کچھ بانی سیکندہ کی بھی بنیاد ہے بھائی

لیکن اس کی طرف نشانی میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ حضرت ایسے سراج منیر ہیں۔ کہ قبل خلقت آپ سے ایک لاکھ چھ ہزار شعبیں روشن ہوئیں یہ سب شعبیں ایسی تھیں۔ کہ عصمت کا فائز ان پر لگا ہوا تھا۔

چوتھے۔ چراغ کی روشنی سے جس طرح دوست فائزہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح دشمن بھی حضرت کی ذات سے فائزہ اٹھا سکتے ہیں۔ پانچویں۔ چراغ روشن ہونے ہی بہت سے پروانے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان جانشینوں کے پیچھے اور بھی بہت سے پرکڑے کوڑے آ جاتے ہیں۔ جو بعض اوقات سخت تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ چھٹیاں وغیرہ اس لئے نہیں آتیں کہ روشنی حاصل کریں۔ بلکہ اس لئے کہ بے چارے پروانوں کو اپنی فدا بنائیں۔ ہتھکے ہر طرف چھلانگیں مارتے پھرتے ہیں۔ وہ شمع کے جواں شارب نہیں بلکہ فضا کو نورانی دیکھ کر کسی شکار کی جستجو میں دوڑ رہے ہیں۔

چھٹیوں۔ شمع سے ان ہی آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے جو آشوب سے پاک ہوں۔ کیونکہ آشوب زدہ آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ چاہتی ہے۔ کہ جلد سے جلد یہ روشنی نگاہ سے ہٹ جائے۔

کرنے والا ہے۔ چاہے یہ شمعوں کو ناگوار ہی گزرے۔ یہ ہے وہ نورِ تام اور نورِ کامل جس کو خدا ہدایت خلق کے لئے خاص کرتا ہے۔ اس آگ بے چاری کو کیا نسبت وہ نار ہے یہ نور ہے۔ یہ نور ہے۔ وہ بے عقل اور عقلِ کل اور معلّمِ حکمت۔ آگ کا سبداں آفتاب، اور اس نور کا مبداء اللہ نور السموات والارض، آنحضرت کی ذات کو سراج منیر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس میں چند باتیں خاص سے قابلِ غور ہیں۔

اول۔ چراغ امیرِ غریب سب کی حاجت براری کرتا ہے اور رہنمائی کرتا ہے۔ جس طرح سے ایک بادشاہ کا گھر اس سے روشن ہوتا ہے۔ اسی طرح سے ایک غریب بڑھیا کا جھونپڑا بھی منور ہوتا ہے۔ رسول کی بھی یہی شان ہے۔ وہ رحمة اللعالمین بن کر دنیا میں آئے۔ امیرِ غریب سب سے ان کا یکساں تعلق ہے۔ دوسرے۔ چراغ کی روشنی میں دوست اور دشمن یکساں اور سفید و مٹھری کی پہچان ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت کی وجہ سے خدا کے دوستوں اور دشمنوں میں نیز حاصل ہوتی۔ اور نیک و بد کا پتہ چلا۔

تیسرے۔ ایک چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر دیتے ہیں۔

کیا حال ہوتا ہے۔ اور یہاں تو ایک دوڑیں بہتر جزائے ایک دن ایک گھر سے نکلے تھے۔ بھرا گھر خالی ہو گیا تھا۔ جس گھر میں صبح تک بوڑھوں جواہر اور بچوں کی چل پھل تھی۔ آج شام کو وہاں چند خاک نشین بی بیوں کے سوا کچھ نہیں۔ منقول ہے۔ کہ جب ذریتِ رسول کو دشمنانِ دین اپنی طرح سے ٹوٹ چکے۔ اور ختامِ جل کر خاک ہو چکے۔ تو لٹی ہوئی بے والی و وارث بی بیوں خاک نشین ہو گئیں پس ایک خلی ہوئی قنات کھڑی کر کے پردہ کر لیا۔ اب جنابِ زینب نے بوجہِ وصیتِ برادرِ عالی تبار بچوں کو جمع کر کے ہانپنا شروع کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جنابِ سکینہ اور کئی بچے غائب ہو چکے ہیں پس اپنی بہن اُمّ کلثوم سے کہنے لگیں۔ کہ اب کیا کیا جائے بچوں کو کس طرح سے تلاش کریں۔ نہیں معلوم کہ وہ مصیبت زدہ کس طرف کو نکل چکے ہیں۔ عرض کی جنابِ اُمّ کلثوم نے کہا ہے میں تم دونوں تلاش کرنے چلتی ہیں۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ الغرض نئی کی تلاشیاں۔ اور علی کی بیٹیاں رات کی تاریکی میں بچوں کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں۔ آہِ دخترانِ فاطمہ پر کیا وقت پڑا تھا۔ کہ ننگے سر متعل شہداء میں ہر طرف بچوں کو بھارتی بھرتی تھیں۔ یہ وہی دخترانِ علی و تہل تھیں۔ کہ جب مدینے سے

یہی حال حضرت کا تھا۔ کہ منافقوں اور کافروں کی یہ ولی قنات تھی۔ کہ دنیا آپ کے وجود سے جلد از جلد خالی ہو جائے۔ ساتویں۔ شمع کے گرد جو پروانے ہوتے ہیں۔ وہ شمع کے نکلے ہوئے ہی اپنے اپنے مقام پر واپس چلے جاتے ہیں۔ بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو اس کے قدموں پہ جا ٹپکے پڑے رہتے ہیں۔ یہی حالِ رسول کا تھا بعض ایسے تھے۔ کہ رسول کے مرتے ہی اپنے آبائی دین کی طرف پلٹ گئے اور بعض ایسے تھے۔ کہ ہمیشہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس سراجِ منیر کی ضیا باری کا کیا ٹھکانا ہے۔ اسکی کرشموں کا آخری حصہ و امن قیامت پر اپنی روشنی ڈال رہا ہے۔ اٹھویں۔ اس سراجِ منیر سے ہزارہا گریں پھوئیں جو لجا لجا کر دمک اور تباہی و قحط و قحط ہو ہو ایک شعبہ ان سب پر مصیبتِ طہارت کا فائز چڑھا ہوا تھا۔ آہِ آہ اس شمعِ منیر کی تیسری کرن پر گردِ بزمِ ظلم و ستم کے بادل چھائے ہوئے تھے آہ یہ ہدایت کے نورانی پیکر جن غمخواروں کے اندر تھے غالموں نے ان کو جلا کر خاک کر دیا۔ آہِ بختِ شہیدوں کی سوگوار بی بیوں باحال تباہ سر کھٹے خاک پر بیٹھی تھیں۔ اور گوئی ان بیکسوں کا تسلی دینے والا نہ تھا۔ اگر کسی گھر سے ایک جنازہ نکل جاتا ہے۔ تو اس گھر والوں کا

ناگاہ کٹے حلق سے آواز یہ آئی بابا ہے پڑائیاں پہ نہ کر شور و مائی
کیوں دتی ہے اس طرح سیکڑ مری جائی پٹی میری چھاتی سے ہے کیوں بر لکائی
مجبور تھا ورنہ میں جسہر لیتا خود آکر
حاصل ہوتی منہ بزل مجھے گھر بار لاکر

یہ سن کر جناب زینب و کلثوم آداب و سلام بجالائیں۔ اور دلی پڑیں
پھر دوسرے بچوں کی تلاش میں چل پڑیں۔ ایک بھالوی کے قریب دیکھا
کہ دو بچے گلے میں باپیں ڈالے پڑے ہوئے ہیں۔ پس جناب زینب نے
شاد ہلا کر جھکا ناچا۔ مگر آہ کون جاگتا۔ دونوں کی رنج پر دوا کر چکی
تھی۔ آہ جب ان کو جھاکر کے دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کے چاند
سے سینوں پر گھڑیوں کی ٹاپوں کے نشان موجود ہیں۔ ہاتھ دلاو
رسول کس بے دردی سے پامال نیم اسپاں کی گئی۔ لکھا ہے۔ کہ کربلا
میں جب شام غریباں نمودار ہوئی۔ تو شیکستہ دل بی بیوں نے اپنے
اپنے وارثوں کو یاد کر کے رونا شروع کیا۔ آہ کل رات تک کہنے جوان
اور بوڑھے خافت کے لئے تیار تھے۔ لیکن آج ان میں سے ایک بھی
باقی نہیں رہا۔ یا جناب زینب نے کہ اسے بی بیوں کی بات
ہے۔ کہ ہماری خافت کے لئے حبیب ابن مظاہر موجود تھے
وہ میرا بن قین موجود تھے۔ مسلم بن عوسجہ موجود تھے۔ قاسم علی کربوچ

روانہ ہوئی تھیں۔ تو ان کی سواری کے لئے کیا کیا اہتمام ہوئے تھے
آہ۔ اب کہاں تھے قاسم و علی اکبر و عباس و حسین کہ ان کے بڑے کا
انتظام کریں۔ آہ پردیس میں یہ پہلی رات تھی۔ کہ زینب و ائمہ کلثوم
باجال تباہ میدان میں ٹھو کریں کھاتی پھر رہی تھیں۔ پس ایک طرف
نچا کی تو کیا دیکھا

پٹی ہوئی ایک لاش سے دتی ہے کینہ کتنی ہے۔ کہ فریٹے لے شاہ مرنہ
بن آپ کے مشکل جواہر کو جینا لے بابا نہیں ہے یہ محبت کا قرینہ
درمچیں کے ملعون نے لٹاچے مجھے مارے
سرننگے کیا بھیجے جلا ڈالے ہمارے

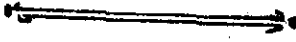
پس حضرت زینب نے قریب جا کر پوچھا۔ کہ ایسی بی بی کس کی لاش
سے لٹی ہوئی فریاد کر رہی ہو۔ جناب سکینہ نے کہہ کر لے پھر بھی جان
یروش میرے بابا جان کی ہے پوچھا جناب زینب نے۔ کہ لے سکینہ
لاش کی پہچان دیکھ کر سے ہوتی ہے۔ ایک سرے اور دوسرے لباس
مگر اس لاش کے تن پر دوسرے۔ نہ لباس ہے۔ تم نے ایسی حالت میں
کیونکر پہچان لیا۔ عرض کی اس بچی نے کہ جب خیم میں آگ لگی
تھی۔ تو میں قتل کی طرف بھاگی۔ اور ہر طرف پکارتی پھرتی تھی،
کہ لے بابا آپ کہاں ہیں۔ میری خبر لیجئے

یعنی دھڑک رہی ہیں زینب میری ہوں۔ یہ سنا تھا۔ کہ جناب زینب نے حمزہ کا
پرسا دینا شروع کیا۔ زو جہر ختم نہ کیا۔ اسے بی بی میرا فرض تھا۔ کہ
پہلے میں آپ کو بہتر شہیدوں کا پرسا دیتی رہی۔ یہ اولاد رسول کا اخلاق ہے
کہ میں بولنے بھی نہ پائی کہ آپ پہلے سے مجھے میرے شوہر کا پرسا دینے
گئیں۔ اسے بی بی میرے آنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس وقت عمر سعد کی
فوج کے کچھ لوگ اس شقی کے پاس آکر کہنے لگے۔ ظالم ہم نے تیرے کئے
سے اولاد رسول کے گلے پہ تیغ کر دیئے۔ جو تیرا نشان تھا۔ پورا ہو گیا۔ اب
تجھ کو لازم ہے۔ کہ تیرا زبیلان دکھایا عورتوں اور یتیم بچوں کو جس کا سارا
کنبہ ہمارے ہاتھوں قتل ہوا ہے۔ اور جو تین دن سے جھوکا دوسریاں کے
ماتے تڑپ رہے ہیں کچھ کھانا اور پانی بھیج۔ اگر اب بھی تو نے اس طرف
توجہ نہ کی۔ تو پھر ہمارے اور تیرے درمیان وہ تلوار چلے گی۔ کہ دنیا
تماشہ دیکھے گی۔ یہ سن کر اس شقی نے کہا میں نے کب منع کیا ہے۔
کسی سے کہو تھوڑا سا بھنا ہوا اناج اور ایک مشکیزہ پانی کا ان کے
پاس لے جائے۔ اسے پسر سعد یہ ذریت رسول ہے۔ وہ جھوک
اور بیاس سے مرجا ناگوارہ کریں گی۔ مگرنا محرم کے ہاتھ سے اب ڈاڈکا
دینا گوارہ نہیں کریں گی۔ اگر تجھے بھیجنا ہے تو کسی عورت کو بھیج دے پس
اس شقی نے لشکر کی تمام عورتوں کو جمع کیا اور اس مسئلہ کو ان کے

تھے۔ عباس علیہ السلام موجود تھے۔ انتہا یہ ہے کہ خود میرے بھائی حسین
موجود تھے۔ لیکن آج کی رات دنیا ان سب سے خالی ہے۔ پس
اب زینب کا یہ فرض ہے۔ کہ آج کی رات تم سب کے گرد میں پہرا دوں۔
کیونکہ میرے ماں جائے حسین نے تم سب کو میرے سپرد کیا ہے۔
یہ سن کر بی بیوں نے گئیں۔ اور خدمت میں جناب زینب کے
ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ اسے ٹانے زہرا۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ ہماری
موجودگی میں آپ اس خدمت کو انجام دیں۔ لیکن جناب زینب کسی
طرح راہی نہ ہوئیں۔ اور ایک ٹوکنا ہوا نیزہ لے کر چھلے گئیں۔ ناگاہ
اتنے میں ہوئی روشنی کی جھلک نمودار زینب نے سمجھا کہ چلے آئے ہیں کفار
پونجی جو نہیں دیکھنے کے نزدیک آگیا کہنے لگیں لے ظالمو! آنا دھڑار
رکھو بھلا پاس کیا مال ہمارے
سمے ہوئے اب سو گئے ہیں بچے ہمارے

لیکن وہ روشنی برابر قریب ہوتی چلی آرہی تھی۔ اب پوچھنے سے لکھا
تو ایک عورت سر پر کوئی شے رکھے مثل کی روشنی میں چلی آ رہی ہے
آپ اسے دیکھ کر خاک پر بیٹھ گئیں۔ جب وہ عورت قریب آئی تو
جناب زینب نے پوچھا۔ اسے بی بی تم کون ہو اور اس رات کی ریکہ میں
ہم بے کسوں کے پاس کس غرض سے آئی ہو۔ اس نے کہا اے بی بی

یہ من کر دے دیکھو میں آنسو بھر لائی اور کھانا اور مشکیڑہ حضرت
زینب کے سامنے رکھ دیا۔
تب وہ مجھے کہا زینب نے ہنکڑا ہم جس کسی کو نہیں یہ تو کھانے کا
دوڑے لے کر بیٹھے ہمارے تھے جو غمناک مر جائیگے جو کہی نہ کھائیں گے یہ نہ
کیا کھانے کو کھائیں کسے فرصت ہے کھانے
آنکھوں کے تلخ ہونے میں وہ بیٹو کے پہلے



سامنے رکھا۔ لیکن ان سب نے انکار کر دیا۔ کسی نے کہا کہ اے امیر
کیونٹے کر جاؤں۔ میرے شوہر نے حسین کے کرل جان کے سینہ پر
بر بھی ماری ہے۔ کوئی کہتی تھی میرے شوہر نے حسین کے تینیں میں
کے بھائی کے بازو تسلیم کئے ہیں۔ کوئی کہتی تھی میرے بیٹے نے
حسین کے شمشاہہ ہنچے کے گلے پر تیر مارا ہے۔ غرض کہ جب کوئی
عورت یہاں آئے پر تیار نہ ہوتی تو سب لے یہ تجویز کی۔ کہ زینب
موت کو پہنچنا چاہئے۔ کیونکہ حضرت نے حسین کے ساتھ احسان کیا ہے
پس اس بنا پر یہیں غمہ بریاں اور یہ پانی کا مشکیڑہ لے کر حاضر ہوئی
ہوں۔ یہ سنا تھا۔ کہ جناب زینب کا دل بھر آیا۔ مقتل کی طرف
منہ کر کے کہنے لگیں۔ کیوں میرے غمہ بھیا میرے مظلوم ماں جاتے
پیر سجدے کہاں سے آپ کے ماضی آئی ہے۔ آہ زینب کیوں کر اس کو
حلق سے اُتارے۔ کاش مجھے موت آجاتی اور یہ وقت نہ دیکھتی۔ اس کے
بعد وہ حضرت سے کہا اے بی بی یہ پانی کس لئے لائی ہو۔ کون اب
اس کو پیئے گا

اس رسم کو جو انا ہے سارا زمانہ محبت کو اٹھاتے ہیں تب تک نہیں کھانا
گو پیلے میں پریم ابھی پانی نہیں کیونکہ
سب تشنہ دہن بیخ شرم سے ہرے پلے سر

زیور سے مزین اور آراستہ ہیں۔ اور میرے پاس سوائے اس چادر کتہ
دیوہند وار کے اور کچھ نہیں۔ اسے باہا میں اس
حالت سے کیونکہ خاندان شادی میں جاؤں۔ اس کلام فاطمہ کو سن کر جناب
رسول خدا بے اختیار روئے گئے۔ ناگاہ جبریل امین نازل ہوئے۔ اور
عرش کی یار رسول اللہ پر در و گار عالم بعد محمد و درود و سلام کے ارشاد فرمایا
ہے کہ تم فاطمہ کو ایسی لباس کہتے دو سیدہ سے بھیجو۔ اور ہمارا فعل
حکمت اور صلحت سے خالی نہیں۔ حضرت نے حکیم خدا جناب فاطمہ زہرا
سے بیان کیا۔ آپ نے شکر خدا کیا۔ اور اس کے حکم کی تصدیق کی۔
غرض جناب سیدہ دہی قیض بوسیدہ اور دہی چادر کہتے جس میں جاہا
لیف خرما کے پوند تھے اور دھڑے دولت مہر سے خاندان شادی میں چلیں
سات قدم بیت شرف سے برہمی تھیں۔ کہ جبرائیل امین ملکہ ہائے مشیت
نے کہ مودت شجروں کے حافر خدمت جناب فاطمہ ہوئے پس وہ
لباس جناب سیدہ نے زیب تن کیا۔ اور انہیں چادر دوں لے چار
طرف سے حلقہ کر لیا اور تقدیس و تہلیل کرتی ہوئیں خاندان عروس تک
پر پجایا۔ راوی کہتا ہے کہ
پونچھو جس شکوے نہ لائے ناظر
عورت نشانی کو آئیں برکات
بھلا بلا کے مندر پر پناہ بخار

بایسویں مجلس

روانگی الحرم برف کوفہ اور روایت ائمہ جدیدین فاطمہ زہرا
مقول ہے کہ ایک روز جناب رسالت آیت سجد میں تشریف لکھتے تھے
ایک جماعت عرب نے آکر عرض کی۔ کہ یا حضرت ہمارے یہاں قریب عروسی
ہے حضرت کے اطلاق عظیم سے امید واپیں۔ کہ آپ ارشاد کریں۔ کہ جناب سیدہ
تکلیف کر کے اپنے مقدم شریف سے ہمارے گھروں کو منور فرمائیں۔
حضرت نے جواب دیا۔ کہ میں بغیر خلائے فاطمہ کچھ نہیں سکنا۔ یہ فرما کر
اٹھے اور دولت سرا میں آکر ان مہوم سے ارشاد کیا۔ کہ اس وقت
روملے عرب میرے پاس آئے تھے۔ تمہاری مصافی کی آرزو رکھتے
ہیں۔ چاہو تو جاؤ۔ اور ان کے سخت دلوں کو نرم کر دو۔ جناب فاطمہ
نے یہ پیام سن کر عرض کی۔ کہ لے جا با۔ آپ کا حکم میرے سرور
آکھوں ہے۔ لیکن میں خوب جانتی ہوں کہ ان کی مراد میری دعوت
سے اپنے گھروں کی زینت نہیں۔ بلکہ ان کا طلب کرنا فقط استہلا
اور ذلت کے لئے ہے۔ اس واسطے کہ ان کی عورتیں جاہ ہائے ناز
اور لباس حریر و دیا پہنے ہوئے ہیں۔ اور طرح طرح کے

کچھ عورتیں تو دیکھ کے حیران ہو گئیں
اور کچھ قدم پر گر کے مسلمان ہو گئیں

اور بہت سی عورتیں اس عالم مدہوشی میں مر گئیں۔ خصوصاً عروس
اس طرح کی غشی طاری ہوئی کہ روح اس کا ناکب جاودانی کی طرف
کھینچ کر گیا جس وہ خاندانی خاٹہ قائم ہو گیا۔ جناب سیدہ کو کمال صبر
ہوئے۔ حضرت نے تجدید وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور سر کو سجدہ
خالق میں کمال خضوع و خشوع رکھا اور عرض کرتی تھیں۔ کالے مہبود
اے زندہ کرنے والے بعد موت کے محمد و علی کا واسطہ اس مرد
کو زندہ کر دے۔ ابھی معصومہ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا تھا کہ
عروس زندہ ہو گئی۔ یہ دیکھ کر سات سو عورتیں اور مرد ایمان لائے
جو اہرات کو حضرت پر سے بنار کیا۔ اور ایک کنیز کنین جناب فاطمہ کو
نذر دی۔ وہ جناب اس کنیز کو ساتھ لے کر عصمت سرائے میں
تشریف لائیں۔ اور سب حال مفصل جناب سرور کائنات سے بیان
کیا۔ حضرت نے من کر سجدہ شکر ادا کیا۔ اور اس کنیز کا نام جناب
سیدہ نے ام حبیبہ رکھا۔ پس ام حبیبہ ہمیشہ امام حسن و امام حسین
اور جناب زینب و کثیم کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ تا آنکہ جناب فاطمہ نے
وفا دی۔ رحلت جناب امیر سے اس کی سفارش کی۔ جناب امیر علیہ السلام

بھی اس کو بہت اچھی طرح رکھتے تھے۔ حضرت نے کوڈ میں ابن حارث کے
ساتھ ام حبیبہ کا عقد کر دیا۔ تا آنکہ جناب امیر علیہ السلام نے مسجد
کوڈ میں شہادت پائی۔ اہل بیت علیہ السلام مدینہ منورہ میں روضہ
مقدس حضور سرور عالم پر آکر مجاور ہوئے۔ ام حبیبہ نے لڑکپن سے
اہلبیت کے ساتھ پرورش پائی تھی۔ دفعۃً جو نہیں ساتھ چھوڑنا کی سخت
قرار نہ تھا۔ شب و روز رو با کرتی تھی۔ اور برابر بند کی خبر لوگوں سے
پوچھا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی
خبر پائی۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام سے بھی رمانہ پھر گیا ماں کی
لحد سے نانا کی قبر سے پھوٹ کر خدا کے گھر میں پناہ لی۔ وہاں بھی
چن دن پایا۔ کہ بلا میں وارد ہوئے۔ کہ بلا میں لاکھوں دشمنوں کی
جزوہاٹی ہوئی۔ تین روز پانی بند رہا۔ دسویں تاریخ محرم کی گھر کا گھر
صاف ہو گیا عصر کے وقت نبین پاک کا خاتمہ ہوا۔ جبرائیل کی خزاویاں
عالم کی شہزادیاں شکر ادا میں قید ہوئیں۔ مگر ام حبیبہ کو کچھ خبر نہ ہوئی۔
ایک روز ام حبیبہ گھر میں بیٹھی تھی۔ کہ ایک شور و غوغا کوڈ میں بلند
ہوا۔ چند عورتوں نے ام حبیبہ سے کہا کہ چند گرفتارین آتے و
قیدیان غربت شتران بے کجاوہ و عمار پر سرور ہندہ با حال پریشان
آتے ہیں۔ تم بھی چل کر ان کا تماشا دیکھو یہ سننا تھا۔ کہ ام حبیبہ کا

رنگ اڑ گیا۔ اور دل پر نہایت صدمہ ہوا۔ بولیں کہ جس جگہ ظلم کے ایسے طور
ہوں وہاں تماشے کا کیا دیکھنا یہ تو عبرت کا مقام ہے۔
عبرت کے علاوہ میں کسی دم کسی حالت بھولی نہیں فرمودہ خالون قیامت
جس روز میری بی بی نے کی خلق سے طاعت۔ تاکید سے فرمائی تھی یہ مجھ کو نصیحت
بھولے سے بھی یہ کام تو نہ ہار نہ کرنا
توقیدوں کی سیر خردار نہ کرنا

اور دوسرے میرا شوہر باہر سفر کو گیا ہوا ہے۔ بغیر اس کی اجازت
گھر سے ایک قدم بھی باہر نہ نکالوں گی۔ مگر ان عورتوں نے
ام حبیبہ کو بہت مجبور کیا۔ اور کہا۔ کہ اگر باہر نہیں چلتیں تو نہ سہی
اپنے کوٹھے پر ہی سے ان کو دیکھ لو۔ غرضیکہ وہ سب ام حبیبہ کو لے کر
بالائے بام آئیں۔ تو کیا دیکھا۔ کہ بہت سے سیادہ و اسوارنگی تلواریں لٹے
نیزے بلند کئے آگے آگے چلے آتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے پیچھے کچھ
لوگوں کے۔ کچھ جوانوں کے سر نیزوں پر اس طرح علم ہیں کہ
کسی کے گیسو غبار آلودہ کسی کے جھنڈے والے بال پھولے پھولے
خاک و خون میں آگے ہوئے۔ چوہرستان سے بندھے ہیں۔ بھولی
بھولی صورتوں اور گورے سے چہروں پر جا بجا خون لگا ہے اور
سب آگے ایک نیزہ طویل پر ایک مہراند نصب ہے شاہ آفتاب

دخشاں و تالیاں ہے۔ آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ ہونٹ
ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اور ریش مقدس ہوا سے ہلتی جاتی ہے۔ ام حبیبہ
اسے غور سے دیکھنے لگی پھر نگرہ سر مطر خاک و خون میں بھرا تھا نہ
پہچانا۔ مگر دل میں ام حبیبہ کے خیال آیا۔ کہ میں نے مشاہیر اس سر
کسی کو دیکھا ہے۔ ناگاہ کجاوے امیروں کے دیکھے۔ کہ ان پر
بنی بیاں مشعل بندیاں ترک و روم کے سوار ہیں۔ مہمان کے
حرارت آفتاب سے متغیر ہو گئے ہیں۔ اور مرزا سے منہ پیٹنے
سے نیلے ہو گئے ہیں۔ آگے ان کجاووں کے ایک بیمار زرد
رنگ طوق و زنجیریں اس طرح جکڑا ہے۔ کہ اس کے ہاتھ
پس گردن سے اور اس کے پاؤں اونٹ کی پیٹھ سے بندھے
ہیں۔ راہ کی پستی و بلندی۔ اونٹ کی تکان۔ حلقہ ہائے آہن کے
رگڑوں سے ہڈیوں تک ساق پا کا گوشت اڑ گیا ہے ہڈیوں
سے خون جاری ہے۔ ام حبیبہ کا دل مرد کھینے سے بھرا یا تھا جو نہیں
اس بیمار کو دیکھا تو کہنے لگی۔

اے قیدیو بتلاؤ کہ آئے ہو کہاں سے

جل ٹکڑے ہوئے جاں ہے تم سب کی فدا ہے

یہ سن کر اس بیمار نے آواز خیف فرمایا۔ کہ میں گرانے طوق

کی وجہ سے ابھی طرح کلام نہیں کر سکتا ہوں۔ ان بی بیوں سے جو پوچھنا ہو پوچھ لے سے

ناگاہ وہ آئینٹ آگئے کوٹھے کے برابر ایک بی بی کو دیکھا کہ چہرہ پر تڑپ ہے گود میں بیٹھی ہوئی ایک ننھی سی خنجر آلودہ بخون جسم کا کڑتہ ہے سرا سر اس ننھے سے جن میں یہ مصیبت یہ بٹا ہے

کانوں سے اہو بہتا ہے رستی میں گلا ہے

کوٹھے کی طرف دیکھ کے لڑکی بھاری فریاد کہہ رہی پانی چلی جان ہماری کاسے پینے کے حلق میں تپا ہے لہاری پانی کوئی پلوا ڈپے ایندو باری

جاں ہونٹوں پر ہے پیاس سے چال پڑا ہے

میں اُس کی چگر بندہ ہوں جو پیاسا سا ہے

اللہ اللہ جس وقت اس معصوم بچی نے ایسے ایسے کلمات کہے۔ تو

بی بیوں کے دل پھٹ گئے۔ خصوصاً اُم جیبہ سے درہا گیا۔ ساریاں

جہاں سے بولیں۔ کہ اے جمال میرے سر پر یہ تیرا احسان ہو گا۔ اگر

چندر منٹ ان اُونٹوں کو روک لے تاکہ میں اس معصوم بچی کا خشک گلا

پانی سے تر کر لوں۔

رحم گیا جمال کو ارڈنٹ کو روکا لٹائی میں ایک پانی کا جام اُم جیبہ

وہ کر مٹی اس طرح نہ مصدوم سے گویا پانی پیتا اور تیں ڈھالیں کر دیتا

ہوتا ہے بہت پاس یتیموں کا خُدا کو

مقبول وہ کر لیتا ہے بچوں کی دُعا کو۔

پس اس نادان نے مُنا پنا پھر بھی جناب زینب کی طرف موڑ لیا۔

گو راوہ پھر بھی جان سے اجازت کی طلبگار تھیں۔ فرمایا جناب زینب نے

کسے پانی پلانے والی بی بی اگر تمہاری آرزو میں خلاف شریعت نہ

ہو میں۔ تو میری بچی کو دُعا مانگنے میں کوئی دریغ نہ ہو گا۔ بتاؤ تمہاری

کیا کیا حاجات ہیں۔ اُم جیبہ نے کہا۔ کہ میرا شوہر ہمدیس میں

ہے۔ دُعا کرو۔ کہ خُدا اُسے جلد اپنے بچوں سے ملا دے۔ اور خُدا مجھے

رہنما پے کے الم سے محفوظ رکھے۔ اور یہ

مانگو دُعا دوسری ناشاد نہ ہوں میں مونیامیں کبھی موزیدہ بدو نہ ہوں میں

بُمل کی طرح بربہر فریاد نہ ہوں میں تم صاحبوں کی طرح سے برباد نہ ہوں میں

بنتی میری اس طرح سے تاراج نہ ہوئے

تم لوگوں سا برباد و میرا راج نہ ہو دے

ماسوائے ان دو حاجتوں کے قیسری جو بیکے بڑی التجا ہے۔

وہ یہ ہے کہ جناب زینب دُختِ علی بن ابی طالب کی زیارت کا دُعا

کمال شوق ہے۔ اور اُن کی جُدائی سے اس لونڈی کی آب و فدا

بھی ترک ہو چکی ہے خُدا کرے کہ مجھے اُن کی جلدی زیارت

نصیب ہو آہ آہ یہ سُنا تھا کہ جناب زینب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

تا پ ضبط باقی نہ رہی۔ غور سے پہنچانا کہ یہ تو ام جیبہ ہے۔

پس وہ خود اس سے فرمائے لگیں۔ کہ اے بہن کیا تو نے زینب کو

کبھی دیکھا ہے۔ اگر تو زینب کو دیکھے تو کیا پہچان لے گی۔ اس نے

کہا کیوں نہ پہچانوں گی کہ برسوں اُن کی کنیری میں یہی ہوں اور

اُن کی خدمت کرتی رہی ہوں۔ اس وقت کمال بے تابی سے حضرت

زینب نے فرمایا ہے

مشتاق ہے جیکو وہ دل نگار میں ہی ہو سب کنبہ کی رگھب کی عواذ میں ہی ہو

تقدیر جلی زینب نچا میں ہی ہوں حاکم کی خطا وار گنہگار میں ہی ہوں

زہرا کا بندھا رہتی میں گھر دیکھ لے بی بی

نیرے پہ وہ شبیر کا سر دیکھ لے بی بی

بچوں کے گھلے میں گلو گید و دہائی سیدائیاں اور رستہ زنجیر و دہائی

نیوہ کی ساری سر شبیر و دہائی بازاروں میں زینب کی تشہیر و دہائی

وین اُٹھ گیا خالق کا ثنا سا گیا مارا

سر و پیشہ محمد کا نوا سا گیا مارا

اٹھا شد جب یہ کلمات زبان مبارک جناب زینب سے اُم

جیبہ نے سنے تو کہا کہ اے بی بی براے خُدا یہ غیر وحشت اگر

میری بی بی جناب زینب کی شان میں دُکو۔ یہ کبھی ہو سکتا ہے۔

کہ اُنت رسول ہو کر اور رسول کا کلمہ پڑھتی۔ اور پھر

رسول کے ہی ذمے کو قتل کرے۔ اور میری بی بی جناب

زینب کا تو ایسا مرتبہ ہے۔ کہ ایک بار وہ تلاوت قرآن مجید

بر لب ہام کر رہی تھیں۔ اور محویت کے عالم میں گوشہ چادر

جو سر سے سر کا تو آفتاب برآمد نہ ہوا، جب تک میری

بی بی نے چادر نہ اوڑھی، جس بی بی کا یہ مرجہ ہو۔ اُن کی شان

میں ایسا کہنا بے ادبی ہے۔ آہ آہ جناب زینب نے اُم جیبہ

سے یہ سن کر اپنے ماں جاسے بھائی کے حیرہ کی طرف سر کو

بلند کیا اور کہنے لگیں کہ ماں جاسے میرے اب ہماری یہ حالت

ہوئی ہے۔ کہ اپنی کنیریں بھی ہمیں نہیں پہچانتیں۔ اے

بھائی جان

شرائی ہے زینب، خرمائی ہے زینب بیٹیا میرے کہ میری اُجائی ہے زینب

اجازت لیا بھائی یہ اجازت سے کہہ دے

ہاں بی بیو یہ فاطمہ کی بھائی ہے زینب

اب پاس مجھے اپنے بلا لے بھائی دُعا کے بہت سچ سے گھبرائی ہے زینب

خواہر بھی نہیں جانتا اب کوئی تمہاری اُن بی بیوں کہ درکہا بھائی ہے زینب

یہ وہی ہے جس کے لئے سورج نہیں نکلا

تقدیر کی گردش سے یہاں آئی ہے زینب

ناگاہ میر شاہ سے آواز یہ آئی بیشک علی وفا طمہ کی جانی ہے زیب
میں مہر ہوں کانٹے پر بنی کے جوڑھا تھا غلام کی بیٹی ہے اور جانی ہے زیب

نہ تو قصراً کہنتہیں اسے بی بیہ تم سے !

شہر کی ماں جانی ہے ماں جانی ہے زیب



تیسویں مجلس

روایت امام ضامن و ثامن جناب علی رضا۔ ماموں کا
حضرت کو زہر فہرنا آپ کا کفن و دفن جناب معصومہ فاطمہ کا
شہر قم میں آندا اور ان کی وفات اور اہلیت کا داخلہ دمشق

منقول ہے۔ کہ ایک روز جناب امام ضامن و ثامن حضرت علی
رضا شاہ خراسان سیر کو جا رہے تھے۔ کہ ناگاہ دیکھا آپ نے کہ ایک شکاری
ایک ہرنی کو شکار کئے ہوئے چاروں پاؤں باندھے کاندھے پر ڈالے
چلا آتا ہے۔ اور اس مادہ غزال کی چھاتیوں سے دودھ علی الاتصال
بہا جاتا ہے۔ ہرنی کی جو نہیں نظر حضرت پر پڑی۔ تو اپنی زبان میں حضرت
پر آداب و سلام بجالائی۔ اور عرض کی یا حضرت میں اپنے دو بچے رکھتی
ہوں۔ ان کو دودھ بھی میں نے ابھی نہیں پلایا۔ کہ دام جل میں گرفتار
ہو گئی آپ میرے ضامن ہو جائیں۔ تاکہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا
آؤں۔ بھوک سے ان کا خدا جانے کیا حال ہے۔ یہ سن کر حضرت
نے اس شکاری سے کہا۔ کہ اسے مرد خدا اس ہرنی کو چھوڑ دے۔ تاکہ

غیر شریک ہی کیونکہ محرم کی گیارہویں تاریخ تھی۔ یہ سن کر آپ آنکھوں
میں آنسو بھر لائے۔ اور دیر تک روتے رہے۔ پس اس شکاری
معجزے سے ہچکنا کہ یہ تو میرے نولا امام رضا علیہ السلام ہیں۔ معافی کا
خواستگار رہنا اور اس ہرنی کو چھوڑ دیا۔ کیوں حضرات، جو ایسا رحم کریم
امام ہو کہ جانوروں کی تکلیف بھی گوارہ نہ کر سکے! فوس ہذا فوس
ہے۔ کہ وہ کیسے مسلمان تھے۔ کہ جنہوں نے اہلیت کے ساتھ وہ مظالم
کئے۔ کہ بیکجہ منہ کو آتا ہے۔ آہ آہ ایسے امام ضامن و ثامن کو ماموں نے
زہر سے شہید کر دیا۔ حالانکہ اس پر حضرت کے بے شمار احسان تھے چنانچہ
جب ماموں نے اپنے وزیر فضل کو قتل کر دیا۔ تو تمام ایرانی اور فضل کے
اہل قبیلہ بڑھ گئے اور بارگاہ ماموں کو اس قصہ سے گھیر لیا۔ کہ اس کو قتل
کر کے فضل کا بدلہ لیں ماموں خوش قسمتی سے اس وقت حضرت امام فضل کے
پاس تھا۔ جب ماموں کے ملازمین نے آکر اطلاع دی۔ تو ماموں
گھبرا گیا۔ اور حضرت کی پناہ لے کر عرض کرنے لگا۔ کہ اے ابوالحسن
اس وقت میری امداد کرو آپ ہی اس فتنہ کو فرو کر سکتے ہیں پس حضرت نے
اپنا گھوڑا طلب کیا۔ اور سوار ہو کر بارگاہ سلطانی پہنچ گئے۔ دیکھا
کہ لوگ شور مچا رہے تھے حضرت نے ایک ڈانٹ بتلائی۔ سب خوف
سے کانپنے لگے۔ اور عرض کی کہ یا بن رسول اللہ جس طرح آپ حکم دیں

یہ اپنے بچوں کو دودھ پلا آئے۔ شکاری حضرت کو نہ چھوڑتا تھا کئے لگا
کہ یہ جانور پھوٹ کر ہرن ہو جائے گا۔ اور عقل کب گوارہ کرتی ہے کہ یہ
خون خود دام میں آ پھنسے۔ حضرت نے کہا کہ مرد شکاری جب تک یہ ہرنی
نہ آئے گی میں تیرے سامنے ہیں بیٹھتا ہوں۔ پس یہ کہہ کر آپ اسی مقام پر
بیٹھ گئے۔ اور ہرنی کو دام صیاد سے چھوڑا دیا۔ حضرت وہ مقام
اب تک موجود ہے۔ جہاں حضرت ہرنی کے ضامن ہو کر بیٹھے تھے اور
لوگ اس مقام کی زیارت کرتے ہیں۔ چنانچہ جب ہرنی کے آنے
میں دیر ہوئی تو وہ صیاد کہنے لگا۔ کہ میں آپ کو نہ کتا تھا کہ یہ وحشی
جانور خود بخود کیسے آ سکتا ہے۔ کہ اتنے عرصہ میں آپ کیا دیکھتے ہیں کہ
وہ ہرنی صحت اپنے دونوں بچوں کے حسب وعدہ چلی آتی ہے آئے ہی
اس ہرنی نے اپنی گردن جھکا دی۔ اور کلمات شکر تیرا دا کر نے لگی۔
حضرت نے پوچھا۔ کہ اے ہرنی اتنی دیر تو نے کہاں لگائی۔ پس وہ
ہرنی بقدرت خدا گویا ہوئی۔ کہ کیا حضرت میں جب یہاں سے جا کے
اپنے بچوں کو دودھ پلا چکی اور حسب وعدہ آ رہی تھی۔ کہ ناگاہ میں نے
دیکھا۔ کہ چند جوان صحرا لب دریا بیٹھے ہیں اور ایک مجلس عزاء آپ کے
جذہر گوار کی کر رہے ہیں۔ پس میں بھی کہ یہاں سے جا کے میں تو
ذبح کر دی جاؤں گی پھر یہ موقع کہاں ملیگا اس لئے کچھ دیر اس مجلس

مکن کر یہ جو ہاں سے کنیو آئی پٹ کر سر پٹ لیا ہاتھوں سے لکڑی تھی کہ
اسے بی بی ہاں ٹٹ گئے ہم دے مقدہ دن بھائی کے تم ہو گئیں جو مرنے والے اور
بر دیں میں یہ چکر بہت فم کا لگا ہے
اب صبر کرو چارہ یہاں بندے کا کیا ہے
معتوبہ نے مکن کر یہ جو جیج جواری سوار کے محل سے گری بھائی کی بیوی
اس صبر سے اس ہلکی زین پر لکڑی ساری پیوشی میں بھی ہرے پر آنسو تھے جو جاری
ہمدہ تھا کیا داں پر قاتلوں کو لٹا کر
کہتے تھے یہ سب بار ابراہیم عطا کر

اس کے بعد جناب معصومہ کا ایک قصہ میں لاکر آتا رہا۔ اور طیب اللہ
کے واسطے حاضر ہوئے۔ جب کسی وقت ہوش آتا تھا۔ تو غریب اولوں
بھائی کہہ کر روتی تھیں اور پھر غش کر جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ اس
مدد سے شہر و دے کے بعد آپ نے رحلت فرمائی۔ فم کی عورتوں نے
اتفاق کیا۔ کہ ہم خود امام زادی کو دفن کریں گی۔ غرض عورات نے
قرعہ کو دی اور عورتوں نے غسل و کفن کے کٹناہ اٹھایا کسی مرد کو دفن میں
قرب نہ آنے دیا۔ بلا احترام کیا اہل محل نے امام زادی کا۔ اور بڑی
حومت کی خواہرام کی مکن حضرت جناب زینب بھی تو خوب اولوں
امام کی بہن اور امیر المؤمنین کی بیٹی تھیں۔ اہل کوثر و شام نے

ماموں نے اٹھا رخ میں بڑا مباغذ کیا۔ تمام شہر کو سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا۔
تین روز تک طوس میں حضرت کا ماتم رہا۔ پھر حضرت کی موت غرت کی
موت کہی جاتی ہے۔ اور امام غریب خطاب ہو گیا۔ اس لئے کہ کوئی
اپنا عزیز لاش پر رونے والا نہ تھا۔ حضرت کے فرزند باعجاز
عسل و کفن کے لئے آئے بھی مگر رو نہ سکے۔ بھائی کی شہیدائی بہن
جو اشتیاق سے بیتاب ہو کر مدینہ سے روانہ ہوئیں تھیں بھائی
تک نہ پہنچے پائیں پچا پچہ منزل سادہ میں خود علیل ہو گئیں۔ یہی اشارہ
میں حضرت کی شہادت واقعہ ہوئی جب شہر قم کے قریب پوچھیں۔
امام کے ہم میں تمام شہر سیاہ پوش تھا۔ موسیٰ ابن خریج رئیس شہر
خواہرام کی آمد مکن کر مدہ شرفاء شہر کے باہر نکلا۔ جب سواری قریب
آگئی جناب فاطمہ خواہرام نے سواد شہر پر نظر کی دیکھا۔ کہ لوگ سیاہ پوش
سر برینہ چلے آ رہے ہیں بخیر کو حکم دیا۔ دریافت کرو۔ کہ کیا ان کا کوئی
رئیس قبیلہ مر گیا ہے۔ جویہ پوش اور سر برینہ ہیں سے
مستے ہی حکم آئی کینر حلقے میں ناگاہ پوچھا کہ یہ غم کس کا ہے کہ یہی آگاہ
کیا مر گیا ہے کوئی رئیس آپ کا پاشا سب خور و کلاں ہل کے بہت کتے تھے
موسیٰ نے کہا کیا تمہیں یہ حال بتائیں
دے تم کو خدا صبر یہ بی بی کو سنائیں

سرخ رنگ کا تھا۔ اور کہا۔ کہ اسے بیدار کی مجھے دیر ہے۔ کہ میں اسے اپنی
کینر بناؤں گا۔ یہ سننا تھا۔ کہ جناب سکینہ ڈوڑ کر اپنی پھوپھی سے
پٹ گئیں۔ اور کہنے لگیں۔ کیوں پھوپھی جان۔ کیا محض نام میں ہماری
کینر کا بھی اقرار ہے۔ جناب زینب نے تسلی دی۔ اور اس ملعون سے
کہا۔ کہ او ملعون تیری کیا مجال ہے۔ کہ تو اہلبیت کو اپنی کینر میں رکھے
پس وہ ملعون اس حرکت سے باز آیا۔ راوی یہ کہتا ہے کہ یونہی جناب
زینب کی نظر اپنے بھائی کے سر پر پڑی تسلیم کو جھک گئیں۔ اور مخاطب
ہو کر کہنے لگیں۔ کہ اسے بھائی جان دیکھتے ہو

نوحہ

لاچار کھڑی ہے فحوا رکھڑی ہے بیتیاری شیر دل انکار کھڑی ہے
بیتھے ہیں لعین کرسیوں پر خرم خدا رہی میں ہندو مت پر الہا رکھڑی ہے
بتلاؤ کہاں جائینگے ہم بھاگ کے بھائی
کیوں تیغیں لئے نوح جانا کار کھڑی ہے
جس بی بی کے سر کھلے سے نکلتا خورشید سرنگے وہ زینب سرور بار کھڑی ہے
مانگا ہے کنوی میں سکینہ کو تھاری
بھی ہوئی وہ بھی پس بیمار کھڑی ہے

کیا احترام کیا۔ باب ارمات در یوید سے در بار تک کیونکر لے گئے۔
خود امام فرماتے ہیں۔ کہ ہم کو شل گو سفند کے رستوں میں باندرھ کر کشاں
کشاں در بار تک لے گئے۔
راوی کہتا ہے کہ اس وقت بیدار اپنے تخت پر بیٹھا ہوا شارب زہر وار
کر رہا تھا۔ جونہی سر ہائے شہداء فیروز سے آتا کر روبرو اس یوید پید
کے لے گئے۔ اس نے حکم دیا کہ مرجین کو طشت طلائی میں رکھ کر
میرے سامنے لاؤ۔ جوئی سر شہداء الشہاء اس پلید کے سامنے رکھا گیا۔
تو وہ ملعون سر کو دیکھ کر خوف ہو رہا تھا۔ ایک چھری بید سے لب و
زنداں کو کھول کر رکھ رہا تھا۔ کہ اسے طین جلدی ٹوڑے ہو گئے سامنے
کرسیوں پر رہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہائے انقلاب زمانہ مخذرات
صحت و طہارت رسن بہتہ برینہ سراووں سے منہ چھپائے کھڑی ہے
پس وہ ملعون متوجہ ہوا۔ کہ اسے لڑکی تو اپنے ہاتھوں سے کیوں چہرہ
چھپائے ہے۔ تو جواب دیا جناب سکینہ نے کہ اسے یوید ہم اہلبیت رسول
کے سبب جھوٹے بڑے یکساں ہیں۔ میری ماں اور پھوپھیوں کے سر کے
ل بڑے ہیں۔ اس واسطے وہ اپنے ہاوں سے چہرہ چھپائے ہیں مگر
میرے سر کے بال اس قدر چھوٹے ہیں۔ کہ چہرہ تک میں آ سکتے۔
اس لئے ہاتھوں سے پردہ کر رہی ہوں۔ اتنے میں ایک ملعون شامی

سرننگے کھلے کھدے کے منہ پھیر لیا کیوں بیٹیا یہ بہن طالب دینار کھڑی ہے
ہے بچے تھے نڈل پچھڑی رکھتے عالم اور سامنے یہ یکس و ناچار کھڑی ہے
بٹھلاتے تھے محل میں چھ ماٹھ پکڑ کر

سرننگے وہی خواہر غنوار کھڑی ہے
میں ڈوڑکے سر کی تھمے نے بقی بلائیں کوڑے لے چکے صنف نقار کھڑی ہے
زہر مارنے ہو غلاب میں خود جھکوبنا سرننگے وہی اس جگہ ناچار کھڑی ہے
موجود ہیں اس بوم میں ارباب کے بھی لوگ

اس شرم سے بالوں میں بیمار کھڑی ہے
صغرا کا تصور مجھے جینے نہیں دیتا ہر وقت مے سائے بیمار کھڑی ہے
صدمے سے سبکدوش آیا ہے شمیم آہ پہلو میں حنین نبی علیہ السلام کھڑی ہے



چوبیسویں مجلس

امام حسین علیہ السلام سے سونو لختہ کی محبت اور داخلہ اہلبیت
در بارین میں - عبد اللہ ابن جعفیہ کی شہادت اور
اہلبیت کا لاشِ مسلم پر نوحہ

ایک روز جناب رسالت مآب معہ جماعت اصحاب کبیر تشریف
لے لے جاتے تھے اثنائے راہ میں دیکھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام مقتضائے
صغیر جمع اطفال میں کھیلنے پھرتے ہیں۔ پس حضرت نے چاہا کہ امام
حسین علیہ السلام کو نہائیں۔ دوڑ کر نواسے کے قریب پہنچے۔ پس
وہ شہزادہ دوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ پھر آپ قریب اپنے صاحبزادے کے
پہنچے۔ تو امام حسین علیہ السلام اور آگے بڑھ گئے۔ غرضیکہ حضرت اپنے
نواسے کے ساتھ دوڑتے تھے۔ اور شہزادے کو نہاتے تھے۔ راوی
کہتا ہے کہ آخر حضرت نے اس مصدم کو پکڑ لیا۔ اور ایک ہاتھ نیریز دھن
اور دوسرا ہاتھ بیں گردن رکھ کر اپنا منہ لب و دندان حسین پر رکھ دیا۔
اور غوب پیا رکھا۔ اور فرمایا حسین بنی ذؤانبا میں الحسین۔

میں صفِ باقم بھیجتی تو جاننے کہ کوئی روئے نہ آیا تھا۔ الوداعی صورت
میں اہل حرم روئے۔ مگر جہز تعدی ظالموں سے خونِ جگر پی کر رہ گئے
دیکھا ہے۔ کہ جب گئی ہوا قافلہ بعد شہادت آنحضرت در بارین میں
میں جارہا تھا۔ پس کوڈ کے نزدیک جب پہنچا۔ اور ابن زیاد کو معلوم
ہوا۔ کہ اب قافلہ نزدیک آگیا ہے۔ تو اس ملعون نے غلاموں اور
کینڑوں کو حکم دیا۔ کہ دارالامارہ کو اس طرح سجدائیں جس طرح
عبید کے موقعہ پر سجایا جاتا ہے۔ موجب حکم اس ملعون کے تمام
شہر کی آئینہ بندی ہو گئی۔ اور سب لوگوں کو اعلان کیا۔ کہ
وہ جامع مسجد میں جمع ہوں۔ مجھے کچھ ضروری باتیں بیان کرنی
ہیں۔ دیکھا۔ کہ عبد اللہ ابن جعفیہ کوئی جناب امیر علیہ السلام
کے بڑے کامل الایمان معانی تھے۔ ان کی آنکھ ایک جنگ
محل میں اور دوسری جنگِ صفین میں جاتی رہی تھی۔ اور جب سے
ناپنا ہوئے تھے۔ شب و روز گوشہ تنہائی میں بیٹھے عبادتِ خدا
کیا کرتے تھے۔ جب کوڈ میں اسیرانِ اہلبیت کا ورد ہوا۔ تو
ایک دھوم مچ گئی۔ اور ابن زیاد کا اعلان ہوا۔ تو یہ بہت گھبرائے
کہ یکایک ایسا کیا امر حادث ہوا۔ کہ شہر بھی سبج رہا ہے۔ اور
اہلبان کوڈ کو بھی بلایا جا رہا ہے۔ باوجودیکہ نابینا تھے۔ لیکن یہ

حسین مجھ سے ہے۔ اور میں حسین سے ہوں۔ خدا اس کو دوست رکھے جو
میرے فرزند حسین کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا اس کو دشمن رکھے جو
میرے فرزند کو دشمن رکھتا ہے۔ کیوں مومنین کیسے محبت تھی جناب
رسولِ خدا کو اپنے نواسے کے ساتھ کہ اپنی حیات میں حسین مظلوم
کے لئے اونٹ بنے اور اپنے گیسو ہائے مبارک کو نواسے کے ہاتھوں
کی ماریا بنا یا۔ اے مظلوم کرہاء اور اسے مولا۔ امام وقت بھی
ہو۔ رسول اللہ کی تصویر بھی حسین بھی حسین بھی۔ امام بھی۔
امام مبین بھی۔ قرآن صامت کے حامل بھی۔ اور قرآن ناطق بھی۔
ان سب صفوں کے ساتھ ساتھ سلسلہ ہجری میں کچھ القاب اور
بھی ملے۔ کیسے خطاب۔ غریب الوطن بھی۔ شہید بھی۔ اُمت کے
غز بھی۔ اور اُمت کے مقتول بھی۔ بھر علم بھی۔ بنی کے نواسے اور دریائے
فلات کے پیا سے بھی۔ خود تو بڑی ہنسی خوشی سے جان سے دی
مگر تمام دنیا کو اپنے ماتم میں گولوا دیا۔ مرنے پر یہ جو دو بچا۔ کہ جب
ہم روئے۔ اپنا ہی دامن بھر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ بعد قتلِ امام
حسین علیہ السلام، آپ کے اہل حرم رونے نہ پائے۔ یوں تو دل
بہر وفاتِ سرور عالم مسرور ہی کب رہا ہوگا۔ دل سوراٹا تھا۔ انھیں
بھی افسانہ اور رعب سے تھکے۔ حالت یہ تھی کہ رعب و رعب آگیا۔

رگ کو لٹوڑے اور ان کو دھاں سے بچا کر کھال لے گئے۔ جب یہ گھر پہنچے تو لپٹی ایک لڑکی سے جس کا سن دس سال کا تھا۔ اور جس کی ماں مر چکی تھی فرمانے لگے۔ کہ اے فوریہ اب وہ وقت قریب آگیا ہے۔ کہ تیرا باپ ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو جائے اس کے بعد آپ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ جناب عبداللہ بھگے کر میری گرفتاری کے لئے پسر زیاد آؤں گا۔ پس آپ گھر سے نکل کر میں میں آئے۔ اور بیٹی سے فرمانے لگے۔ اے جان پر حسب دشمن گھر میں گھس جائیں اور میں اُن پر حملہ کروں۔ تو بتاتی جانا کہ وہ میری داہنی طرف ہیں یا بائیں طرف، چند منٹ دگڑے تھے۔ کہ ابن زیاد کے سپاہی گھر میں گھس آئے جناب عبداللہ تنہا کھینچ کر ان کی طرف لپکے۔ لڑکی بتاتی جاتی تھی۔ کہ باا اب داہنی طرف حملہ کیجئے اب بائیں طرف کیجئے۔ مچنا پھڑپھڑ سے حملے کے موکے بھلا ہوا سپاہی شیر کی طرح اُن پر ہر طرف سے حملے کرتا تھا۔ یہاں تک کہ چند اشقیاء کو مار کر زمین پر ڈال دیا۔ آخر کچلے کہاں تک لڑتے آؤں تو عیسیٰ پھر ناپنا۔ ایک شقی نے موقعہ پا کر ایسی تلوار سر پر ماری۔ کہ جناب عبداللہ بے ہوش ہو کر گر پڑے

بھی مسجد میں پہنچے ابن زیاد نے خطبہ پڑھنے کے بعد کہا یا ایہا اناس تم کو مبارک ہو۔ کہ ہم نے کر بلا میں حسین بن علی کو شہید کر دیا۔ اُن کی عورت کو اسیر کر کے لے آئے ہیں۔ تم سب کو چاہیے کہ اس خوشی میں پوری طرح حصہ لو۔ اور اپنے اپنے گھروں کو ذمیت دو۔ کیونکہ ہم نے خارجی پر فتح پائی ہے۔ یہ سُنا تھا۔ کہ عبداللہ ابن عفیف بے چین ہو گئے۔ اور غصہ سے تھر تھرتھانے لگے۔ کھڑے ہو کر فرمایا

لعنت تمہارے فعل پر اے قومِ رومیہ اپنے نبی کی آل پر یہ جو رولکم آہ جس کا لقب حسین ہے ابھی سے تاباہ کہتے ہو خارجی اسے اللہ کی پناہ پڑھ پڑھ کے کھانا پی پی پیر مٹاتے ہو

یہ کون ہیں رسول کے جن کو لڑاتے ہو

اے پیماؤ قتل حسین پر خوشی مناتے ہو۔ قتل تو اسی ملعون کا واجب ہے۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور اس شقی کے قتل کے ارادہ سے آگے بڑھے۔ اگر ابن زیاد کے غلام اور ارکانِ سلطنت بیچ میں مائل نہ ہو جلتے۔ تو عبداللہ نے اس کا کام تمام کر ہی دیا تھا۔ ابن زیاد نے کچھ ایسا خوف غالب ہوا۔ کہ فوراً منبر سے اُتر کر بھاگ نکلا۔ اس کے غلام جناب عبداللہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہ دیکھ کر ان کے قبیلہ کے

آوارہ وطن یحییٰ و یسوم یہی تھے

مظلوم وکیل شہ مظلوم یہی تھے

آہ جن وقت جناب زینب کو یہ معلوم ہوا۔ کہ یہ جنابِ مسلم ہیں۔ تو آہ و سلام بجالائی۔ اور ان کی عزت پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتی تھیں

پھر غریب لاش کو زینب نے جو دیکھا تھے نیک لاش کے کپڑوں پہ پڑا رو کر کہا عابدے کہ یہ نیک ہے کیا عابدے کہ اسے فدی ہے انہیں اپنا

بازہا قدم لاش میں ادا لے رسن کو

کوچوں میں پھرے کھینچے آوارہ وطن کو

اور اے پھو بھی جان سے

لاش پھر کھینچ کر ذہیں ہیں غدار گزرتوں میں لے لے تھے کچھ جان باز

یہ سننے ہی غش ہوئی زینب جگر جھکا روئیک تھا آؤٹوں کے گئے عزت لہا

عابدے یہ رو رو کے کناج شقی کو

شہراؤ ذراؤٹ کر غش آیا پھو بھی کو

پس یہ فرما کر حضرت زینب بے ہوش ہو گئیں تھکنی کے بعد ہوش میں آئیں۔ تب فرمایا کہ اے مسلم مظلوم تم یہ جو معاصی کر کے ہم کو معلوم نہیں تھا۔ کہ اس شکرِ غم و الم کے ہرادل ہمیں ہوں گے

آہ آہ ان ظالموں نے فراتلواروں کے تلے دھر لیا۔ اور بات کہنے ہی اس عاشقِ اہلیت کے گھر سے کر ڈالے مومنین ذرا تھوڑے کیجئے اس بچی کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ جب اپنے بوڑھے باپ کو اس طرح خاک و خون میں تر پتے اور دم توڑتے دیکھا ہوگا بے عقل ہے۔ کہ اُن ظالموں نے جنابِ عبداللہ کو شہید کر کے اس یتیم بچی کو گرفتار کر لیا

آہ مومنین مجھے اس وقت ایک یتیم بچی اور یاد آگئی۔ وہ حضرت مسلم بن عقیل کی صاحبزادی ہیں۔ رکھا ہے۔ کہ جب اہل حرم کا قافلہ کوڈ کے دروازہ پر پہنچا۔ تو اس وقت جناب زینب نے کیا دیکھا۔ کہ ایک لاش کوڈ کے دروازے پر ہٹکی ہوئی ہے جس پر حکومت برس رہی ہے۔ جو نہیں جناب زینب کا دل پھر آ یا ہے

رو کر کہا مائے کیڑے کی جانے یہ لاش ہے اس کی جو غریب الفرائے یا اسکا ہرادل ہے جو بے گور پڑا ہے یہ مسلم مظلوم ہے یہ میرا چچا ہے

وہ دو تڑپا فرمے جاتے میرے پاس۔ کٹے تھے تینے سے یہاں ساتھ تھا ہے
جب قتل ہوئے آپ کس طرف مدھا ہے۔ اب قید ہیں وہ یا کٹے جان کا ہے
کم عمر ہیں نالان ہیں غریب الوطنی ہے
کیا جانے کیا میرے تیموں پہ بنی ہے
جس وقت کہ لاش حضرت مسلم سے آپ کی تڑو جلتے یہ پوچھا۔ توراوی
کتا ہے کہ لاش مبارک کا پٹنے لگی اور آواز آئی ہے

نوحہ

لاش سے آئی صدا، صبر نہیں دے خدا
ہم بچے تھے پہ خدا، یہ دل کو صدقہ کیا
ہم بچے تھے کہ جا باتمیز، زمرہ کی گونے کینز
پیراری ریت مری، غم دگر واس گھڑی
میں کے ہوا اک شتر۔ حیدری بس ختم کر
غم کا یہ سب ماجرا، صبر نہیں دے خدا

اس فریاد سے حضرت زینب کے ایک حشر برپا ہو گیا۔ اور لاش حضرت مسلم سے
آواز آئی۔ کہ اچھیر مولامیرا مجھرا ہڈیرا ہوا۔ مجھ کو سے
کچھ بے کفنی کا تو نہیں رنج و الم ہے
تم کہو میں سرنگے ہو واللہ یہ غم ہے
کیا مجھ کو آپ نے کس وجہ سے مادی تیرا درجناب جی علی مرتضیٰ و
بغیر خدا نے اس قدر عنایت کی کہ روز شہادت سے اس وقت تک میرا
لاش نہ تھا نہ چھوڑا۔ لاہجہ اس وقت کے جب سید الشہداء نے شہادت دی
تھی اور اس وقت بھی میرے لاش سے روتے زیرینہ تشرف لے گئے
ہیں اور میرے آقا کو نیزہ کے تے رو رہے ہیں سے
اک آؤں پستی و جدہ مسلم بھی جو اسوار گودی میں رقیہ کو لے مضطر و ناچار
لاش کی صدا سن کر پکاری وہ دل انکار ہے ہے میری لاش کی وارث مجھے بھار
زینب جو بہن ہے اُسے بھانپنے ہو صاحب
کچھ کو لڈی کے حق میں نہیں فرماتے ہو صاحب
میں نے لڈی کو میرے شک مجھے بالی پر سے کو نہ چاہیے نہ مضطر ہے نہ دال
ہے آپ کے ماتم میں رقیہ کا عجیب حال یہ ہے پڑی اور پڑی کھادی بن دال
جو تم پر ستم کرے وہ سب مجھ پر عیاں ہیں
یہ تو کمو والی میرے لرزہ کماں ہیں

اس قدر نہیں۔ کہ نہ دن کو قرار تھا اور نہ رات کو چین تھا۔ آخر لاہور چتر روز
زندہ رہ کر اپنے باپ سے ملحق ہو گئیں۔ ہانچوں جناب امام زین العابدین
اس قدر روتے تھے۔ کہ کسی وقت آپ کا رونا نہ سمجھتا تھا۔ جب بھی آپ
بازار سے گزرتے تھے۔ تو قصاب اپنے گوشت کو اور بالخصوص ہر گوسفند
کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے۔ کہ مہوا حضرت کی اس پر نظر نہ
پڑ جائے۔ اور آپ رونے لگیں۔ چنانچہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام
ایک دن خدمت پدیر برگر گوار میں عرض کی۔ کہ اے بابا جان آپ کا رونا
کبھی موقوف بھی ہو گا یا نہیں۔ نہ آپ کچھ کھاتے ہیں اور نہ کچھ پیتے ہیں۔
ہر وقت گریہ و زاری میں ہی مشغول رہتے ہیں۔ یہ سن کر ارشاد فرمایا
آپ نے سے
تارہ کردی واقعات کہلاتا ہے پھر تونہ دیدی واقعات کہلامنیرہ ام
یہ کہہ کر آپ ڈھاریں مار مار کر روتے گئے۔ جب خدا سکین ہوئی تو
فرمایا کہ جب ظالم مظلوم سے بدلہ لے لیتا ہے۔ اور مظلوم دنیا سے گزر
جاتا ہے تو اس وقت ظالم اپنا ظلم کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ مگر وہ اپنے ظلم
اور شقی القلب لوگ تھے۔ بعد شہادت امام مظلوم بھی ان نامردوں کے
ظلم میں کمی نہ ہوئی۔ بلکہ بی بے حیائوں نے غیموں میں آگ لگا دی۔
جس سے بی بیوں اور بچے ہر نشان ہو گئے۔ اسی پر اکٹھا نہ ہوئی بلکہ

پچیسویں مجلس

فرنگن کا معکینز وار دکر بلا ہونا اور حالات کفنی و دفن جناب
سید الشہداء اور قومہنی اسد کی امداد

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رونا ہر بلا و مصیبت
میں کمزور ہے مگر رونا مصیبت جناب سید الشہداء پر موجب ثواب و برکت
ہے۔ اور وہ آنکھ جو روئی ہوگی۔ مصیبت اہلیت پر۔ اس روز جبکہ تمام
آنکھیں ہول قیامت سے روتی ہوں گی وہ خنداں ہوگی۔ حضرات
میں تو دنیا میں بہت سے انبیاء و صیائے ربیہ۔ مگر جس طرح پانچ ہستیوں
پیش ہو رہے گاروئی ہیں۔ ان کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا +
اول۔ حضرت آدم فراق جنت میں، دوسرے حضرت نوح علیہا نبینا
اس قید روتے رہے کہ آپ کا نام نامی فوج قرار ہا گیا۔ یعنی بڑا نوحہ کرنے
والے، تیسرے حضرت یعقوب علیہ السلام۔ فراق حضرت یوسف میں
چالیس برس روتے رہے حتیٰ کہ آپ کی درصارت بھی زائل ہو گئی۔
چوتھے۔ جناب فاطمہ علیہ السلام اپنے پدر عالی مقدار کے فراق میں

سے اسکاٹون پونچھا اور کہا کہ دلٹے بے کسی تیری اسے فرزند اگر تیرے
 ماں باپ اس کو دیکھتے تو شاید اپنا کیا حال کرتے۔ افسوس کہ اسے یہ
 معلوم نہ تھا کہ اس معصوم کو باپ کے ہاتھوں پر تیرہم لگا ہوا اور
 اس کی ماں یہ دیکھ کر نہ نیا سے روتی گئی ہے۔ پس اس فرنگی نے
 ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا اللہ بحق جیسے ابن مریم اس بچے کے قاتل کو نہ
 بخشو۔ الغرض وہ فرنگی وہاں سے روانہ ہو کر قافلہ کے ساتھ اس جگہ
 سے کوچ کر گئی۔ اور وہ لاشیں وہی ہی دھوپ میں پڑی رہیں دن
 کو جاتر اپنے اپنے پروں سے سایہ کرتے تھے۔ اور سات کو ایک
 شیران لاشوں کی نگرانی کرتا تھا۔ قوم بنی اسد جو اس جگہ زراعت کا
 کام کرتے تھے۔ وہ ہر روز وہاں سے گزر کر جب اپنے گھروں میں
 جاتے تھے تو تمام شب بے خواب رہتے تھے۔ نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے
 تھے۔ اور بخوف حاکم ان کشتوں کو دفن بھی نہ کر سکتے تھے۔
 ایکٹن ان کی عورتاں نے جب دیکھا تو وہ ان سے پوچھنے لگیں کہ
 ہم کئی دنوں سے دیکھتی ہیں۔ کہ تم نہ کچھ کھاتے ہو نہ پیتے ہو۔ اور
 دسرتے ہو۔ کیا تمہاری کھیتیاں خراب ہو گئیں یا کسی حاکم جابر کا
 تم پر عتاب نازل ہوا ہے۔ ہمیں اپنے حالات سے آگاہ کرو۔
 من کل انہوں نے کہا۔ کہ ان امور میں بے کچھ نہیں اور نہ ہم ان کا کچھ خیالی

کر تھیں۔ بلکہ کئی دن سے ایسے واقعات دیکھتے ہیں۔ کہ اگر حضرت
 آدم تا ایندہ دیکھنے میں نہیں آئے۔ کہ محرم کی دوسری تاریخ کو ایک قافلہ
 اس سرزمین پر اتر آتا تھا۔ متعدد شہر آدوی تھے بڑے عابد و زاہد و
 نیک و پارسا۔ اور اس قافلہ میں بڑے بڑے وجہہ ہوان اور بزرگ
 آدوی اور نیک اور پاک بی بیں تھیں۔ ہر روز عدل داد ہوتا تھا۔ کہ
 کوئی کسی غریب کو ستائے نہیں۔ سالوں تاریخ کو اس قافلہ پر پریدہ
 نے بانی بند کروا دیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے بے تاب ہونے
 لگے۔ تا آنکہ دسویں تاریخ کو جنگ ٹھہر گئی۔ جب ہم شام کو اپنے
 گھیتوں سے آئے تو دیکھا۔ کہ وہ لشکر ہے نہ غیہ ہیں۔ نیچے چلے
 ہوئے تھے اور بی بیوں اور بچوں کو ظالم آدمیوں پر سوار کر کے
 چلے گئے۔ اور وہ لاشیں اسی طرح سے بڑے ہیں۔ حاکم کے خوف
 سے ہم انہیں دفن نہیں کر سکتے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ جب ان کا لشکر
 دور جائے تو ہم دفن کی تدبیر کریں۔ عورتوں نے کہا کہ اس قافلہ کے
 سردار کا کیا نام تھا۔ کہنے لگے۔ کہ اس کو حسین کہتے ہیں۔ اور وہ مینے
 کے رہنے والے ہیں پس یہ میننا تھا کہ
 میننے ہی عورتاں نے ایک شور مچایا شیعہ قاتلون قیامت کا ہے جانا
 لاشوں کو کیا دفن نہ کیوں ہر خدا یا اسلام کے تین کو کولہل سے بھلا

اب محکمہ مشرف ہم جا میں گی کیونکہ
 منہ فاطمہ زہرا کو بھی دکھلائی گی کیونکہ
 اور ہر صورت میں وہی جگہ کے تھیں اب آج سے تواریں تم باز ہزار ہزار
 تلویش میں ہی تم سے علی تم سے ہیں ہر اسلام کے موقع میں یونہی مرد و نادار
 فوجیں بھی جو بھیجے تو نہ حاکم سے ڈریں گی
 ہم قافلہ کے لال کو اپنی فوجیں کی
 بس کہتے ہی یہ پھینکا رداؤں کو زمین پر اور گودوں سے بھلا دیا بچوں کو زمین پر
 پھینکا انہیں جسم میں پنے تعین زیور اور بچاؤ دیا سبے گریبانوں کی کیر
 ماتم کا تھا بس جوش کبھی آہ و بکا تھی
 اس قول میں نہ ہر کے بھی مرنے کی حد اتھی
 پس جب مردوں نے دیکھا کہ تمام عورتاں برائے دفن جانے کو تیار
 ہو چکی ہیں۔ تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ تم گھروں میں صلیب ماتم بچاؤ اور
 ہم جا کر ان لاشوں کو کاڑتے ہیں۔ یہ کہہ کر آلات کندی بدن قبور اٹھائے
 اور تمام قوم بنی اسد کے دیوان وار و میدان کر بلا ہوئے اور چار
 جانب کچھ نفوس پیرو مار بھلا دیئے تاکہ ان ملائین کا کوئی حاکم نہ پونچھے
 یہ احتیاط کر کے قبریں کھودنے میں مشغول ہوئے۔ مگر حیران و
 رشا تھے کہ سید الشہداء امام حسین کی کون سی لاش مبارک ہے

اہیں میں کہتے تھے۔ کہ اگر کوئی حضرت کے جسم کا شاسا ہو تو اس سے
 پوچھ لیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اس سعادت سے محروم رہیں ابھی یہ گفتگو
 کر ہی رہے تھے
 ناگاہ ہوئی ایک قافلہ سے گرد و مدار قتل کی زمین ہو گئی سب مطلع انداز
 کلاؤں میں آگے آگے لگی اکبار آہل چنے بنے دفن پر عابد بیمار
 گر پڑتے تھے ہر کام پر یہ زور گشتا تھا
 عمارت نہ تھا نہ ہر گریبان پٹا تھا
 پہلے تو بڑی رن میں کمر شہر کے پڑا پھر گر پڑے لاشے ہر تھائی گئی وقت
 چلائے کے لہر قاتلون قیامت نوزوں میں تھا جسے ہر آپ کرت
 پاس آپ کے سبچے سے سو باکھے بابا
 ہم بستے دنوں تین میں دیا گئے بابا
 مجوہیں قوم بنی اسد نے سید بناد بیمار کر بلا کو دیکھا تو دوا دھیں
 مار مار کر رونے لگا اور ہاتھ اقدس کے پوسے لینے لگے حضرت نے
 فرمایا۔ کہ بے قوم بنی اسد تم بھلا ایک جگہ پر مقام کرو اور یہاں سے
 ذرا فاصلے پر بٹھ جاؤ کیوں کہ ہاتھ ہزارہ عقدرات عصمت مہارت
 ہیں۔ بیشک امام من کے قوم بنی اسد وہاں سے دور جا
 بیٹھی اور تمام بی بیوں اپنے اپنے عزیزوں کی لاش سے لٹ گئیں

و زات جناب العبد

شان محمدی دیکھئے کہ اس پسینے سے گل انبیاء کی خلقت ہوئی۔ کمال مرتبہ
حضرت نے اپنے جیب کو غشا حضرت پسینہ کیا چیز ہے۔ ایک لطوأت
زائدہ جو جسم کا جز نہیں ہے۔ بلکہ ایک زائدہ چیز ہے جو ان میں
بھی اسی طرح پسینہ ہوتا ہے۔ پسینہ کے اعتبار سے حیوان
اور انسان میں کچھ فرق نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ
جب گھوڑے دوڑتے ہیں۔ تو وہ پسینہ سے شرابور ہو جاتے ہیں۔
اور انسان بھی جب کوئی کام کرتا ہے۔ یا اس پر غوث غالب ہوتا
ہے۔ تو وہ بھی پسینے سے عرق عرق ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا۔ کہ حیوان
اور انسان اس اعتبار سے برابر ہیں۔ کیونکہ رطوبات زائدہ حیوان
میں بھی ہے۔ اور انسان میں بھی۔ اور پسینہ جسم کا حصہ نہیں ہے۔
کیونکہ حضرات جناب سرور کائنات کس اس رطوبات زائدہ سے جیب
گل انبیاء کی خلقت ہوئی۔ تو کیا شان ہوگی۔ اس جسم کے حصہ کی جو
جناب رسول خدا کا جزو و جزا ہے۔ قاعدہ سے جناب فاطمہ کی قدر و منزلت
کا شمار کر لیجئے۔ کہ کیا شان ہوگی اس بی بی کی۔ جس کو رسول اللہ نے
فرمایا فاطمہ بحضرت منی۔ فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے کیا کیا صفات اس
بی بی کے بیان کئے جاویں۔ سخاوت کے جوہر دیکھئے کہ جب الہیت نے
پانی سے روزے متواتر رکھے۔ اور تین دن متواتر پانی نہ پی سکا۔

ہوئی۔ تو قدرت نے سورہ و ہران کی شان میں نازل فرمایا اور چہرہ
خدمت رسول میں یہ سورہ لے کر آئے یٰؤدھون ما لکنا ردو کما فون
یٰؤدھون ما لکنا ردو کما فون یٰؤدھون ما لکنا ردو کما فون
دیتیا کا سیرا۔ یعنی جو لوگ عہد کرتے ہیں۔ اور اس کو پورا کرتے
ہیں۔ اور اس روز سے جو بہت ہو لٹاک ہوگا ڈرتے ہیں۔ اور اپنے
خدا کی جنت میں مسکینوں۔ یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔
اور اس کی جزا نہیں چاہتے ہیں۔ سبحان اللہ ایسے رحمدل جوفان
بھی کسی مسکین اور یتیم اور قیدی کو بھوکا نہ دیکھ سکتے ہوں۔ کیا
قیامت ہے۔ کہ انہیں کی اولاد کو رشتہ قیامت نے قیامت کے قیام اور
قیدی بنایا چنانچہ لکھا ہے۔ کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام
کو ملاعین شہید کر چکے اور تمام آپ کے خیمہ جات بھی جلا چکے۔
تو ان لا وارث اور بیس بی بیوں کو قیدی بنا کر اور شہداء کو ان کا
مباری بنا کر پہلے کو ذرا پھر شام کے بازاروں میں پھرتے ہوئے
دار الخلافہ یزید یعنی دمشق میں لے گئے۔ تو اس ملعون نے ان کو
قید خانہ کا حکم دے دیا۔ اور ان کو ایسے زمانہ میں قید کیا گیا۔
کہ جہاں ہوا کا کوئی گزر نہ تھا۔ ان بے چاری مصیبت کی ماریوں کا
دم ٹٹکا جاتا تھا۔ کتاب منتخب وغیرہ میں منقول ہے کہ ہمراہ

اہلبیت اطہار اسی قید خانہ میں ایک شہزادی تھاری یعنی دختر نیک
جناب امام حسین کی بھی قید تھی۔ جس کا نام سکینہ مشہور ہے۔ اور
آپ نہایت کم سن تھیں۔ چنانچہ کتب میں ان کا سن تین برس سے
لے کر پانچ برس تک دیکھا گیا ہے۔ اور حدیث معتبرہ سے معلوم
ہوتا ہے۔ کہ جناب امام حسین حضرت سکینہ کو بہت پیار کرتے
تھے۔ اور وہ شاہزادی بھی اپنے پدر بزرگوار سے نہایت مافوس
تھی۔ اور اکثر سیدہ اقدس پر آرام فرماتی تھیں۔ مگراوس بے ک
دھم مخرم معرکہ کربلا سے اس بچی کو وہ سینہ نہ ملا تھا۔ اور اس
قید خانہ میں گھبرا گھبرا کر اپنی ماں بھینوں سے بوجھتی پھرتی تھیں۔ کہ
بابا میرے کہاں گئے ہیں۔ ان کو بلا دو مجھ سے تو اس مکان میں ماہیں
جاتا اور گریہ و زاری و بدقراری سے اس بچی کو چین نہیں تھا۔ اور
تمام مخدرات عصمت و طہارت بھی سخت بے چین تھیں۔
کہتے کہ کونسا بچہ کونسی بی بی اس میں چھپے ہوئے ہے۔ بابا جان
سوئے ہیں در میں قفل لگا کر لگا ہوا ہے۔ ڈھونڈو کل تم کو کہاں یا در میں
جواپے ہلا ہوا ہے لے کے جاتے ہیں
جاتے ہیں گریں تو پتہ دے کے جاتے ہیں
اے بابا جان یہ سکینہ آپ کو کہاں تلاش کرے مجھے تو اس اندھیرے

گھر میں بند نہیں آتی دل بہتر ہے۔ یہ سن کر حضرت بانو و جناب
زینب اغوش میں لے کر فرماتی تھیں۔ کہ اے زور دیدہ اب خاموش
ہو کر سورہ سفر سے تقریب ہی تیرے بابائیں گے۔ مگر وہ معصوم کب
مانتی تھی۔ ناچار جناب بانو قریب حضرت زین العابدین آئیں اور
فرمایا بیٹا تم امام ہو تم سکینہ بہن کو سمجھاؤ۔ وہ جان اپنی ہلاک کرتی
ہے۔ یہ سن کر امام کون مکان قریب سکینہ نیم جان تشریف لائے۔ اور
کلمات تسلی و تسلی دے کر فرمایا۔ کہ اے سکینہ تم صابرہ کی پوتی ہو میر
چلوئے۔ چپکی ہو کر سورہ سے
وہ کہتی تھی مگر کھل پٹل آہ کیا کروں کس کہل جوش کی خبر لے کیا کروں
کہتی ہوں کس طرح مجھ پریندہ کیا کروں یہ درسی طرح سے کس جائے کیا کروں
بابا و آئیں گے دیکھ عین آئے گی
بیٹا یہ رات جان میری یکے جائے گی
اس وقت حضرت زین العابدین فرماتے تھے۔ کہ اے سکینہ خدا کے
کارخانے میں بندہ کا دخل نہیں ہے۔ تم والدہ سے نافرمانی نہ کرو۔ جو
مالک کی رضا سے
عزت میں اک نہیں نہیں مجھ میں حسین سے
ہم بھی تو چھٹ گئے ہیں شہ شریفین سے

شیر کو مات کرتا ہے اور خدا نے اس کی تعریف اپنی کلام پاک یعنی کلام مجید میں کی ہے۔

پہنچے میں مکان رسول فلک چشم قصیر جناب شیر خدا اسکے ہے بہم
اس کے قریب منزل پہلے باکرم ہیں اسطرح حسن تھا دھر قبلہ اُمم
اینا بہت اٹھائی تھی دنیا سے زشت میں
پانچوں خدا کے نور بہم ہیں بہشت میں

اور اسے سکینہ بابا جان کے پاس اس قسم کی نعمتیں موجود ہیں جو بیان نہیں ہو سکتیں اور ٹھنڈے اور میٹھے اور خوشبودار پانی کے جام ہر کے کنائے سے بہرہ ور ہوئے ان کے لئے موجود ہیں۔ اور بابا جان تمہیں وہاں ہر وقت یاد کرتے ہیں۔ اور جس وقت خورشید پانی کے جام بابا جان کے پاس لاتی ہیں تو تمہارے واسطے آہ سرد بہرتے ہیں کہ افسوس میری سکینہ پیاری پیاری ہے۔ اور تمہارے چھوٹے بھتیجا علی اصغر تو ہر وقت اپنی دادی کے پاس رہتے ہیں۔ مگر اسے سکینہ وہاں جو تمہارے لئے بابا جان نے مقام بنایا ہوا ہے۔ وہاں کس کو نہیں آنے دیتے۔ اور اسے سکینہ تمہیں بابا جان ہر وقت یاد کرتے ہیں۔

ہمیشہ مصطفیٰ ہو کہ مفرسا گلزار گوسب تھے درخشاں مام فلک تارا

اور اسوائے اس کے سکینہ سے
صغرا کو کھو وہ مرض اور وہ آجائز کھر کیسا ٹپکتی ہوئے گی گھٹ گھٹ اپنا کھر
اکبار سے کب سے چھوٹی وہ نوکر ماں ہیں تمہارے پاس جو سر پر نہیں پڑ
نعمت ہے قرب مادر عالی وقار کا
رونے کے بدلے شکر کرو کرو گار کا

اب تم اماں جان کی گود میں لیٹو بہم بوجہ گرائے طوق گلو گیز زنجیر
ناچار ہیں۔ ورنہ ہم خود اپنے سینہ پر تم کو لٹاتے۔ اگر تم چپ کر جاؤ
اور آرام سے تسکین سے لیٹو۔ تو ہم تمہیں اس جگہ کا حال سنائیں
جہاں بابا جان گئے ہوئے ہیں۔ پیار شاد اس امام عالی مقام کا
سن کر جناب سکینہ فوراً ماں کی گودی میں لیٹ گئیں اور کہنے لگیں
کہ اسے بھتیجا ستجا باب میرے بابا کا حال کہو

سجاد نے کہا کہ جہاں ہیں شہہ اُمم نام اس مکان پاک کبھے گلشن ارم
یا قوت شرح کبھے وہ قصہ فلک چشم نے جگہ آگے عرش بریں مرتبہ میں کم
ہے داں کی چاندنی میں ضیا آفتاب کی
سب مشک کی نہیں ہے تو نہیں غلاب کی
اور اسے سکینہ وہاں ایک طرف سلسبیل اور ایک طرف کوثر جس کا

تم پہنے پر عنایت شیر بے شمار ہاں سچ کہو کسی پہ تھا اس طرح کلمیا
اس پیار سے کسی کو بھی گودی میں لیتے تھے
تم پر تو قبلہ و دجھان جان دیتے تھے

یہ سن کر حضرت سکینہ اور بھی رونے لگیں اور جناب زین العابدین
سے فرمایا کہ جب بابا میرے لیے مکان میں ہیں تو مجھ کو کاہے کو یاد
کریں گے بھائی اصغر اور محمد و عبداللہ بھی بہلانے کو ان کے پاس ہیں
یہ باتیں سن کر اہل حرم میں کہرام مہا ہو گیا۔ اور بعض روایت سے
تو ایسا بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب زینب نے اس وقت سکینہ کو
گود میں لیا اور فرمایا کہ اسے سرور سکینہ معصوم میری گود میں
آؤ تم کو کمانی سنائیں گلزارش کی جناب سکینہ نے کہ اسے بھیجی جان
کس کا قصہ اور کس کی کہانی۔ میں اپنی مصیبت میں ہوں۔ میرے
دادا علی مرتضیٰ شہید ہوئے۔ حسن مجتبیٰ کو زہر دیا گیا۔ جناب
فاطمہ و رسول خدا نے اس دنیا سے رحلت فرمائی ایسے تم رسیدہ
کو کہانی کب خوش آتی ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ یہ بھی نے تسلی بخشی دی
اور اس پہنچی کو سینہ سے لگا لیا۔ بڑی دیر بعد جناب سکینہ کی آنکھ
لگی۔ خواب میں پدر بزرگوار کو دیکھا۔ دوا کر باپ کے گلے میں لپٹیں
والی دن حضرت سید الشہداء نے پیار کیا وہ پہنچی اپنے باپ سے

اپنی مصیبت کی شکایت کر رہی تھی۔ کہ ناگاہ خواب سے آنکھ کھل گئی
اور ہائے ماتے بابا کہہ کر وہ معصوم پٹینے لگی۔ اس کے رونے اور پٹینے
سے بی بیوں میں ایک کہرام مہا ہو گیا۔ ماں نے ہر چند بھگایا۔ اور بھوٹی
ولا سا دیا۔ مگر وہ معصوم کہتی تھی۔ کہ ابھی میرے بابا جان میرے پاس
کھڑے تھے۔ مجھے پیار کر رہے تھے۔ کہاں چلے گئے۔ اے چھوٹی
اور اسے اماں میرے بابا جان کو بلا دو۔ وہ مجھ سے کیوں روٹھ گئے۔
یہ کلمات سکینہ کے سن کر بی بیوں اور بچے بے تاب ہو ہو کر رہے
تھے۔ ناگاہ یہ شور گریہ سن کر یہ بید اپنے محل میں جو کہ زندان کے نزدیک
ہی تھا۔ خواب سے بیدار ہوا۔ اور ایک خواص سے اس نے کہا کہ
ڈوڑھی پہ جا کے خبر تو لگنا۔ کہ زندانیوں کا کیا حال ہے۔ شاید ایک
لڑکا خیف و زوار خونخوار میں گرفتار تھا۔ اس کو تلاش آگیا ہو گا۔ اور
خازن سے یہ بھی کہہ دینا

کھو لور سن گلے سے چٹش سے نہ حال ہو

کٹواؤ بیڑیاں بھی اگر غیر حال ہو

یہ سن کر وہ خواص ڈوڑھی پر آئی اور حال زندان دریافت کر کے
پھر بید کو جا کر خبر دی کہ ایک بچی خور و سال اپنے باپ کی یاد میں روتی
تھی۔ کہ اس کے بہلانے کو اس کی ماں بھوٹی نے معرکہ کر بلا کے اوقات

بطور قصہ منائے۔ مگر وہ چین سے نہ سوئی۔ اور کچھ دیر کے لئے ذرا اٹھ کر اس کی لگ گئی تھی۔ کہ خواب میں اس نے اپنے باپ کو دیکھا ہے اور وہ زندہ کر رہی ہے۔ کہ میرے باپ کو بلا دو۔ اس کے رخصتے سنا بلیت بھی گریہ و زاری کرتے ہیں۔ جب یہاں قعدہ یزید ملعون نے سنا تو وہ فقی بادیہ و قسوت قلبی کے شکبار ہو کر کہنے لگا۔ کہ اس کے باپ کا سر طشت طلا میں رکھ کر خزانہ دار کو پونجا دو۔

دوبلے لبوں پر چاندی سے زخار دیکھ لے

یٹی پد کی شکل پھر اک بار دیکھ لے

لیکن تاکید اس امر کی کرنا۔ کہ بعد کھانے سر کے فوراً لے آئے۔

کیونکہ جب تمام خزانہ خالی کیا ہے تب سر فرزند قاطعہ نہرا کا پایا ہے۔ یہ سن کر خزانہ دار نے صندوق آہنی سے سر اقدس نکالا۔ اور ایک خزانہ پوٹال کر طرف زیندان کے چلا۔ اور اس طرف بوجہ گر پیکینہ مل جرم

شاہ مدینہ میں

بریا تھا وادہ میں کارائڈ نہیں مل اور پونجا دہ سر کو لیکے جو خزانہ قریب در کھلو کے قفل کو پیکار اچشم تر بھیجو کسی کو اسے حرم سیدہ ابشر پونجا ہے یاں کے پونے کا قفل اس کے کان میں حاکم نے کچھ سکینہ کو بھیجا ہے خزانہ میں

پس فوراً قعدہ قریب در گئیں۔ اور وہ خزانہ اس کے ہاتھ سے لے کر بی بیوں کے پاس رکھ دیا پس جناب زینب نے فرمایا۔ کہ ہمارے نعل غم و آلام سے بھرے پڑے ہیں۔ کسی کو مطلق کھانے کی خواہش نہیں ہے۔ آج اس قدر حاکم کی مہربانی کا کیا باعث ہے۔ جو یہ خزانہ بھیجا ہے میں اس ظالم کا کھانا نہ لوں گی۔ افسوس ہے۔ کہ جو عین میرے بھائی کا سر تین روز کی بھوک پیاس میں کھاتے ہیں اسی مردود کے گھر کا کھانا کس طرح کھاؤں۔ زمین پھٹ جائے۔ تو میں سما جاؤں یہ تو مجھ سے نہ ہو گا جب یہ کلام حضرت زینب کا جناب عابدین نے سنا۔ تو کہنے لگے۔ کہ اسے پھینک دو اماں یہ کچھ راز ہے اس کو دیکھو تو سہی کہ اس میں کیا ہے۔ تب جناب زینب خزانہ کے قریب گئیں اور قعدہ سے کہا۔ کہ اسے قعدہ اس کو کھول کر دیکھو

قعدہ نے ٹھٹھکے تان جو کھولا پچشم تر مجھے یہ اہلیت کہ طالع ہوتا قر

گھر کے بی بیوں نے جی خزانہ پر نظر دیکھا تو میں ترس فرما کر کار

راہ میں جھک کر حین کی تسلیم کے لئے

سجاد اٹھ کھڑے ہوئے تو عظیم کے لئے

بولی ملائیں کے یہ زینب جگر دکار بھیا تھا ہے جہر ہونے کے میں نسا

چلائی نگہ پھر کے یہ بانو نے سر کار صدقے کو کینہ کو یا شاہ وادہ

راحت گئی حیات کی دل سے ہوں گئی

صاحب کے دیکھنے کو یہ لوٹتی تری گئی

اس طرف یہ محل ماتم کاش کو جناب سکینہ ڈوڑتی ہوئی سر سیدہ کے لیے لینے لگی جناب ام کلثوم و جناب زینب و جناب بانو سر کو اٹھا کر چھاتی سے لگاتی تھیں۔ اور سر مطہر کے بوسے لیتی تھیں۔ اور جناب بیمار کر بلا ریا رت پڑھ کر بے ہوش ہو گئے۔

سب بے نین تھے گرد سر شاہ بحر و بر اس حشر میں رہی نہ سکینہ کی کچھ خبر دیکھا جو اپنے دے شریں کو حلوہ گر لپٹی سر سید سے وہ معصوم ڈوڑ کر چلائی دیکھو خالق اکبر کی شان کو

لو اماں جان پاگئی میں بابا جان کو

آہ وہ معصوم بچی کہنے لگی کہ بابا جان مجھے کہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے جناب زینب جناب بانو اس بچی کو سر سے ملجود کرتی تھیں۔ گردہ بچی آپ کے سر کو چھوڑتی تھی۔ تا آنکہ وہ بچی اس طرح سر سے لپٹے ہوئے غش کر گئی۔ پھر بھی نے جو دیکھا تو سکینہ معصوم کی نبض ساقط تھی۔ جناب بانو سے کہا ہے

زینب پکاری باپ کی شہلا گزرتی

گودی میں کس کو لٹی سکینہ تو مر گئی

راحت گئی حیات کی دل سے ہوں گئی

صاحب کے دیکھنے کو یہ لوٹتی تری گئی

اس طرف یہ محل ماتم کاش کو جناب سکینہ ڈوڑتی ہوئی سر سیدہ کے لیے لینے لگی جناب ام کلثوم و جناب زینب و جناب بانو سر کو اٹھا کر چھاتی سے لگاتی تھیں۔ اور سر مطہر کے بوسے لیتی تھیں۔ اور جناب بیمار کر بلا ریا رت پڑھ کر بے ہوش ہو گئے۔

سب بے نین تھے گرد سر شاہ بحر و بر اس حشر میں رہی نہ سکینہ کی کچھ خبر دیکھا جو اپنے دے شریں کو حلوہ گر لپٹی سر سید سے وہ معصوم ڈوڑ کر چلائی دیکھو خالق اکبر کی شان کو

لو اماں جان پاگئی میں بابا جان کو

آہ وہ معصوم بچی کہنے لگی کہ بابا جان مجھے کہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے جناب زینب جناب بانو اس بچی کو سر سے ملجود کرتی تھیں۔ گردہ بچی آپ کے سر کو چھوڑتی تھی۔ تا آنکہ وہ بچی اس طرح سر سے لپٹے ہوئے غش کر گئی۔ پھر بھی نے جو دیکھا تو سکینہ معصوم کی نبض ساقط تھی۔ جناب بانو سے کہا ہے

زینب پکاری باپ کی شہلا گزرتی

گودی میں کس کو لٹی سکینہ تو مر گئی

ستائیسویں مجلس

واپسی اہل حرم بہ طرف مدینہ منورہ و زیارات عالیہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِ الْمُحْجِيذِ وَفُرْقَانِ الْحَجِيذِ بِحَقِّهِ
نَفْصُكَ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَضَائِ - خداوند تبارک و تعالیٰ اپنی
کلام پاک یعنی سورہ یوسف میں ارشاد فرماتا ہے۔ اُوہم تم کو
قصوں میں سے ایک احسن قصہ سنائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام
ایک کنیز یا تیرہ رکھتے تھے۔ جب جناب یعقوب کے ایک لڑکا جن کا نام
ابن یامین تھا پیدا ہوا۔ انہیں ایام میں اس کنیز کے بھی قدرت نے ایک
فرزند عطا کیا جس کا نام اس کنیز نے بشیر رکھا۔ تو حضرت یعقوب نے
مادر بشیر کو واسطے رضاعت اپنے فرزند ابن یامین کے مقرر کیا
اور آپ نے بشیر کو بدیں خیال فروخت کر ڈالا۔ کہ ماہادامہ بشیر
اپنے بچے کی محبت میں ابن یامین کو چھوکار رکھا اور تھوڑا بشیر بلا
چس وقت کہ بشیر طبعہ ہوا۔ تو مادر بشیر نے غمگین و ملول ہو کر
پہرہ درگاہ میں عرض کی کہ لے بار الہا جس طرح تیرے نبی یعقوب
میرا فرزند مجھ سے جدا کیا ہے اسی طرح تو بھی یعقوب کو دلغ فرز

جائیں خاتون

ہو کر اُسی غم آنودہ پھٹے کرتے میں دفن کی جائے۔ راوی لکھتا ہے
کہ جناب سید سجاد کو اس قدر بخار تھا کہ بے ہوش خیمے میں پرشے
ہوئے تھے۔ پس جناب زینب نے اس محضوم بچی کو اپنے ہاتھوں پر
اٹھا لیا۔ اور خدمت میں سید سجاد کے بچہ کو لائیں۔ اور یہاں کا شائد ہلا کر
کینے لگیں۔ کہ اے بیٹا سجاد

نوحہ

فریادِ خدا کی، گردنوں نے جفا کی
کشتا تھار نہا با میراں سچی کے دم سے
بستی میں مٹالوں کی باؤت سے نجات
کیا ہوئے گی تیرے بھلا گور دفن کی
کھنکے کسی کرتے میں تھنہ اٹھا کر
پوچھے جو کوئی تم سے تو کہدینا یہ رو کر
جب نہ چھو کر مرنے کو تو کہنا زمین سے
ماں لٹ گئی سجاد سیکینہ نے فضائی
افسوس سیکینہ کے بھی میں نے نونا کی
پڑتی ہنہ پڑی طے بتول عذرا کی
ماں بھی ہے غرقید میں محتاج رزاک کی
لیجاؤ جہاں بنتی ہیں قبریں غراب کی
انھی میں یونہیں مٹیں ہم سے غراب کی
سارے امانت ہے یہ شاہ شہدا کی
بیس روک متیں آگے قلم نہیں طاقت
آقا کے تصدق سے ہے افراط بکاء کی

فرزند کی جدائی کا خیال کرو اپنے آقا کے صبر و شکر پر کہ علی اکبر و
علی اصغر کی اپنی آنکھوں کے روبرو فدائے امت کر دیا۔ المختصر
جس وقت حضرت یعقوب کا یہ حال پوچھا۔ تو حضرت جبرائیل حکم
جلیل نازل ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اے یعقوب تو سل کرو دُعا
کو ساتھ اسمائے پنجتن کے۔ پس آنحضرت نے بتوکل اسمائے متبرکہ
پنجتن کے دُعا کی۔ جس وقت اسم جناب خاص آلِ عبا مظلوم کو ملا
اس طرح جاری ہوا۔ کہ یا رب واسطہ حسین شہید کا میرے
یوسف سے مجھ کو ملا دے۔ فوراً دُعا حضرت یعقوب کی مستجاب
ہوئی۔ سبحان اللہ کیا قدر و منزلت ہے۔ مظلوم کر بلا کی۔
اور کیوں نہ ہو۔ جب راہِ خدا میں گھربار لٹا دیا اور بیٹے بھائیوں کا
سر کشا دیا۔ خیمہ جلا دیا گیا۔ تب یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ کہ کنکر اس
نام پاک میں برکت اجابت دُعا کی نہ ہو۔ اس طرف دُعا حضرت
یعقوب ختم نہ ہوئی تھی اور وہاں حضرت یوسف کو مکمل ہوا۔ کہ
پیرا ہن اپنا پاس یعقوب کے بھجو۔ اتفاقاً وہی بشیر جس کو حضرت
یعقوب نے بخیاں پرورش ابن یامین فروخت کر ڈالا تھا یہ معتد ملازم
حضرت یوسف کا مصر میں ہوا تھا۔ اسی کے ہاتھ اپنا پیرا ہن
روانہ کیا جس وقت بشیر قریب شہر پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ بوجہ حزن و ملال

میں مبتلا کرنا۔ کہ یہ بھی فراقِ اولاد کا جانے کہ جدائی و بلندی کیسی ہوتی
ہے۔ بخور اس گناہ کے اس کنیز یا تیرہ کو یہ خطاب الہی القا ہوا۔ کہ
اے مادر بشیر و لکیر مت ہو۔ یعقوب کو بعض اس کے ہم فراق میں
اس فرزند کے مبتلا کریں گے۔ کہ جس کو یہ سب سے عزیز رکھتا
ہے۔ اور اس وقت تک یہ فراق میں مبتلا رہیں گے جب تک کہ
تیرا فرزند مجھ سے نہ ملے گا۔ پس اتفاقاً۔ اسی شب کو حضرت
یوسف نے خواب میں دیکھا۔ کہ آفتاب و ماہتاب و ستارے
مجھے سجدہ کرتے ہیں یہ خواب دیکھ کر حضرت یوسف باپ کی گود میں
چومک پڑے۔ وَاِذْ قَالَ يَا اَبَتَا - اَحَدَا عَشَرَ كُكْبًا
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ سَآئِمَةً لِّی سَاجِدَیْنِ اور باپ سے
کہنے لگے۔ کہ اے بابائیں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ گیارہ ستارے
اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ فرمایا جناب یعقوب نے
کہ لَوْ نَفْضُصْ دُؤْیَا لَكَ عَلٰی اِحْوَاکَ اپنے بھائیوں سے یہ
خواب نہ بیان کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بحکم الہی یعقوب اور یوسف
سے جدائی ہوئی۔ اور جب عزیز مصر مر گیا۔ تو حضرت یوسف
اس کی جگہ مسند نشین ہوئے اور فراق میں حضرت یوسف کے یعقوب
کی پسنائی بھی روتے روتے جاتی رہی۔ کون مومنیں کیا صدمہ ہے

حضرت یعقوبؑ گردہ ملائکہ و انسان سب کے سب پریشان رہتے ہیں۔ اور حکم اقدس الہی حضرت یعقوبؑ نے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ پس بشیر قریب آبادی کنعان آیا۔ دیکھا کہ ایک کنیز کپڑے حضرت یعقوبؑ کے لب نہر دھوتی ہے سبحان اللہ کیا شان ہے اس مہود حقیقی کی۔ کہ وہ مادر بشر تھی۔ گواہان نے بیٹے کو بیٹے نے ماں کو نہ پہچانا۔ بشر نے سوال کیا۔ کہ ضعیفہ مکان یعقوب کس محلہ میں ہے۔ جواب دیا اس نے کہ تیرا کیا مطلب ہے۔ وہ تو کئی سال کا عرصہ ہوا کہ روتے روتے نابینا ہو گئے ہیں۔ اور بوجہ فراق حضرت یوسف اپنے فرزند کے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔ پس بشر نے کہا۔ کہ میں بشارت یوسف لایا ہوں۔ اور قاصد ہوں اس کا۔ بساعت اس کلمہ اس ضعیفہ نے سراپنا جانب آسمان اٹھا کر عرض کی کہ اے بارالہ اب تیرا وعدہ جو مجھ سے تھا کیا ہوا۔ یوسف کی خبر تو آگئی مگر میرے بشیر کا کچھ پتہ نہ چلا۔ جب بشر نے اس ضعیفہ سے یہ سنا تو کہا۔ کہ اے ضعیفہ تو اپنے بشیر کا حال مفصل سنا۔ جب اس نے سارا ماجرا کہہ سنا یا تو اس وقت بشر نے کہا۔ کہ اے مادر بشر و گھیر مت ہو میں ہی تیرا بشیر ہوں۔ یہ سنا تھا کہ ضعیفہ ڈر کر اپنے بیٹے سے پرٹ گئی مادر بیکار کے گئی۔

اور مجدد فکر بھالی۔ اور بشیر کو مکان یعقوب پر لے گئی۔ پس بشر نے پیراہن حضرت یوسفؑ کو دے دے حضرت یعقوبؑ رکھ دیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس پیراہن کو جناب یعقوبؑ کی آنکھوں پر ڈالا گیا۔ تو فوراً حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور بشر نے عرض دیا۔ کہ فرزند آپ کا بادشاہ مصر ہوا۔ اور تخت شاهی پر جلوہ افروز ہے۔ کیوں مومنین ایک بشر نے تو حضرت یعقوبؑ کو سلطنت یوسفؑ کی خبر دی اب اگر دوسرے بشر کا حال مچھلے گا۔ تو کچھ شوق ہوگا۔ کہ بشر اہل ہندلم یعقوبؑ کر بلا کی خبر مدینہ میں کس طرح لایا۔ چنانچہ روایت ہے کہ جس وقت اہل بیت اطہار اجمام مطہر و شہداءؑ کے بلا کو دفن کر کے مازم مدینہ ہوئے۔ اور قریب مدینہ کے پہنچے۔ تو حضرت زین العابدینؑ نے پیراہن مدینہ اپنا نیمہ نصب فرما کر اہلیت اطہار کو آواز دیا۔ اور بشر اہل ہندلم سے فرمایا۔ کہ مدینہ میں جا کر ہمارے آنے کی تذکرہ دو۔ اور اس وقت اہلیت اطہار میں عمارت مدینہ دیکھ کر ایک کھرام بھارتا ادا حرافطہ صغرا۔ اور حضرت ائمہ الثمینیہ بوجہ فراق اہلیت بے چین تھیں۔ اور برابر لوگوں سے حالات کر بلا دریافت کرتی رہتی تھیں۔ جب کچھ خبر نہ تھی تو ناچار شام کو دروازے پر سے پٹھہ پٹھہ کرنا امید ہو کر دستور لٹ جاتی تھیں۔

میں بوجہ شغل اقامت داری ہوئیں۔ الغرض سب نے بعد غیبت گریہ کے حضرت زینبؑ سے کہا۔ کہ آپ شہر میں چلے۔ حضرت زینبؑ سلام اللہ علیہا نے منکورد فرمایا۔ مجھ کو عورت کا اصرار صدمے گزرا۔ تو جناب زینبؑ طرف روئے خدا اقدس جناب رسول خداؐ و جناب فاطمہ زہراؑ کے منہ کے کہنے لگیں۔

صغرا سے شرمسار میں ہونے کو آئی ہوں
بھائی کو ماں کی قبر پر رونے کو آئی ہوں

الغرض جب آپ معہ دیگر محدثات و اہل حرم داخل مدینہ ہوئیں تو انہیں قید کی سرگزشت و قتل امام حسینؑ کے یمن میں کئے گئے۔ اہل حرم نے مدینہ میں کو جو شہر زینبؑ نے قبر اعظم ہولہ کی نظر اور مشہد وہ پڑھنے لگی پچھم تر قربان جاؤں اب تو غم ہوئی لو خبر انما تیرے پسر کے عواہار آئے ہیں

نانا تیرے نواسے کے نواسے آئے ہیں
اے نانا جان آپ سے اپنا حال کہوں یا بھائی کا اُمت نے مجھ کو قید کیا اور بھائی کا لاش پامال کیا۔ دربار کی بھانڈا کرکوں یا قید کا حال۔ یا بھائی کی مصیبت کا

جدا کائنات حسینؑ کا عمامہ و جوا
جدا خضابؑ تیرے عزیز نے کیا

کو ناگاہ بشیر حکیم امام داخل مدینہ ہوا۔ جب قریب مسجد رسول مقبولؐ پہنچا۔ تو اس کو زما و پیغمبر خدا و مرتبہ شہید کر بلا یاد آیا۔ طاقت غیبت نہ رہی بے ساختہ رونے لگا۔ اور آواز بلند پکارا کہ اے اہل مدینہ میں سے کیا بچے ہو گئیں گھر لٹ گیا احمد کے نواسے کا سفر میں دیکھا نہیں یہ ظلم کبھی بحر میں بریں جس طرح گھر تیرے ان کے جس گئیں کس طرح قدم ان کے اٹھیں یہ قوت و اے اہل مدینہ انہیں اب ساتھ لے آؤ

آہ جس وقت یہ آواز اہل مدینہ نے سنی سب عورت بڑھائیں بے تاب ہو کر گھروں سے باہر نکل پڑیں۔ اس شکل سے کہ بال عرصہ کے کھٹے ہوئے۔ چہروں سے پسینا بہتا تھا۔ منہ پر لمبے ماری تھیں۔ اور بے اختیار مثل ابرق ہار وادیا کرتی ہوئیں حضرت زینبؑ کے خیمے کی طرف دوڑیں۔ بشر کہتا ہے۔ کہ میں نے اپنے گھوڑے کو کوڑا کیا تاکہ پہلے ہی امام زین العابدینؑ کو اس واقعہ کی خبر دوں۔ لیکن بوجہ انہو مستورات کے جگہ دہائی ناچار گھوڑا وہیں چھوڑا۔ اور خیمہ امام تک پہنچا پس جناب حضرت مجاہد کو پیردن خیمہ اس طرح سے پایا کہ وہ مال اشکوں سے تر تھلاور رونے سے ناتا دے تھا۔ اسی عرصہ میں عورت اور مرد صدائے داؤلا۔ و احینا بلند کرتے ہوئے ہوئے اور تمام عورت خیمہ جناب زینبؑ

جدا تیری ہو پھری لئے میں بے وا جدا تیرے واسے ہر کی شہر نے جفا
روضہ میں آئے نیل رس کے دکھاؤں گی
اب آج میں خراج مبارک بلاؤں گی
اور اے نانا جان ہم کو ملائین نے نہ کعبہ کی راہ دی اور نہ مدینہ
کی اور آپ کی اُمت نے کوئی پناہ نہ دی
جدا ہمارے زخم نہیں ہیں شفا پذیر ہم جیتے آئے مرے مظلوم جوان میر
عابد کا خلق و طوقی گراں و امستدا
زینب کی پشت و تکیہ سناں و امستدا
آہ زینب کے یہ کلمات سن کر روضہ رسول خدا کا پنے لگا۔
اور تمام مدینہ میں شور مچ رہا تھا۔ اس کے بعد عورت مدینہ نے
بخودیت جناب زینب عرض کی۔ کہے ملتے زہر اب صبر کرو۔ روضہ
مبارک تمہارے ہڈ کا تھر تھرا رہا ہے اور دوسرے رب عورت مدینہ
تمہارے بھائی کا پیرا دینے کے لئے منتظر ہیں۔ یہ سن کر جناب زینب
اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کتنی تھیں کہ اے ماں جائے یہ
بہن تمہارا پیرا لینے کو زندہ رہی کاش مجھے موت آجانی۔ اور یہ سن
دیکھتی۔ کہ ماماہ جناب فاطمہ صغرا داخل روضہ اور ہوئیں۔ ادا
کتاہر ہر چار ہلے طرف نگاہ کی۔ مگر اپنی پھیلتی زینب کلثوم کو

نہ پایا۔ اس کا سبب یہ تحریر ہے۔ کہ بوجہ رنج و الم کے چہرے جناب
زینب و کلثوم و دیگر عورت کے متغیر ہو گئے تھے۔ کسی کو صفر نے نہ
پہنچانا۔ اور حضرت زینب و کلثوم مارے شرم کے سر نہوڑائے
خاموش تھیں۔ کہ بیمار صغرا جب اپنے باپ اور بھائیوں کا پڑھے گی
تو ہم کیا جواب دیں گی۔ اور کس منہ سے شہادت کی خبریں دیں گی
تب ورنان مدینہ نے کہا۔ کہ اے بیمار صغرا یہ جو خاموش کھڑی ہیں۔
یہی تمہاری پھوپھیاں ہیں۔ پس یہ سن کر جناب صغرا اپنی پھوپھی جناب
زینب سے لپٹ کر بے ہوش ہو گئی۔ جب عرصہ کے بعد ہوش آیا۔
تو پوچھا کہ اے پھوپھی اماں میرے بابا جان تو سنا ہے کہ شہید ہو گئے
کیا میرے برادران علی اکبر و علی اصغر کہاں ہیں۔ یہ سنا تھا۔ کہ
جناب زینب نے بے تاب ہو کر اس بیمار صغرا سے کہا،

نوحہ

بیت ملی نے کہہ گور میں کھائی میں صغرا تاؤں کیا، گور میں کھائی میں
تھے گور میں کہہ گور میں کھائی میں صغرا تاؤں کیا، گور میں کھائی میں
کرتی ہوں قصہ میں ملے پھوٹے بڑے تیرے
زینب ابی کے سوا، گور میں رکھ آئی میں!

مخلی غدیہ

الحمد للہ رب العالمین و ما قوتہ للقیوم۔ الصلوٰۃ والسلام
علیٰ ربہ الاولین و الآخین محمداً اشرف النہین و علی امیر المومنین
افضل الوصیین۔ نفس خیر المسلمین۔ استاد و روح الامین۔ یوسف بالان
قائد الفرائض الجلیل۔ ولی رب العالمین۔ ولی اللہ، جنت اللہ۔ اس اللہ
و جنت اللہ۔ غالب کل غالب مطلوب علی طالب امام الشارعی و المفسر
علی ہا بن ابی طالب اولادہم السلامین صلوٰۃ اللہ علیہم السلام
جناب رسالت آج نے ارشاد فرمایا۔ کہ نظر کرنا صرف روتے جناب
امیر کے عبادت ہے۔ اگر نظر کرنا ممکن نہ ہو سکے۔ تو ان کا ذکر کرے
اس لئے کہ ان کا ذکر بھی جلوت ہے۔ زینب و کلثوم بیکر علی
بن ابی طالب لائن ذکر کی ذکر کی ذکر کی ذکر کی ذکر کی ذکر کی ذکر
و ذکر اللہ عبادت ہے۔ یعنی دوریت اپنی مجلسوں کو ساتھ ذکر علی بن
ابیطالب کے اس واسطے کہ ذکر اللہ کا میلہ ذکر ہے اور میرا ذکر غلام کا ذکر ہے
اور غلام کا ذکر عبادت ہے۔ فلیکھ علی عبادت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ امیر المومنین
کا ذکر عبادت ہے۔ اور حضرت آغا کا ذکر یعنی اٹھارہ ہیں ذوالحجہ ہمارے

اکبر لای حواں سینے پہ کھا کر سناں
نخاعا مجا ہر تیرا تیرے سے چھوڑا کلا
عجاس چپا کے ترے بازو تھے د و نو کٹے
نہر پہ وہ مر گیا، گور میں کھائی میں

مولانا خلیلہ بلا فصل جناب سرور کائنات کے مقرر ہوئے یعنی آپ کی
خلافت کا اعلان مل اُمت کو حکیم خدا آپ نے منادیا جس پر کون ممکن
میں منت کے نعرے گونج اُٹھے۔ لہذا اسی خوشی میں ہم بھی ایک قصیدہ
عرض کر رہے ہیں۔ صلاۃ بلند آواز سے پڑھیے۔

قصیدہ غدیری

ہم علی کے نعرے نیا میل ہے میں مومن مل کے ہر جان و مال ہے میں
لہذا دعا علی جو چپے ہوئے جہاں میں خود مصطفیٰ علی کو خبردار ہے میں
خانی کے جو ایک عرش ہیں کے والی
حیدر کے در پہ اگر تعلیم پار ہے میں
بیشک علی وہ ہیں خالق کے گھر کے ملک کہ ہم باذن حیدر کو جلا ہے میں
ہجرت کی شب خدائے آئی ندا ملک کہ ہمیں علی کہاں پیارا ہے میں
جھک جھک کے سب ملک کہنے لگے شہدایا
بستر بنی چیدر آرام ہا ہے میں
جسبج آخری سے ہر کرخی ہیں آئے جو شہل حکم خالق کو لیکے آئے ہیں
اٹھارہویں نے دھمکیل آئے منے کس شان سے پیر کو کھڑا ہے میں

چاگا غدیر غم کی قیمت کا کیا ستارہ
رجہ ہمارے سرور سب کو بکار ہے میں
یکجا ہوئے ذرا ہم جب حکیم احمدی سے بالان اُستردل سے منہ نہا ہے میں
گرمی تھی سنت الی جان تلامذہ ہی تھی ہر حکم ہی تھا ایسا جو سب بجا ہے میں
منہ پر چڑھ کے احمدی کہہ رہے بھوں سے
اقرار رتبہ خود ان سے کر رہے ہیں
اقرار جب بے کاسیے کیا رہاں سے منہ پر تب علی کو کو لا بلا رہے ہیں
من جنت کو لا بلے فلذا علی بتایا شاہ پکڑ علی کا سب کو دکھا ہے میں
جس طرح میں تمہارا حاکم ہوں اے خلائق
بتے بعد میرے حیدر سب کو سنا ہے میں
منہ سے دوا آئے کہہ کر غیب تاب نعرے خوشی کے سر جاکل آئے ہیں
عمر خطاب سخن حق ہی رشتہ کر ہے تھے ارشاد اسی خوشی میں اُشاعار ہے میں
خدا جل جلالہ ہوں بچنے دو ان کو یا رو
پیر و علی کے سامنے خوشیاں منا ہے میں
آگاہے ایسا پایا کہ ہے جس کا مولد خانہ خدا سے مسد ہے میں
خانہ خدا کا گہرا قار طلبہ حیدر یہ آسمان پر ٹھوس ہی گیت گاتے ہیں
صلاۃ اس طرح ہو کہہ دیں ملک خدا سے

اہل زمین کے نعرے یارب یا رہے ہیں
باغ بخت کی بیل ہے یہ غلام حیدر کیونکہ جبکہ کل کل کھلا ہے میں
اتنے میں حکم خالق آیا عجیب میرے راضی ہوں کہ سے تیرے آفت ٹھہرے میں
اگلت گلم کی آیت سے دین ہر ناممکن
اتمام نعمتی سے بھر وور جا رہے ہیں

محمد و بند کہ آج حصہ دوم مجاہدین خاتون جدیدہ بخیر و غریب
اتمام کو پونجاو۔

سید غلام حیدر ولد سید علی اکبر شاہ ترمذی

۲۲ ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ

مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۵۲ء

دُعای توسل چہارہ معصومین علیہم السلام

اہل بیت بہ حق شہر مسلمان
اہل بیت بہ حق علی ولی
اہل بیت بہ حق جناب بچوں
اہل بیت بہ حق امام حسن
اہل بیت بہ حق حسین شہید
اہل بیت بہ بیمار دشت بلا
اہل بیت بہ باقر شہ دیں پناہ
اہل بیت بہ جعفر علیہ السلام
اہل بیت بہ حق شہ حق پرست
اہل بیت بہ حق امام رضا
اہل بیت بہ حق تقی یا کریم
اہل بیت بہ حق علی نقی باخدا
اہل بیت بہ حق حسن عسکری
فتابی ہوں غلام ہر امام زمان
معزز رہیں شیعان علی
مطالب میں سب منور حصول
رہیں ہم جہاں میں بدجن
کرا اطفال کو موتوں کے حید
جو بیمار ہیں علیلہ پاویں شفا
عدو آل احمد کے سبوں تباہ
بہشت بریں ہو ہمارا مقام
وہ ہو شایر برون ہیں ملت بین
چینیش جو کہتے ہیں قضا
و کھانا ہم کو ذرا بہ جہیم
دکھا اپنے بندوں کو راہ خدا
رہیں کرد و خیر کے مومن بڑی
خدا یا برائے امام زمان
ہیں ہم مل مشرے دے نماں

زیارت سوم جناب امام صاحب العصر الزمان

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْعَصْرِ وَالزَّمَانِ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا شَرِيكَ الْقُرْآنِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللَّهِ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا إِسْمَ الْوَيْسِ وَالْجَبَّانِ - السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ الرَّحْمَنِ - الْوَمَانِ - الْوَمَانِ - الْأَمَانِ - الْأَمَانِ
السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

زیارت اول امام حسین علیه السلام

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَنَ
سَهْمُولِ اللَّهِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَنَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ - وَابْنَ
سَيِّدِ الْوُصَّيَّيْنِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ
سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ - السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

زیارت دوم

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا غَرِيبَ الْغُرَبَاءِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا مُعَيَّنَ الضُّعَفَاءِ وَالْفُقَرَاءِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَمْسَ
الشُّمُوسِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَنْبَسَ الْأَنْبَسِ - السَّلَامُ
عَلَيْكَ أَيُّهَا الْمَدْفُونُ بِأَرْضِ كَوْسٍ - السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا مُغِيثَ الشَّيْخَةِ وَالْمَرْءِ فِي يَوْمِ الْحَزَاءِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا سُلْطَانَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ - السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ
يَا عَلِيَّ بْنَ مُرَّةٍ الرِّضَا ضِيَّ الْقُدْرَةِ وَالْقَضَاءِ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ